

ماہنامہ خونناک اور سنسنی خیز کہانیوں کا مجموعہ

# خونناک ڈائجسٹ اپریل 2016ء

PDFBOOKSFREE.PK

خونی ناگ نمبر

RS:70



# خوفناک ڈائجسٹ

جلد نمبر 19

شمارہ نمبر 11

ماہ اپریل 2016

خونی ناگ نمبر

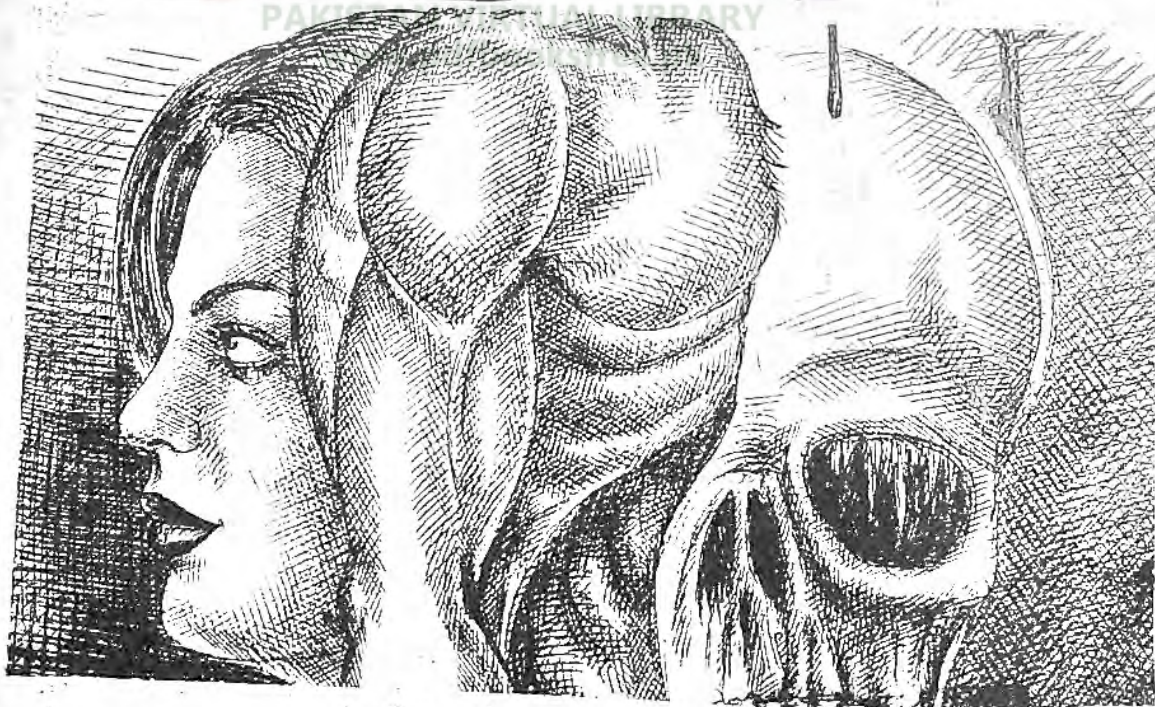
قیمت 70 روپے

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

بانی - شہزادہ عالمگیر  
نگران اعلیٰ - شہلا عالمگیر  
چیزمین - شہزادہ اتمش  
چیف ایگزیکٹو - شہزادہ فیصل

آفس منیجر - ریاض احمد  
فون - 0341.4178875  
سرکولیشن منیجر - جمال الدین  
فون - 0333.4302601

مارکیٹنگ - کرن - ماہا - نور -  
فاطمہ - رابعہ - سارا - زارا



پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور



## خوفناک ڈائجسٹ اپریل 2016 کے شمارے خونِ ناگ نمبر کی جھلکیاں

ڈر  
ابناس سعادت۔

6

خونِ ناگ  
صبا شاہ۔ جڑانوالہ

36

الفت پری  
ملک این اے کاوش

98

پچھتاوا  
مسز طاہرہ سلیم تم نمشا

58

شیطان کے پجاری  
اسد اللہ بھٹی۔ بمکر

74

شش یہاں کوئی ہے  
ندا علی عباس

67

ڈر کے آگے جیت  
آراے ریحان

36

ویران کھنڈرات  
محمد حامد سرور

86

جنگل کا خوف  
کنول جی تنہا

126

شیطانی محل  
محمد نادر شاہ

133

اسلامی صفحہ

خوفناک ڈائجسٹ 2

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام واقعات قطعی طور پر حقیقی ہوتے ہیں جن سے حالات میں کئی پیدا ہونے کا امکان ہوسکتا ہے۔ راکٹر۔ ادارہ۔ پبلیشرز زامردانہ بنگالہ (پبلیشرز ڈسٹر ایڈ مارکیٹر۔ پرنٹرز زامردانہ بنگالہ) (پبلیشرز ڈسٹر ایڈ مارکیٹر۔ پرنٹرز زامردانہ بنگالہ)

خونِ چڑیل  
عدنان عاشق

غزلیں نظمیں

خوفناک سایہ  
محمد سلیم اختر

ماں کی یاد میں

پھول اور کلیاں

آپ کے خطوط

خونِ ناگ نمبر

ماہ اپریل 2016

یہ شعر پسند ہے

قیمت۔ 70 روپے

خوفناک ڈائجسٹ 3



## حافظ قرآن کی عظمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن صاحب قرآن کو لایا جائے گا تو قرآن کہے گا اے رب اے جوڑا پہنا چنانچہ اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا اے رب مزید پہنا پھر اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا پھر قرآن عرض کرے گا اے رب اس سے راضی ہو جاؤں وہ اس سے راضی ہو گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور ترقی کی منازل طے کرتا جا ہر آیت کے بدلے اس کی نیکی بڑھائی جائے گی۔

## پانی میں برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن نہ پایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وضو کے لئے پانی لایا گیا۔ آپ نے دست مبارک اس برتن میں رکھا اور لوگوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی کا فوارہ جاری تھا لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔

عثمان چوہدری اینڈ قادر یار - ڈی جی

## چھینک اور جمائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں رب العالمین اور وہ اگر الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یرحمک اللہ۔ (طبرانی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔ (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چھینک نہ آئی تو منہ کو ہاتھ سے یا کپڑے سے چھپاتے اور آواز کو پست کرتے۔ (ترمذی)

## ماں کی یاد میں

ماں ایک ایسی ہستی ہے جو دنیا میں ایک جنگ کی مثال ہے جس کے قدموں کے نیچے قدرت نے جنت کا تختہ رکھا ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میں نماز میں ہوتا تو ماں بلاتی تو میں نماز چھوڑ کر ماں کے پاس آ جاتا اللہ تعالیٰ نے ماں کی دعائیں وہ تاثیر رکھتی ہے جو عرش کو ہلانے کی طاقت رکھتی ہے کچھ لوگ دنیا میں ماں کی دعاؤں سے ہی کامیابی کا سفر طے کرتے ہیں ان کی کامیابی میں ان کا عمل داخل کم اور ماں کی دعاؤں کا اثر زیادہ ہوتا ہے ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے ابھی تک اس دنیا میں کوئی پیاپی نہیں بنایا گیا جو اس محبت کی پیمائش کر سکے بعض اوقات قدرت اسے فیصلے ماں باپ کی دعاؤں میں بدل دیتی ہے مفیلہ دور حکومت کا واقع ہے کہ بادشاہ ظہیر الدین بابر کا انکوتا بیٹا ہمایو بیمار ہو گیا تھا شہزادہ کی بیماری کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک استعمال کیے مگر اس کا علاج ممکن نہ ہو سکا آخر کار شاہی طبیبوں نے شہزادے کی بیماری سے مایوسی کا اظہار کر دیا ظہیر الدین بابر کی چار پائی کے نزدیک مصلیٰ ڈال کر بیٹھ گیا اور خدا سے التجا کی کہ اے خدا میں اپنی اولاد کی بھیک مانگتا ہوں اگر اسکا آخر ہے تو مالک سے میری جان لے لے لے مگر اس کو زندگی عنایت کر دے تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہمایو صحت یاب ہوتا گا اور ظہیر الدین بابر بیمار ہو کر خالق حقیقی سے جا ملا یہ باپ کی محبت تھی اور اللہ تعالیٰ نے ماں کی صحت کو باپ کی نسبت نو گناہ زیادہ بنایا 26 دسمبر 2815 کو مجھے پیٹ میں شدید درد ہوا اس درد میں لی ایچ کیوں ہسپتال گئے مگر ڈاکٹر نے کہا کہ آپ ملتان جائیں اس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہم ملتان کے پرائیویٹ ہسپتال میں گئے جہاں الزماؤنڈ میں بتایا گیا کہ بلبہ شدید سوزش کر گیا ہے اور اس کی وجہ سے بنی پتھری جو کہ سہی کی نالی سے نکل کر بلبہ کی نالی میں پھنس گئی ہے اور ڈاکٹر نوید اسلام نے کہا کہ یہ خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے علاج ممکن ہے مگر آپ دعا کریں علاج جاری رہا مگر حالات بہتری کی طرف نہیں آرہے تھے تب میری ماں نے بھی وہی دعا کی کہ اللہ اگر اس کی زندگی کم ہے تو تو میری زندگی اس کو دے دے اور اس کو بچا لے دعا کو اللہ نے شرف قبولیت بخشا اور میں ٹھیک ہوتا گیا جبکہ میری ماں میری ماں کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو گئی اور بعد ازاں الزماؤنڈ سے رپورٹ میں کہا گیا کہ کوئی پتھری نہیں ہے اور اس وقت بلبہ بھی اپنی جگہ ٹھیک حالت میں ہے ادھر میری ماں نے اپنی تیزی شروع کردی اور تمام کام منٹا منٹا شروع کر دیئے آخر میری ماں اس دنیا سے رخصت ہو گئی اور میں جو بھی کہتا تھا کہ میں جو بھی کام کرنا چاہوں ماں کی دعاؤں سے کر سکا ہوں ماں کی دعاؤں سے محروم ہو گیا اللہ تعالیٰ میری ماں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

شاہد رفیق بھوکیر والا - 0345.3272617



۔۔۔ تحریر: ابناس سعادت ۔۔۔ گوجرانوالہ۔ آخری حصہ۔۔۔

ایک دن آنٹی ممتاز سب سارے کا حال پوچھنے گئے وہ کچھ دیر تو ہمارے پاس ٹھیک سے بیٹھی رہیں پھر اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ کافیدر بعد بھی جب وہ واپس نہیں آئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے آنٹی ممتاز نے واش روم کا دروازہ ہجایا کوئی آواز نہیں آئی جب دو تین بار بھی دروازہ بجانے پر کوئی جواب نہیں آیا تو مجھس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو کہ خود بخود کھل گیا یعنی اسے کندی نہیں لگی ہوئی تھی میں یہ سوچ رہی تھی کہ وہ جو کافی دیر سے باہر نہیں نکلی تو ہمیں وہ غائب تو نہیں ہوگئی پر وہ دیوار کے ساتھ چپلی لگی کھڑی تھی میں نے واش روم میں نظر ڈرالی تو میرے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ بیشہ کے سامنے پرے ہوئے سارے نوکھ برش ہوا میں کھڑے تھے جن میں سے ایک تو تھ برش پر پیسٹ لگ رہا تھا خود بخود میں ڈر کر باہر آگئی اور ماموں کو بلالائی ماموں نے واش روم کا دروازہ کھول کر اوچی آواز میں آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی جس کی وجہ سے سارے برش اور پیسٹ زمین پر آ گئے اور ساتھ ہی سارے بھی لہر لہر زمین پر آ گری تھے اٹھا کر میسر پر لٹا دیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

**مول** کے گھر کے بائیں طرف ایک گھر ہے جو کہ مول کے والد مرحوم کے اپنا گھر بنانے سے بھی پہلے کا بند بڑا تھا وہاں کوئی بھی نہیں رہتا تھا اور اگر رہنے آج بھی جائے تو دو یا تین مہینوں بعد ہی بھاگ جاتا ہے ایک آنٹی نے وہ گھر جو کہ دو منزلہ بنا ہوا تھا اب بھی موجود ہے اور بند پڑا ہے سستے داموں خرید لیا وہ آنٹی اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ اس گھر میں شفٹ ہو گئیں۔ مول کی زبانی یہ آنٹی جن کا نام رضیہ تھا اس گھر میں قیام کرنے والی واحد عورت ہیں۔ جنہوں نے اس گھر میں سب سے زیادہ قیام کیا یعنی پانچ مہینے اور پھر راتوں رات کہیں شفٹ ہو گئیں کہ کسی کو آج تک نہیں پتہ آئی کہ جنوں اور بھوتوں پر بالکل بھی یقین نہیں تھا جس کا وہ اکثر اظہار کرتی رہتی تھیں بڑے بزرگ بھی





رہنے آتے تھے بہت سے لوگ مگر زیادہ سے زیادہ دو یا تین مہینے پھر وہ بھی چلے جاتے ایک دن ہم سب مہینے کی وی دیکھ رہے تھے کہ اس منحوس گھر کے سامنے پولیس کی گاڑی آ کر رکی پولیس کا مخصوص سائرن جسے سن کر سارے محلے والے اسے گھروں سے باہر آ گئے سارے محلے والے اس گھر کو منحوس گھر کہہ کر پکارتے تھے ہم بھی آواز سن کر باہر آ گئے باہر آئے تو کیا دیکھا کہ پولیس نے آئی رضیہ کے شوہر کو ہتھکڑیاں ڈال رکھی تھیں اور وہ چیخ رہا تھا۔

میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا میں بے تصور ہوں مجھ پر الزام ہے میں بے گناہ ہوں۔ وہ بے چارہ حلقے کے بل چیخ رہا تھا پر پولیس اسے لے گئی بعد میں وہ آئی ہمارے گھر میلاد کا بلاوا دے آئیں کہا۔

آپ میلاد کے لیے آئے گا۔

انے نے ان سے پوچھا کیا سب ٹھیک ہے اس گھر میں کیونکہ جو بھی آتا ہے دو دین ماہ سے زیادہ نہیں ٹکتا ہے اور آپ کو تو چار ماہ ہونے والے ہیں وہ آئی دو پڑی گئے لگیں۔

میں تو ان چیزوں پر بالکل بھی یقین نہیں رکھتی تھی پر اب ان کی طاقت کو جان گئی ہوں۔ یہ اپنے اوپر کئے گئے ظلم کا بدلہ بے گناہوں سے لیتے ہیں امی میری آئی ریحانہ کو پوچھا کون تم کسی کی بات کر رہی ہو ہے کوئی طاقت جو ایک فیملی کی صورت میں ہے مجھے تو اس منحوس گھر میں آنے کے ایک ہفتے بعد ہی معلوم ہو گیا تھا پر کسی سے اپنے دل کی بات کہتی لوگوں نے کہنا تھا پہلے تو کہتی تھی یقین نہیں کرتی تھی تو کیا یقین آ گیا ہے۔ بس اسی شرمندگی میں کسی سے کچھ نہ کہہ سکی

پر ہوا کیا ہے۔ مول کی امی نے آئی رضیہ سے پوچھا ہونا کیا ہے شروع میں مجھے ایسا لگتا تھا جیسے گڑگوئی فٹ بال ٹھیل رہا ہو پھر آہستہ آہستہ ایک بچہ نظر آنے لگا جس کی عمر سات یا آٹھ سال ہوئی پھر بھی ایسا لگتا جیسے کہ کوئی بچہ نہیں کھانا پکا رہا ہو جس طرح بچہ میں کام کے دوران برتن رکھنے اور اٹھانے چولہا کھولنے اور بند کرنے کی پانی کی ٹوٹی میں سے پانی بہنے کی آواز پر آئیں پھر ایک عورت کو دیکھا جو گھر کے آرام دہ کپڑوں میں بچہ میں کھانا پکا رہی تھی اس کی کہ مہتری طرف بھی وہ اس طرح گھر میں چل پھر رہی تھی جیسے کہ یہ اس کا گھر ہو اور میں مہمان ہو رہا ہوں پھر ایک دن تو حد ہی ہو گئی۔ میں صبح کے وقت ناشتہ پکانے بچہ میں گئی تو جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میں بے ہوش ہو گئی۔

عید کا دن تھا دادا جی نے جوئیں بڑی پیپہ کی ڈیڑھ لیٹر والی بوتلیں منگو کر سٹور کر لیں کہ ان آئیں گے تو ضرورت پڑے گی آئی ریحانہ آئیں ہوئی تھیں آئی ریحانہ کے نواسے عبداللہ اور عبدالواحد بھی موجود تھے بڑا عبداللہ جو سات سال کا کم گو اور پیار بچہ ہے مگر تنہا ہی آ کر اسے اتنا پیار اور اہمیت ملتی ہے جس کی سے وہ بدلتا اور بدلتا ہو گیا ہے۔ یہ دونوں آنٹیاں جو ہمارے ساتھ ہی رہتی ہیں ان دونوں کی بھی نانی گئی ہیں وہ ان سے پیار کرتی ہیں اور ان کی اکثر باتوں پر پردہ ڈالتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ غلط کہہ رہی ہیں غلطیوں پر پردہ ڈال رہی ہیں پر ان کا ماننا کہ ہم ایسے مسکرا دیتے ہیں جیسے کہ وہ کہہ رہی

وہ بھی ٹھیک ہے تو عید کے چوتھے روز جب اپنی بختاؤ کی بیٹی اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں تو وہ جب جانے لگی تو آئی ممتاز نے اسے دو بڑی پیپہ کی بوتلیں دے دیں جس کا ہمیں پتہ نہیں چلا اور نہ ہی پتہ چلنا تھا اگر کے واپس جاتے ہوئے عبداللہ آئی ممتاز سے سب کے سامنے یہ نہ کہتا

نانو آپ نے خالد گل افروز کو دو بوتلیں دیں ہمیں نہیں دینی آئی کا رنگ اڑ گیا پہلے تو وہ کھبرا گئیں پھر مسکرا کر کہنے لگیں۔

ہاں سب کو دینی ہیں خشنیدی کرنے کو رکھی ہیں جا کر لے آؤ۔ اس طرح ہمیں اور تائی کو یہ بات معمول چلی کی باجی گل افروز آئی بختاؤ کی بیٹی کو آئی نے چھپا کر دو بوتلیں دیں پس خیر عید کے پانچویں روز سب چلے گئے جب میں اندر آئی تو میرے لیے اندر کمروں میں ایک طوفان گندگی میرا منتظر تھا

کھلی ہوئی چادریں چائے کے خالی کپ کھانا کھاتے ہوئے خیالی برتن میں تو برتن ساتھ ساتھ سمیٹتی بھی جاتی تھی پھر بھی اتنے برتن خراب بیڈ شیٹ جو کہ زیادہ بیڈ سے نیچے اترتی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے میسر نظر آ رہا تھا۔ خالی چپس اور نیکو کے ٹیکس جبکہ میں نے آج صبح ہی صفائی کی تھی اور میں ہر کر سکتی تھی جس میں صفائی دھلائی اور بہترین پکوانی شامل ہے مام نے مجھے سب سکھا دیا تھا یا آپ کہہ لیں مجھے حالات نے سب سکھا دیا تھا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا میں نے آئی کو احساس دلانے کو کہا۔

آئی دیکھیں کتنا گند چا ہوا ہے میں نے صبح جھاڑ دی تھی۔

آئی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ تو چھوڑ دو صفائی کو گند پرارہنے دو جھاڑ دو مجھے دو میں خود کر لوں گی وہ مہمان بن کر آئے ہیں وہاں پر بھی کام انسان کسی کے گھر کیوں جاتا ہے تاکہ اپنے گھر کے کاموں اور روٹین لائف سے ذرا پیچ آجائے لی بی تم بہت احسان کرتی ہو صفائیاں کر کے اپنا ہی تو گھر ہے تم رہنے دو میں خود کر لوں گی یعنی مجھے لینے چھوڑ دینے پڑ گئے اور میں چیزوں کو میٹھی آئی ممتاز کے ہاتھوں سے چیزیں لے لے کر انہیں کام کرنے سے روک رہی تھیں میری بہنوں نے مجھے دیکھا اور آگے بڑھ گئیں یہ اشارہ کرتے ہوئے کرتی ہے تو کرنے دو تم آ جاؤ۔ سارا ذرا مہ پر میں بھی ایسا کر سکتی تو کیا جی بات تھی پر میں ایسی نہیں تھی اور ایسا نہیں کر سکتی تھی میں نے آئی صفائی مانگی انہیں ٹھنڈا کرنے کے بعد انے لمبرے میں بھیجا۔

صفائی کرتے ہوئے سوئے تھیں۔ تو میں مول کے گھر جاتی نہیں اور آخر تین چار سالوں میں ایک بار دوبار چلی بھی جاؤں تو بھی مجھے وہاں کے کام کرنے پڑتے ہیں کیونکہ میری آئیوں کے مطابق مول تو سکول جاتی ہے اس کے لیے معافی ہے یہ تمہارا پنا گھر ہے آئی ریحانہ کا لاہور میں تم اگر سال میں ایک بار آبی گئی ہو تو جس طرح اپنی ماں کو پیٹا دیا ہے آپ کو میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اب مجھے ہر کام کرنا آتا ہے ویسے اپنی آئی ریحانہ کو کبھی کبھہ دیکر کو پیٹا دیا پھیلاوا سمینا برتن دھونا بھی چاول یا سالن پکانا کھانے کے برتن لگانا اٹھانا اور دھونا بیڈ شیٹ اور چادریں درست کرنا اور کبھی ڈشنگ یہ سارے کام میں



وہاں جا کر کرتی رہتی تھی تو پھر آئی ممتاز کے تازہ بیان کے مطابق کیا میں اپنے گھر میں کام نہیں کرتی کیا میں مہمان نہیں ہوتی کیا میں کسی کے گھر جا کر اپنی روٹیں لائف سے تھوڑی تبدیلی نہیں جانی میں بھی تو مہمان ہوتی ہوں پھر یہ سارے کام میرے لیے کیوں جبکہ دوسرے جب یہاں پر آئیں تو گلاس بھی جہاں پانی پیا ہے وہیں تپانی پر رکھ دیں کہ دوسرا کوئی اگر اٹھائے ایک بار نادیدہ کے بھڑکانے پر کہ اگر لحاظ کر دو گی تو ماری جاؤ گی جو تمہارا لحاظ کرتا ہے تم اس کا کرو جو تمہارا نہیں کرتا اس کا بالکل مت کرو۔ ایک بار ایسا ہی گندہ بچا تھا اور میں نے ہمت کر کے یہ کہنے کی جسارت کر لی کہ کیا یہ ریٹ ہاؤس ہے جہاں سکون سے کھایا پیا اور چلتے بنے۔ میں نے یہ بات شدید دہرا کر اٹھ میں کہی تھی۔

اب مجھے ہر روز برے خواب آنا شروع ہو گئے جس میں میرے شو ہر دور سے ہوتے ہیں میں نے دھیان نہیں دیا اور آج دیکھو کیا ہوا آج بھی وہ دور و گرد بائیاں دے رہے تھے تو یہ خواب سچ ہو گیا تھا۔

پھر وہ آئی اپنے گھر چلی گئی یہ الگ بات ہے کہ میلاد پر ہم سمیت کوئی نہیں گیا تھا کہ کہیں وہ ہمارے پیچھے نہ پڑ جائیں کچھ دنوں بعد وہ آئی پھر ہمارے گھر برف مانگنے آئیں تو ہم نے ان سے انکے شوہر کے بارے میں پوچھا کہ انکا کیا بنا۔

بس باجی کیا ہوتا ہے سارے شوہر ان کے خلاف ہیں کچھ سمجھ نہیں آرہی ہے کیا ہو رہا ہے میں ان سے اکیلے میں بھی پوچھ چکی ہوں دنیا جہاں کی قسمیں لے لیں ہیں پر وہ یہی کہتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں میں نے کچھ نہیں کیا اب مجھے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ اس منہمکوں نے کیا ہے جس نے کبھی انہیں مارا ہے دنیا کا عظیم کام کیا ہے۔

مول بتائی ہے میری امی گھبرا گئی کہ کہیں وہ سن نہ لیں ان کو جلدی سے برف دے کر روانہ کیا ٹھیک دس دنوں بعد اس آئی کا کلکنا بیٹا چھت پر سے گر کر زخمی ہو گیا وہ آئی پھر اپنا انا رکھوانے ہمارے گھر آئیں۔ تو بتانے لگیں۔

میرا بیٹا بیٹا بتاتا ہے کہ یہاں میرا ایک دوست رہتا ہے وہ اور میں چھت پر کھیل رہے تھے فٹ بال کو شارت لگائی تو وہ چھت پر سے

آئی رضیہ نے بتایا میں صبح اپنے بچن میں ناشتہ بنانے لگی تو اندر کا حال دیکھ کر میں بے ہوش ہو گئی یہ نہیں کب تک بے ہوش رہی میں بچن میں داخل ہوئی تو اندر پوری فیملی ٹیبل پر بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی تھوڑی دیر بعد بچہ اٹھا اور اٹھ کر فٹ بال کھیلنے لگا ماں نے اس بچے سے فٹ بال لے کر دور پھینک دیا اور پھر پتہ

بچہ اگر امیرے دوست نے کہا تم یہاں سے چھلانگ لگا کر فٹ بال لے آؤ میں نہیں مانا تو اس نے خود چھت سے چھلانگ لگا دی اور بال لے کر دوبارہ اوپر آ گیا پھر مجھ سے کہنے لگا

دیکھا میں نے تمہارے سامنے لگائی ہے مجھے تو کچھ نہیں ہوا تمہیں بھی کچھ نہیں ہوگا اگر کچھ دیکھو جب میں چھلانگ لگا رہا تھا تو وہ بس رہا تھا پھر ایک دن آئی ہمیں پیارے واپس کرنے آئیں جو انہوں نے ہم سے مانگے تھے تو کہنے لگیں چار پانچ دن ہو گئے ہیں میں خواب میں چار لوگوں کی خون میں لاشیں دیکھ رہی ہوں اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔ کیونکہ میرا پہلا خواب سچ ہوا ہے اب اوسنے کی ہمت نہیں ہے پھر اس دن کے بعد سے دوبارہ بھی اس آئی کو نہیں دیکھا انہوں نے راتوں رات ہی گھر کہیں اور شفٹ کر لیا وہ منہمک گھر اب بھی ویسے کا ویسا ہی ہے۔ لوگ اب بھی اس کے سامنے سے رات کو گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور ہم سمیت سب کو انتظار ہے کہ اب وہاں اور کون اور کب رہنے آئے گا۔

مول نے مجھے تین کہانیاں سنائی تھیں جو کہ دو اس کے بھائیوں اور ایک خود اس کے ساتھ پیش آئے مول کی زبانی سنتے ہیں مول کا بڑا بھائی جس کا نام سلمان ہے جو کہ بہت خدا ترس اور تنہا پسند ہے اس لیے زیادہ تر جب بھی آئی ریحانہ ہماری طرف رہنے آئی تو سلمان بھائی بہت کم اس کے ساتھ آتے اور اپنے گھر میں رہنا پسند کرتے ایک دفعہ جب یہ سارے ہمارے گھر رہنے آئے ہوئے تھے اور سلمان بھائی ہمیشہ کی

طرح اپنے گھر میں تھے تو رات کو یہ اپنے کمرے میں سو رہے تھے کہ انہیں ایسا لگا جیسے کہ ان کے کمرے سے ملحق ٹی وی لاؤنچ میں کوئی غبار پھلارہا ہے پہلے تو وہ اسے اپنا نیند میں ڈرانے والا خواب سمجھے مگر دو تین بار جب زور سے غبار سے پھٹنے کی آواز سنائی دی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے داغ کچھ سمجھنے کے قابل ہوا تو کمرے میں نصب کھڑکی جو کہ ٹی وی لاؤنچ میں کھلی تھی کا پردہ ہٹا کر ٹی وی لاؤنچ میں جھانکنا پڑا نائٹ بلب کی غیر واضح روشنی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا پر غبارے پھٹنے کی آوازیں بہت ہی ہولناک اور زور دار تھیں اکثر جب کوئی بھی انسان اگر اپنے دھیان میں بیٹھا ہوا اور ایک دم غبارہ پھٹ جائے تو انسان ڈر کر اپنی جگہ سے بل جاتا ہے پر اب تو میرے پسینے چھوٹ رہے تھے کچھ دیر بعد صرف سے بننے والے پانی کے وہ جلیبے جو بچے اکثر گھر پر بناتے ہیں پورے ٹی وی لاؤنچ میں پھیلے ہوئے تھے حالانکہ اس وقت اپنے پورے گھر میں صرف میں اکیلا تھا باقی سب گوبرا نوالہ گئے ہوئے تھے تو پھر وہ غبارے بھرنے اور پھٹنے کی آوازیں اور صرف سے بنائے گئے وہ پانی کے جلیبے کہاں سے آئے میں گھبرا گیا اور اپنے بیڈ پر ہی دیک کر بیٹھ گیا اور اگلے صبح ہی گوبرا نوالہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

دوسرا واقعہ اس کے چھوٹے بھائی کا مران کے ساتھ پیش آیا کا مران رات کو اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ میچ کھیل کر واپس آ رہا تھا ایک دوست کا گھر گیا وہ اس سے مل کر آگے بڑھ گیا کچھ دیر اسے ایسا لگا کہ جیسے کہ کسی نے اسے پتھر



مارے ہوں اس نے اس بات کو نظر انداز کر دیا کیونکہ اس کے علاوہ وہاں اور کوئی نہ تھا کچھ اور آگے گیا تو اسے راستے میں ایک گڑیا نظر آئی جس کی شاید ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی اور اس پر بہت سی سونیاں بھی چھبی ہوئی تھیں وہ ڈر گیا کاسراکئی زبانی ایک مجھے ڈر لگنے لگا اور میں بھاگنے کے سے انداز میں چلنے لگا بہت جلدی سے مجھے پھر سے پتھر لگنے لگے یہ نکلے پوئ کی طرح چھوٹے تھے اب میں بھاگنے لگا راستہ رات کے گیارہ ہونے کی وجہ سے خالی اور سنسان تھا۔ میچ جگ جلدی سے جلدی ختم کرنے کے باوجود رات کے گیارہ بج گئے تھے سچ ہم جیت گئے تھے پر اس وقت میں وہ خوشی بھول گیا تھا کچھ اور آگے پہنچا تو یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ وہ گڑیا جو میں کافی پیچھے چھوڑ آیا تھا پھر سے میرے سامنے سڑک پر بڑی ہوئی تھی اور اب مجھے ایسے لگا جیسے کہ اس گڑیا کے جسم میں سے خون بہہ رہا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہو پر کچھ رات کا اندھیرا سڑک کا سنسان ہونا اور کسی ان دیکھی چیز کا مجھے نکلے مارنا اس منہوس گڑیا کا ملنا سارے خوفناک ڈراما میں اور فلمیں یاد آ رہی تھیں میں اس خوف میں پتہ نہیں کیسے گھر پہنچا مجھے کچھ یاد نہیں گھر پہنچ کر میں کچھ پرسکون ہوا اب جب بھی اس رات کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے نمی آتی ہے کہ میں اتنا بزدل تو نہیں تھا پر اس وقت بزدل ہو گیا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس سیاہ رات کی تاریکی میں میں بہت ڈر گیا تھا۔

تیسرا واقعہ اس کی دوست نے اس کو سنایا کہ وہ ایک نوٹکی پر گئی ہوئی تھی۔ وہاں بڑے سے

عجیب اور خوفناک محسوس ہوتا ہے۔

جون کا مہینہ تھا تخت گرمی اور جس نے اپنے نیچے ہر سمت گاڑ رکھے تھے آج اتوار کا دن تھا اور ہم سب بچوں کو مجھ سمیت سکول کالج سے چھٹی تھی جس کی وجہ سے ہم نے آج کے دن کو ریسٹ ڈے کے طور پر منایا تھا اور دس بجے تک سوتے رہے اور شاید ہم مزید سوتے کہ لائٹ چلے جانے پر گرمی کے احساس نے آنکھ کھولنے پر مجبور کر دیا کچھ دیر تو بید رہ کر دیکھیں بدلتے رہے۔ پھر ہم باہر گائے ہمارے گھر میں ایک کمرہ صرف لڑکیوں کے لیے فیکس ہے جس کو ہم گرلز روم کہتے ہیں جہاں ہم چاروں بہنیں سوتی ہیں۔ اور دوسرا کمرہ بھائیوں کا ہے جسے بوائز روم کہا جاتا ہے باہر اگر میں بوائز روم میں آگئی۔ وہاں پہلے سے تائی مام سے کسی بات پر بحث کر رہی تھی میں نے دھیان نہیں دیا کہ یہ تو ہر روز کا کام ہے میں نے بھائی عبدالقیوم سے اظہار خیال کیا۔

دیکھو میں آپ کے روم میں آئی ہوں تو ساتھ ہی لائٹ آگئی ہے۔ ان لائٹ والوں کو پتہ ہونا ہے کہ اب سب جاگ گئے ہیں تو لائٹ پھر بجھ دی ہے کتنے برے ہیں یہ لائٹ والے۔ بھائی نے حیرانگی سے کہا لائٹ تو شکر ہے اب تک گئی ہی نہیں تائی جو مام سے کسی بات پر بحث کر رہی تھی مام کو چھوڑ کر مجھ سے بولی۔ لڑکی ہوتی دیر نہ سو یا کہ دوسرے گھر بھی تو جانا ہے وہاں اتنی دیر کون سونے دے گا تم لوگوں کی نیند پوری نہیں ہوتی ہے بل تو ہم کو دینا پڑتا ہے صبح آٹھ بجے کے بعد صبح میں ٹھنڈی ہوا

ہوتی ہے باہر آ جایا کرو۔ بعد میں ماما نے بتایا کہ لائٹ نہیں گئی تھی تائی نے کمرے کا پنکھا بند کر دیا تھا۔ اب بھی تائی کو بھی غصہ آئے تو پنکھا بند کر دیتی ہیں یہ سوچے بغیر کہ بجلی اور گیس کا بل ہم دونوں میٹیر نے آدھا آدھا دینا ہوتا ہے۔

میرے چاچو سلمان انگلینڈ والے بتاتے ہیں کہ یہ اتالیس سال پرانی بات ہے کہ جب میں انگلینڈ جانے کے لیے بہت پر جوش تھا بار اتالیس کے چکر لگانے پڑتے ہیں اور اگر کہیں سے پتہ چلتا کہ فلاں آدمی یا اس کا جاننے والا انگلینڈ گیا ہوا ہے تو اس سے ملنے اور معلومات لینے دوسرے شہر یا گاؤں کا بنا پڑتا اس سلسلے میں سبھی تو آدمی رات بھی ہو جاتی ہے اس زمانے میں ٹانگے چلتے تھے جو کبھی تو زیادہ رات ہو جانے پر نہیں ملتے تھے اور بیدل ہی چلنا پڑتا تھا اس طرح ایک دن دوپہر کے وقت میں کسی دکان پر بیٹھا تھا کہ وہاں ہمارے محلے کا ایک لڑکا آگیا اس نے کہا۔

اس کا تایا زاد جو کہ فلاں گاؤں میں رہتا ہے انگلینڈ سے آیا ہے اور وہ محلے دار لڑکا اس سے ملنے جا رہا ہے اگر سلمان نے چلنا ہے تو چل پڑے چاچو سلمان ہمیشہ کی طرح جو کام کرنے کی ٹھان لیں بس پھر گرگزرتے ہیں۔ چاہے جو بھی ہو باہر وغیرہ کل کا لڑکا اور چاچو سلمان دوپہر کے دو بجے چلے اور گئے اور پانچ بجے وہاں پہنچ گئے۔ اس سے ملے بائیں وہ فیکس اور جلدی جلدی کرتے بھی وہاں سے نکلے ہوئے ہمیں رات کے نو بج گئے یہ شکر ہے کہ اس کے پاس اس کی



سائیکل تھی اس زمانے میں سائیکل والا بہت ہی امیر سمجھا جاتا تھا خیر ہم نکل پڑے اس نے ہمیں بہت روکا کہ سردی بہت ہے کل چلے جانا پھر خیر ہم چل پڑے سردی تھی گاؤں ہونے کی وجہ سے دونوں طرف کھیت تھے کھیتوں کی وجہ سے سردی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ ہم واپس آ رہے تھے باتیں بھی ساتھ میں جاری تھیں ہم اپنے گاؤں کی حدود میں داخل ہو گئے چاندنی رات ہونے کی وجہ سے ہر چیز واضح اور صاف دکھائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں راستے میں ایک بہت ہی پیارا بکری کا بچہ دکھائی دیا جس کا دھڑ برف کی مانند سفید اور نائیں کالے رنگ کی تھیں میں نے

اسلم کہہ۔

دیکھو کتنا پیارا ہے گھر سے بھاگا ہوا لگ رہا ہے میرا تو دل کر رہا ہے اسے گھر لیجاؤ مگر پتہ نہیں کس کا ہے۔

رات کے بارہ ہو رہے تھے ہر طرف خاموشی اور ویرانی کا راج تھا اسلم نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔

سلمان اگر تم اسے نہیں پکڑو گے تو کوئی اور لے جائے گا۔

میں نے اسلم سے کہا اب تو وہ کافی پیچھے رہ گیا ہوگا۔ پر اس وقت مجھے حیرت نما خوشی ہوئی جب بے اختیاری میں پیچھے دیکھنے پر اس بکری کے بچے کو سائیکل کے پیچھے آتے ہوئے دیکھا میں نے اسلم سے کہا وہ تو ہمارے پیچھے ہی آ رہا ہے اسلم نے سائیکل روکی تو وہ بکری کا بچہ بھی رک گیا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس پر پیار سے ہاتھ پھیلا کر اسے سر ہلانے لگا جیسے اسے پتہ چل گیا تھا کہ میں اسے پیار کر رہا ہوں میں نے

اسے سائیکل پر اپنے ساتھ بٹھالیا اور ہم چل پڑے ہم تھوڑی دور ہی چلے ہوں گے مجھے ایسا لگا جیسے کہ وہ بکری کا بچہ بہت ہی بھاری ہو گیا ہو میں نے اسلم سے کہا میری نائیں تھک گئی ہیں سائیکل روکو ہم تھوڑا آرام کر لیں میں نے بکری کے بچے کو اپنے اتارنا لگوں کو تھوڑا دیا اور پھر ہم چل پڑے کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ بکری کا بچہ چونکہ چھوٹا تھا اس لیے اس کی گردن یعنی سر میرے سینے تک پہنچ رہا تھا۔ اب اس کی گردن میرے سر سے بھی اوپر جا رہی تھی میں نے گھبرا کر اسے بچے پھینک دیا اسے پھینکنے کی وجہ سے سائیکل اڑکھرائی۔

اسلم نے مجھ سے پوچھا کیا ہوا میں نے اسے ساری بات بتادی اسلم کہنے لگا وہ چھوٹا سا بکری کا بچہ ہے تم اس سے ڈر رہے ہو اسے چھوڑو مجھے دو میں اسے پکڑتا ہوں تم سائیکل چلاؤ۔

میں شرمندہ ہو گیا کہ واقعی وہ کیا سوچتا ہوگا۔ میں اتنا بزدل ہوں کہ بکری کے بچے سے ڈر گیا ہوں میں نے سائیکل پکڑی اور اسے چلانے لگا اور اسلم میرے پیچھے بکری کو پکڑ کر پیٹنے گیا ہم پھر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگے اسلم نے اپنا سر میرے کندھے پر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ کچھ دیر بعد مجھے ایسا لگا جیسے میرے لیے سائیکل چلانا مشکل ہو گیا ہو۔ میرے پاؤں تو پیدل پر چل رہے تھے پر سائیکل ایک جگہ رکی ہو میں نے اسلم کو آواز دی وہ اٹھا تو ہوا تھا جس آنکھیں موندھی ہوئی تھیں وہ ہوں کر کے پھر چپ ہو گیا میں نے سائیکل کو چھوڑے بغیر نیچے اترا اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کن وجوہات کی بنا پر سائیکل نہیں چل رہا تو جو میں نے دیکھا وہ دیکھ کر

میری چیخ نکل گئی اسلم بھی گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بھی جب دیکھا تو اسے بھی کرفٹ لگا کیونکہ وہ چھوٹا سا بکری کا بچہ جیسے ہم نے پکڑ رکھا تھا اس کی گردن آسمان کو چھو رہی تھی اور اس کی نائیں لمبی ہو کر بہت دور زمین میں دھسی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے سائیکل نہیں چل رہا تھا ہم نے سائیکل اور بکری کا بچہ دونوں کو وہیں پھینکا اور دوڑ لگا دی۔ میرا گھر چونکہ قریب آچکا تھا تو اسلم بھی میرے ہی گھر میں آ گیا میرے ڈیڈی یعنی میرے دادا جی اور چاچو کے والدین ڈھونڈنے گھر سے نکل رہے تھے انہوں نے ہمیں حواس باختہ دیکھا تو پریشان ہو گئے جب اوسان بحال ہوئے تو ہم نے ساری بات گھر والوں کو بتائی میرا بڑا بھائی مطلب میرے ڈیڈی جاکر سائیکل لے آیا اور اسلم کے گھر والوں کو اطلاع کر دی گئی کہ اسلم ٹھیک ہے اور ہمارے گھر میں ہے اس کے گھر والے آ کر اسے لے گئے۔

یہ واقعہ جب بھی یاد آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے خیال آنے لگتے ہیں جیسے کہ اگر وہ غوثی بکری ہو تو پھر اگر وہ میں مادریتی تو فیئرہ اور اپنے ٹھیک ٹھاک واپس آنے پر رب کا شکر ادا کرتا ہوں۔

میرے ڈیڈے ماموں کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں میرے ڈیڈے کے یہ ماموں دل کے بہت صاف بھلے ہنس اور خلص انسان ہیں ماموں کے سب سے چھوٹی بیٹی سائرہ کو شروع سے ہی میک اپ کرنے کا بہت شوق رہا ہے اور وہ اکثر میک اپ کرتی تھی سائرہ کے سکول جانے کے لیے دو راستے تھے ایک کافی لمبا اور دوسرا قبرستان میں

سے ہو کر چھوٹا پڑتا تھا سائرہ اور اس کی دوست ثنا ہر روز لمبے راستے سے سکول جاتے تھے ان کے سکول میں دسویں جماعت کی الوادی پارٹی تھی جس میں یہ دونوں بھی شریک تھیں سکول جاتے ہوئے یہ دونوں لمبے راستے سے سکول گئے جب پارٹی ختم ہوئی تو سورج ڈھلنے میں کچھ ہی وقت باقی تھا یہ دونوں سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ جانا چاہتی تھیں انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی قبرستان والا شارٹ کٹ راستہ اپنایا قبرستان میں سے گزرتے ہوئے یہ دونوں خوش گپیوں میں مصروف تھیں قبرستان میں کسی کے نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں نے اپنا نقاب اتار رکھا تھا کہ سائرہ ثنا سے کہنے لگی۔

مجھے داش روم جانا ہے جلدی کر و جلدی سے چلتے ہوئے بھی راستہ کٹنے کا نام نہ لے رہا تھا اپنے اطراف میں دیکھتے ہوئے جب دور تک کوئی نظر نہ آتا تو سائرہ نے ثنا کو ایک طرف کسی کے آنے پر اسے آگاہ کرنے کو کھڑا کیا اور خود ایک درخت کی اوڑھ میں ہو کر فارغ ہونے لگی۔ فارغ ہو کر یہ دونوں مزید تیزی سے چلے گئیں اب رات کے سائے پھیلنے لگے تھے انہیں کچھ خوف سا محسوس ہوا اکثر اس راستے سے گزرنے کے باوجود آج انہیں خوف محسوس ہو رہا تھا موسم تو کافی بہتر تھا پر ایک دم سے بہت تیز اندھی چلنے لگی اب یہ دونوں بھاگنے لگیں اتنے میں بہت بڑا اور موٹا سا درخت کا کتان ان کے راستے میں آگرا ان دونوں کی چیخوں سے قبرستان گونج اٹھا یہ دونوں بھاگتے ہوئے گھر پہنچیں اور پکڑے تبدیل کر کے سکول کا سانس لیا کچھ دیر اپنی بڑی بہن کو پارٹی کی باتیں سنانے کے بعد سائرہ کہنے لگی۔







ماؤں یا بھائیوں کے ساتھ ڈوی سائل بنوانے کے لیے آئی ہوئی تھیں ضامن باہر ہی کھڑا رہا اور مام ظفرہ دونوں اندر چلی گئیں اندر داخل ہوئے تو سامنے سے باہر آتا دکھائی دیا وہ ان کے پاس آکا حالت اور شکل سے ہی شرابی نشئی لگ رہا تھا اس نے ان کی یہاں موجودگی کی وجہ پوچھی مام نے جان چھڑانے کو مونا مونا سارا بتا دیا کہ اس کے ساتھ زیادہ دیر نہ کھڑا ہونا پڑے اس کی ظاہر حالت اور شہرت اچھی نہیں تھی انے کون کون اسے جانتا ہو نہیں اس کے ساتھ دیکھ کر کیا سمجھے یا کیا مطلب اخذ کرے مام یہاں سے جلدی نکل جانا چاہتی تھی اب ساری بات سن کر وہ کہنے لگا یہاں ایک وکیل میرا دوست ہے وہ آپ کا کام جلدی کروادے گا نہیں تو سارا دن لگ جائے گا اس نے بہت سی لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا میرے ساتھ چلو میں کام جلدی کروادوں گا مام ظفرہ دونوں ہی نہیں مان رہے تھے بھانے کر رہے تھے کہ کسی طرح یہ یہاں سے چلا جائے پر یہ بضد تھا اس کی عادت بن چکی تھی اپنی بات میں وزن ڈالنے کو اور منوانے کو یہ اونچا اور غصہ سے بولتا ساتھ ہی خواتین کی طرح سینہ کو پی شروع کر دیتا اس کی اس طرح کی ایکٹنگ پر اپنی عزت کی وجہ سے ہم خواتین تو ڈر جائیں۔ پر سردی جھانے میں نہ آتے اب بھی ایسا ہی ہو اس نے میری بات کیوں نہیں مان رہے میں کیا چور ہوں ذلیل ہوں یہ فضولیات سرعام کہتے ہوئے اس نے سینہ کو پی شروع کر دی سب جو اس پاس کھڑے تھے انہیں دیکھنا شروع ہو گئے تماشا نہ بن جائے اس خوف سے یہ دونوں اس کے پیچھے چل دیں اس

نے آگے ہو کر سارا کام کروایا اب تصویریں لینے کا مرحلہ آیا ایک کسبن تھا جس میں بیٹھ کر تصویر بنانی تھی جس طرح کے نادرا آفس میں ہوتا ہے پہلے یہ خود کسبن کے اندر گیا سارا دیکھ کر آیا پھر مام کو کسبن کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ کر ظفرہ کو لیے اندر چلا گیا اور تصویر بنوانے والے سے کہنے لگا میں یہاں پر کھڑا ہوں جلدی سے اس کی تصویر بنواؤ تم تصویر بنانے کی آڑ میں جو کچھ کر رہے ہو میں جانتا ہوں۔

ظفرہ نے مجھے بتایا کہ جب اس نے ایسی گندی بات کی تو میں گھبرا گئی اب یہ نہیں کیا ہوگا وہ لڑکا مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا باجی تصویر بنوانی ہے تو بنوائیں نہیں تو باہر جا میں باہر اور بھی لڑکیاں بیٹھی ہیں میرا بڑا کام ہے تماشا نہ بنائیں ظفرہ کہتی ہے آپ اس لڑکے کا اتنی بدتمیزی سے بات کرنا مجھے بالکل بھی برا نہیں لگا کیونکہ اگر کسی کی عزت پر جھوٹ بول کر حرف آئے تو وہ ایسے ہی کرتے ہیں وہ تصویر بنانے والا لڑکا کہنے لگا۔

باجی یہ جو آپ کے ساتھ آیا ہے اسے بولیں باہر جائے باہر جا کر انتظار کرے بس دمٹ لگتے ہیں پر اب بار نہ مانے جیسے اندر یہ نہیں کیا ہو رہا ہو باجی اگر یہ ضدی ہے تو میں بھی ضدی ہوں یہ باہر جائے گا تو میں نے تصویر بنانی سے دیکھیں باہر باقی بھی تو لڑکیوں کے ساتھ ان کے بھائی باپ آئے ہیں ناں وہ بھی تو باہر انتظار کر رہے ہیں ناں تو اسے کیا ہے۔

ظفرہ نے مجھے بتایا آپ اس وقت مجھے اتنی شرمندگی ہو رہی تھی دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور میں اس میں سما جاؤں یا اس حبیث باہر کا منہ توڑ دوں وہ لڑکا مجھے اتنی عجیب نظروں سے دیکھ

رہا تھا جیسے پتہ نہیں میں نے کیا کیا ہے جو میری اتنی کڑی نگرانی ہو رہی ہو خیر بہت سے تماشے کے بعد میں نے تصویر بنوائی رسید کی اور گھر کی جانب چل تو جلال تو کا ورد کرتے دوڑ لگا دی باہر پیچھے ہی کہیں رہ گیا ہمیں نہ تو اس کی فکری اور نہ ہی خیال پر اب کیا ہونے والا ہے اس بات کا بہت ڈر تھا ہمیں حیرت کا شدید جھٹکا اس وقت لگا جب ہم گھر میں داخل ہوئے۔

دادا جی نے گھر میں آکر بتایا کہ باہر تو گلی سنانا پڑی ہے اور میں پائنت ہماری گلی میں واحد دکان دار سے پوچھ کر آ رہا ہوں کہ اتنے بڑے پتھر مارتے ہوئے آپ نے کسی کو دیکھا ہے میری پچیاں باغ میں پھل رہی تھیں اگر کسی کو لگ جاتا تو سر پھٹنا تو لازمی تھا پر اس کا کہنا ہے کہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے گلی میں دکان سے باہر کرسی ڈالے بیٹھا ہے اور قسم لے لو کہ کوئی بچہ بھی اینٹ لے کر جاتا ہوا دیکھا ہی دیا ہو آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ہم سب پریشان ہو گئے۔

مغرب کی آڑا میں ہو رہی تھیں کہ سارہ نے چینی مارنا شروع کر دیں وہ یہاں پر بھی آگیا ہے مجھے بچاؤ وہ مجھے پھر سے مارے گا اس وقت خوف سے سب کی آنکھیں باہر کو ابل پڑی جب اس کے بازو پر خود بخود نشانات بنتے دیکھے جن میں سے خون بہہ رہا تھا اور کچھ دیر بعد جس بستر پر ہم بیٹھے ہوئے تھے وہ ہوا میں اٹھنے لگا ہم سب کی چیخیں نکل گئیں۔ ماموں ممانی کو برا کہنے لگے۔

میں نے کہا بھی تھا کہ پہلے بھائی صاحب کو میرے دادا جی اعتماد میں لیتے ہیں پھر یہاں آئیں گے پر یہ نہیں مانی ان کو بھی مصیبت میں

ڈال دیا پریشان الگ کیا ماموں چلے گئے اور ہمیں بے یقین چھوڑ گئے بعد میں اکیلے میں آکر لگتا ہے جیسے اس کے ساتھ کوئی ہے جو اسے اذیت دیتا ہے وہ ڈری سہی رہتی ہے ایسی باتیں بتاتی ہے کہ ہمارا حیرت کے مارے منہ کھل جاتا ہے بس آپ دعا کریں سب خواتین تو ڈر گئی پر اب سارہ کی طبیعت دن بدن گرنے لگی تھی وہ زیادہ تر بیمار رہنے لگی۔

ایک دن اتنی ممتاز سب سارہ کا حال پوچھنے گئے وہ کچھ دیر تو ہمارے پاس ٹھک سے بیٹھی رہیں پھر اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ کا فیدر بعد بھی جب وہ واپس نہیں آئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے اتنی ممتاز نے واش روم کا دروازہ بجایا کوئی آواز نہیں ابی جب دو تین بار بھی دروازہ بجانے پر کوئی جواب نہیں آیا تو مجس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو کہ خود بخود کھل گیا یعنی اسے کنڈی نہیں لگی ہوئی تھی میں یہ سوچ رہی تھی کہ وہ جو کافی دیر سے باہر نہیں نکلی تو کہیں وہ غائب تو نہیں ہو گئی پر وہ دیوار کے ساتھ چپکی لگی کھڑی تھی میں نے واش روم میں نظر ڈورانی تو میرے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ شخصیت کے سامنے پرے ہوئے سارے تو تھہر برش ہوا میں کھڑے تھے جن میں سے ایک تو تھہر برش پر پیٹ لگ رہا تھا خود بخود میں ڈر کر باہر آگئی اور ماموں کو بلا لائی ماموں نے واش روم کا دروازہ کھول کر اونچی آواز میں آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی جس کی وجہ سے سارے برش اور پیٹ زمین پر آگرے اور ساتھ ہی سارہ بھی لہرا کر زمین پر آگری جسے اٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔



گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی ہم آیت کریمہ پڑھ رہے تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ ہمارا پالاکس طرح کے لوگوں سے پڑا ہے داداجی کو سلام کرنے ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے یہ برا انسان بیٹھا ہوا تھا اور داداجی کو آہستہ آہستہ کچھ بتا رہا تھا طغیرہ نے بتایا اچو یہ دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا کہ پتہ نہیں اس نے داداجی کو کیا اور کس انداز میں بتایا ہے اب پتہ نہیں کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے وہ میں دیکھ کر بالکل بھی نہیں گھبرایا۔ بلکہ پہلے جو آہستہ سے بول رہا تھا اب اونچا بولنے لگا۔

اللہ جانے ہمارے گھر میں کیا ہو رہا ہے چاچا یعنی میرے ڈیڈ بے چارے تو باہر رہ کر صرف درہم کماے جا رہے ہیں اسکے پیچھے کیا کیا ہو رہا ہے کون جانے جب اصلیت سامنے آئے گی تو پھر سب کے منہ بن جائیں گے سچائی ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے ایسی بکواس کرتا بلکہ داداجی کے غصہ کو ہوا دیتا وہ کمرے سے باہر دفع ہو گیا اور طغیرہ کہتی ہے اچو میں نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی کہ اب یہ سبھی واپس نہ آئے اور پھر جو بات داداجی نے بتائی وہ ہمارے ہوش اڑانے بلکہ سب کچھ بے جا کر کے کو کاٹی تھا داداجی نے بات اس طرح شروع کی کام ہو گیا جس کے لیے گئے تھے یعنی ڈوی سائل کا طغیرہ بتاتی ہے میں نے مام اور مام نے مجھے دیکھا۔

طغیرہ نے بتایا کہ جی سارے کام ہو گئے ہیں اب تین دن باہشتہ بعد مل جائے گا۔ داداجی کہنے لگے اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہاں کیا کیا ہو رہا ہے تو میں بھی تم ماں بیٹی کو وہاں نہ جانے دیتا۔

مام نے پوچھا کیوں وہاں کیا ہوا ہے پھر داداجی نے جو بات بتائی ہمارے کانوں سے دھواں نکلنے لگا داداجی نے بتایا کہ باہر کتنا ہے وہاں پر ایک جھوٹا سا کمرہ ہے جتنا کہ نادرہ آفس میں ہوتا ہے جہاں لڑکی کو اکیلے جانا ہوتا ہے اندر کمرے میں دو کینے بیٹھے ہوئے تھے جو ان کی تصاویر بنا رہے تھے تاکہ بعد میں بلیک میل کر سکیں مجھے بہت شدت کا غصہ بھی آیا اور افسوس بھی ہوا کہ داداجی جو آپ کو اس شرابی نشی نے بتایا آپ نے اس پر یقین کر لیا ٹھیک سے تو اس سے کھڑا نہیں ہوا جاتا اور پر داداجی نے میری بات کو ٹوک دیا جو بھی ہے وہ لڑکا ہے باہر کے لوگوں کو تم سے بہتر جانتا ہے آئندہ دھیان رکھنا تمہارا باپ خود تو باہر جا کر بیٹھ گیا ہے میرے لیے پریشانی داداجی ٹھوڑی دیر تو خاموش رہے جیسے غصہ کو برداشت کر رہے ہوں پھر سلسلہ کلام کو جوڑتے ہوئے

بولے چار چار لڑکیاں ہوں میں کتنا دھیان دوں آئندہ خود دھیان رکھنا چاہی نہیں ہو یہ کہہ کر داداجی نماز کی طرف متوجہ ہو گئے جب طغیرہ نے مجھے یہ باتیں بتائیں تو مجھے ایسا لگا جیسے کہ وہ مجھے طنز یا یہ سب سنار ہی ہو پر شاید نہیں وہ مجھے سبے ہوئے آنسوؤں اور سرخ ناک لے اپنے دل ہلکا کرنے کو یہ سب بتا رہی تھی وہ کہنے لگی آچو یہ آپ کا پاکستان ہے جس کے لیے آپ ہمیں اپنی ہی دعا مانگو گے تو چاکلیٹ دوں گی آپ آپ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا آپ۔ آپ اس سے آگے اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا اور وہ روتے ہوئے اپنے بیڈ پر لیٹ گئی اور میں میری یہ حالت تھی کہ میں ان سب کی گناہگار ہوں اگر

میں یہ منحوس دعائے مانگی تو شاید ہم یہاں نہ ہوتے اور اگر یہاں آنا ہمارے نصیب میں تھا اس لیے ہم نے یہاں آنا ہی آنا تھا تو کم از کم میں یہ دعائے مانگی تاکہ میرا ضمیر مجھے ملامت نہ کرتا میں اپنے آپ کو گناہ گار نہ سمجھتی اگر یہاں لڑائی جھگڑے نہ ہوتے برداشت ہوتی تو شاید ہم بھی یہاں آکر خوش ہوتے میں اکثر سوچتی ہوں کہ کیا یہ وہ ہی پاکستان ہے کیا یہ وہ ہی پیر ہے اپنے ہیں جن کے لیے میں بڑی تھی روتی تھی اپنی دعا میں بر باد کرتی تھیں اس کے بدلے کوئی اور دعا مانگ لیتی مجھے اب مام کی اس کہادت دور کے ڈھول سہانے کا پورا مضمون سمجھ آ گیا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے پر اب بہت دیر ہو چکی تھی مجھے اس لمحے پاکستان اور پاکستانیوں سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی جو کہ ہرگز رتے دن اور حالات جو کہ زیادہ تر برے ہی تھے کہ ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

میں یہ منحوس دعائے مانگی تو شاید ہم یہاں نہ ہوتے اور اگر یہاں آنا ہمارے نصیب میں تھا اس لیے ہم نے یہاں آنا ہی آنا تھا تو کم از کم میں یہ دعائے مانگی تاکہ میرا ضمیر مجھے ملامت نہ کرتا میں اپنے آپ کو گناہ گار نہ سمجھتی اگر یہاں لڑائی جھگڑے نہ ہوتے برداشت ہوتی تو شاید ہم بھی یہاں آکر خوش ہوتے میں اکثر سوچتی ہوں کہ کیا یہ وہ ہی پاکستان ہے کیا یہ وہ ہی پیر ہے اپنے ہیں جن کے لیے میں بڑی تھی روتی تھی اپنی دعا میں بر باد کرتی تھیں اس کے بدلے کوئی اور دعا مانگ لیتی مجھے اب مام کی اس کہادت دور کے ڈھول سہانے کا پورا مضمون سمجھ آ گیا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے پر اب بہت دیر ہو چکی تھی مجھے اس لمحے پاکستان اور پاکستانیوں سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی جو کہ ہرگز رتے دن اور حالات جو کہ زیادہ تر برے ہی تھے کہ ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

سارہ کو ہر قسم کے بابوں کے پاس لے جایا گیا ہر ایک کی اپنی ہی کہانی تھی کچھ کے مطابق اسے جن جگہ کر رہے ہیں کچھ نے کہا اس پر جن عاشق ہیں کچھ نے کہا۔ قارئین میری آنٹی کی بانی کہ حیدر آباد اور کراچی کے علاوہ کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں ہم اسے لے کر نہ گئے ہوں مگر سب میں سے وہ ہفتہ بمشکل گزرتی پھر وہی حال ہو جاتا اب تو ایسا لگنے لگا تھا یہ سب جھوٹ اور فریب ہے کئی دفعہ تو جی چاہتا کہ ان باتوں اور عاملوں کی منحوس شکلوں پر اکی ہوئی ڈارمی نوچ لوں اور بھی ایسا لگتا کہ یہ ڈارمی چپکا رہی ہو تاکہ کمائیں۔ یہ سب میرا



بھابھی تائی پر جب بھی چیخ چلا رہی ہوتی ہیں تو ہمیں بھی تو آسوس ہوتا ہے اور کبھی انجانی سی خوشی کہ چلو کوئی تو ہمارا بدلہ لینے والا ایسا جب بھابھی کو غصہ آیا ہو تو ایسا لگتا ہے کہ بھابھی ساس ہے جو کہ بغیر کسی ادب اور لحاظ کے بول رہی ہے اور تائی بے چاری بے زبان بہو کیونکہ بھابھی کے آگے تائی کا ایک لفظ نہیں بولتی پتہ نہیں کیوں جب بھابھی تائی کے آگے بول رہی ہو اور ہم سانسے ہو تو تائی کے چہرے پر شرمندگی چھا جاتی ہے اور ہم تائی کا مان رکھتے اور انہیں مزید شرمندگی سے بچانے کو وہاں سے ہٹ جاتے ہیں پر تائی ہمارے ساتھ اب بھی ویسی ہی ہیں۔ اور بھابھی اپنے دل کی ہر بات ہم سے کر لیتی ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ ہم ان کی کوئی بات کسی کو نہیں بتائیں گے اور آج تک تائی بھی نہیں پر اگر ہم انہیں ہلکا کرنے کو انہیں کچھ بتادیں تو وہ بات اگلے ہی دن سب کی زبانوں پر ہوتی ہے بھابی سب کچھ دوسروں کو بتا دیتی ہیں اور اگر ان سے پوچھو کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو صاف کہتی ہیں کیا ہوا اگر میں نے بتا دیا میں نے تو بچ بولا ہے کیا تم نے ایسا نہیں کہا تھا اور ہم لا جواب ہیں کہ پھر تمہارے ان تمام بچ کا کیا جو اگر ہم کسی کو بتادیں تو پھر اس لیے ہم بھابی سے بھی بچ کر رہتے ہیں پر پھر بھی ان تمام باتوں کے باوجود اگر ہمہ اور تائی کا موازنہ شرمین بھابھی سے کیا جائے تو وہ کافی بہتر ہیں۔ ہم بھی شرمین اپنے سرسرا لیتی کا شائد رحمت اللہ کے کلین کے بارے میں تائی اور ہم سے بغیر کسی لحاظ کے اکثر کہتی ہیں کہ میرا سرسرا تو کسی جتنے ہوئے بد معاشرے کے نہیں ہے جہاں لڑائی جھگڑے اور دوسروں کی غیبتیں ہی کرنا ختم

بے شک بہت سی غلطیاں ہم سے بھی ہوئی ہوں گی پر باقی اس گھر کے سب کلین تو کبھی حد ہی کر دیتے ہیں اور آخر میں ہم رہ گئے ہم بھی دوسروں کی طرح آج بھی پہلے ہی کی طرح ہیں اپنے حق کے لیے نہ لڑنے والے نہ آواز اٹھانے والے لڑائی ہونے پر جلدی گھبرا جانے والے ہم سب اب بھی مل کر گھریلو کام کرتے ہیں آج بھی سب یہی ہی کہتے ہیں کہ تائی اور اس کی بہو بہت کام کرتے ہیں شاید اس لیے کہ تائی پر آئے گئے کے سامنے اپنا پرکار گنوا لیا ہیں آج میں نے یہ کیا آج وہ کیا آج بہت نام کیا تھک گئی وغیرہ جبکہ میری مام بہتی ہیں جب بھی کوئی کام کر دو تو اسے گنواؤ انہیں ورنہ سارا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ یہی بھی خواتین کا کام ہی گھریلو امور کو انجام دینا ہے تو پھر سارا دن ان کاموں کو گننے کا فائدہ۔

آخر میں قارئین میری آپ سے ریکوسٹ ہے کہ میرے سکون اور دل خوشی کے لیے دعا کریں پلیز میرے پاس سب کچھ ہے بس سکون اور خوشی نہیں ہے شاید مجھے خود غرضی کی سزا مل رہی ہے میں اپنے آپ کو اپنے پیاروں کا قصور وار سمجھتی ہوں پہلے جو میں ہر کم کا جھولا جا ہے جتنا بھی خطرناک ہو خوشی سے کتنی بھی اب تو پاکستان آنے کے بعد صرف ایک بار کتنی والا جھولا لیا تھا اور دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوئی تھی کہ مجھے لگا آج میں نہیں بچنا بعد میں ٹھنڈے پینے آنے لگتے ہیں اور طبیعت اتنی خراب ہو گئی کہ ہسپتال جانا پڑا اور ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق بہت ٹینشن لینے کی وجہ سے آپ کا دل بہت کمزور ہو گیا ہے ٹینشن نہ لیا کریں۔ اور اب اس کو ٹینشن سے دور رکھیں پر

کا شائد رحمت اللہ تو نام ہی ٹینشن کا ہے نادیہ اور طفیرہ دونوں کہتی ہے کہ میں پہلے ہی کچھ حساس تھی اور اب تو حد سے زیادہ ہو گئی ہوں طفیرہ کہتی ہے۔

آپ پہلے جب ہم باہر جتے تھے تو کبھی ان لڑائیوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا اور یہاں تو ہر روز لڑائی ہوتی ہے اور اس لیے آپ ٹینشن لیتی ہو۔ آپ سب کو صرف اسی لیے خوش کرنے کے چکر میں لگی رہتی ہوں تاکہ کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو جس کی وجہ سے آپ کا یہ حال ہو گیا ہے اس دنیا کا انسان تو اپنے رب سے نعوذ باللہ خوش نہیں لگتا کہ رب نے میری یہ دعا قبول نہیں کی مجھ پر یہ آزمائشیں کیوں آئی یا مجھے یہ حساسی بہاری کیوں ہے وغیرہ تو آپ تو پھر بھی عام سی انسان ہو صرف اپنے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچا کرو اور بس میں طفیرہ کی باتیں سن کر ہنس دیتی ہوں آپ میرے لیے ضرور دعا کیجئے گا۔

جب سارہ کا ہر جگہ سے علاج ہو چکا تو ایک دن میرے ڈیڈ شارج سے پاکستان پہنچے ان کو بھی سارہ کی طبیعت کے بارے میں پتہ تھا ماموں اپنی فیملی کے ساتھ میرے ڈیڈ سے ملنے آئے کچھ ہی دیر بعد سارہ کو پھر سے دورے پر نے لگے ماموں کی فیملی گھبرا گئی کہ سعادت میرے ڈیڈ کے سامنے ہی دورے پر نے لگ گئے ابھی تو وہ باہر سے آیا ہے کیا سوچے گا خواتین اس بات کو نحوست سمجھنے لگیں کہ ابھی تو سعادت آیا ہے اس کے سامنے یہ کیا ہو گیا خیر دادا جی کے بیان کے مطابق تمہارا ابو یعنی میرے ابنا س کے



بہت زیادہ طاقتور سمجھا اور خوبصورت اور پھر بتلا ہے اپنی جوانی بھی جب یہ سولہ سال کا تھا تو ہمارے گاؤں میں ایک میلہ لگتا تھا۔ اس میلے میں کبڑی کا بیچ بھی لگتا تھا ایک دفعہ اس کا دوست جو کہ بیس سال کا تھا اس کبڑی کے بیچ میں بارگیا وہ پہلوان اپنی جیت کی خوشی میں سب کو لکڑا کرنے لگا کوئی ہے جو مجھ سے لڑے تو تمہارے ابو نے بغیر سوچے سمجھے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ مجھے اس بات کے بارے میں نہیں پتہ تھا مجھے تو کسی نے آکر بتایا تمہارا سعادت کتنی لڑنے میدان میں اترا ہوا ہے میں پریشان ہو گیا بھاگا بھاگا کبڑی کے احاطے میں پہنچا تو وہاں کا سماں ہی اتھرا تھا سب نے اسے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ یہ جیت چکا تھا اسے مونگ پھلی اور مالٹوں کی بوری مٹی کی سب مجھے مبارک باد دے رہے تھے کہ تمہارا بیٹا بہت بہت بہت بہادر ہے اور میں ابھی تک بے یقین تھا اور یہ لوگوں کے کندھوں پر بیٹھا جوش و خروش سے تالیاں بجا رہا تھا میں تمہارا باپ ایسا ہی ہے اب تو خیر بوڑھا ہو چکا ہے جب یہ سب میرے ڈیڈے کے سامنے ہوا تو سب گھبرا گئے پر میرے ڈیڈے نے ڈرے اور نہ ہی گھبرائے بلکہ خواتین سے کہنے لگے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ باہر جائیں سوائے ماموں کے تو سارہ اور ماموں گھر سے دور گئے تو ڈیڈے نے بہت سی سورتیں جن میں سورت بقرہ سورت منزل سورت حسین اور منزل پر بھی چاروں قل آیت الکرسی اور سورت بقرہ کی آخری آیتیں ہر روز بلا ناغہ تیس دنوں تک اپنی آواز میں پڑھی جب تک کہ میرے ڈیڈے کی چھٹی تھی میرے ڈیڈے نے پڑھتے رہے کہ ایک دن وہ جن خود سارہ پر اپنا اور اپنی

یہ کہانی لکھنے کے دوران میں نے امانت دیانت داری اور سچائی کے ساتھ پاکستان کا اپنی شخصیت پر اثر دیکھا اور حساب لگایا کہ کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں سچ کہوں تو پاکستان نے مسلمان لڑکی ہونے کے ناطے مجھ پر بہت اثرات ہی ڈالے ہیں جو کہ میرے لیے خوش آئند ہیں کیونکہ یو اے ای میں سر پر اسکاٹ لینے کے علاوہ میرا باپ سارا پہناؤ انگریزوں کا

ہی تھا جس کے بارے میں اب سوچتی ہوں تو شرم محسوس ہوتی ہے کہ نجانے اس پہناوے میں کتنی لگا ہوں کا مرکز رہی ہوں گی اس کا سارا گناہ یقیناً مجھے ہی ملتا ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ پاکستان آنے کے بعد اب جب لباس پہننی ہوں اور نقاب کرتی ہوں تو انجانا سا تحفظ محسوس کرتی ہوں پہلے میں عمامے کو قیادست اور فیشن کا نام دیتی تھی پر میں غلطی اس کے اثرات مثبت ہی ہیں پر سچ استعمال شرط ہے یہاں آنے کے بعد ناصرف قرآن کو تین بار مکمل پڑھا ہے بلکہ بائبل و کتاب کی تلاوت بھی ہوئی ہوں پہلے پہل سر ہنکنے چھت پر نہل لیا کرتی تھی بات صرف سر ڈھانپنے کی نہیں غیر مرد کی نظر پڑھنے کی ہے اب چھت پر جانے سے پرہیز ہی کرتی ہوں پہلے تو میں بہنوں یا بھائیوں کی چیزیں یہ سوچ کر استعمال کرتی تھی کہ کیا بتانا اپنے ہی ہیں پر اب پہلے بتاتی ہوں اب کوئی بھی گناہ کرنے سے پہلے سوچتی ہوں کہ دنیا والے یا کوئی بھی انسان تو میرا عمل نہیں دیکھ رہا تو کیا اللہ پاک بھی نہیں دیکھ رہا اگر اللہ پاک سے چھپا سکتی ہوں تو یہ عمل کر لوں اسے بہت سے گناہوں کے کرنے سے میں بچ جاتی ہوں پورے خاندان میں میرے ہاتھ کے بنے کھانوں کی چرچا ہے مجھے انڈین چائینیز اور پاکستانی کھانے بنانے میں اب مہارت حاصل ہے گھر کی صفائی سے لے کر برتین اور کپڑے انکی دھلائی تک مجھے اب سب کام کرنے آتے ہیں پہلے تو میں ان سب چیزوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں انہیں انجام دے سکتی ہوں پر اب حقیقت میں میں انہیں انجام دیتی ہوں اور بہت سی مثبت

چاند	سورج	اور	ستارے	اپنی
اک	مسافر	سب	نظارے	اپنی
معجزہ	ہے	گردش	حالات	کا
شہر	اپنا	لوگ	سارے	اپنی
لاحیات	کا	تعلق	خوب	ہے
ہم	تمہارے	تم	ہمارے	اپنی
جان	کے	دشن	ہمارے	آشیاں
آشیاں	سارے	کے	سارے	اپنی
زندگی	کی	تمنیاں	ہیں	ہم
پھول	خوشبو	رنگ	سارے	اپنی
وہ	جسے	ہم	نے	اپنی
آج	وہ	ہم	کو	پکارے
☆	فریڈی	نی	سیت	پور

بھی نہ سمجھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا کسی کو ہے جنت کی چاہ تو کوئی ہے دل کے غموں سے ضرورت عجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے محمد مجاز زین کوٹ اود



# خونی ناگ

-- تحریر: صبا شاہ۔ جڑا نوالہ۔ --

آفتاب نے ہمیں ہوٹل میں چھوڑا اور خود اپنی ماں کو ملنے گیا جب چلی پہنچا تو اس کی ماں نہیں تھی وہ اپنی ماں کو پکار رہا تھا جب ماں کے کمرے میں گیا تو آگے سے ماں کی لاش پڑی تھی وہ ماں سے لپٹ کر رونے لگا ماں آچوکیا ہو گیا ہے کس نے مارا ہے اب کو وہ رو رو کر پاگل ہو رہا تھا آج اس کی دنیا جڑ چلی تھی۔ پھر اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں قاتل کا چہرہ دیکھا وہ قاتل کوئی اور نہیں تھا وہی جوگی تھا۔ جوگی کے بچے میں جنکو بیس چھوڑوں گا نہیں تم نے میری ماں کو بھی مار دیا ہے میں تمہاری سل ختم کر دوں گا وہ بے اختیار روئے جا رہا تھا اس نے ماں کی لاش کو اٹھایا اور قبرستان کی طرف چل دیا جہاں پر اس نے اس کو جا کر دفن دیا۔ پھر وہ اپنے ناگ روپ میں آکر جھوپڑی میں آگیا رات کا سماں تھا جوگی اور اس کی بیوی بچے پرسکون نیند سو رہے تھے اس نے ان سب کو ڈس لیا پھر وہ اور ہی گہری نیند ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ ایک شیشی تیز اور ڈراؤنی کہانی۔

سردیوں کے دن تھے شدید سردی پڑ رہی تھی میں اپنے بیڈ پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی کہ اچانک سے لائٹ چلی گئی پھر میں نے پاس رکھے ہوئے ٹیبل پر موم بتی جلائے گی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسا کہ کھڑکی پر مجھے کوئی دیکھ رہا ہے جب میں نے اٹھ کر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا میں نے اپنا وہم سمجھا اور کھڑکی بند کر کے اپنے بیڈ پر اگئی اور سو گئی ایک ہلکی سی آہٹ پر میں اٹھ گئی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں پر کوئی چیز ریگ رہی ہے میں نے موم بتی جلائی ٹیبل وہاں کچھ نہیں تھا پھر سے میں نے اسے اپنا وہم سمجھا دوبارہ سوئے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی انہیں سوچوں میں گم تھی کہ یہ میرا وہم نہیں ہو سکا کچھ تو تھا پھر نہانے رات کے کون سے بہر میری آنکھ لگ گئی دروازے پر دستک ہوئی عروج بنی اٹھ جاؤ صبح ہو گئی ہے یہ میری ماں کی اواز تھی میں اٹھی جلدی سے ہاتھ منہ دھویا اور ناشتے





ہم سب اپنے اپنے گھروں کو چل دیے ہم  
سب کے گھر نزدیک ہی تھے۔ میں نے اپنے  
کمرے میں اپنی کتابیں رکھیں اور کھانا کھانے  
کے لیے کچن میں چلی گئی کھانا کھانے کے بعد میں  
اپنے کمرے میں آکر شادی کرنے لگی مجھے کب  
رات ہوئی پتہ نہیں چلا میں کتاب پڑھتے پڑھتے  
سو گئی رات کے نہ جانے کون سے پہر میری آنکھ کھل  
گئی مجھے محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں پر سانپ  
جیسی کوئی چیز رینگ رہی ہے میں نے اٹھ کر  
لاٹ جلائی میری نظر اپنی کرسی پر پڑی میرا سانس  
بند ہونے لگا۔ کیونکہ میرے سامنے ایک بہت بڑا  
سانپ تھا اس کو دیکھتے ہی میرے منہ سے ایک چیخ  
نکلنے لگی تھی کہ میری آواز میرے حلق میں ہی دب  
کر رہ گئی ڈر اور خوف سے میرا حلق خشک ہو رہا تھا  
کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں کیا کروں وہ ناگ  
میرے سامنے ہی پھن پھلائے بیٹھا ہوا تھا میری  
ذری ہوئی نظر اس کو دیکھ رہی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے  
ہی غائب ہو گیا۔

میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دوبارہ سونے  
کی کوشش کرنے لگی لیکن نیند میری آنکھوں سے  
کوسوں دور تھی سانپ کا خوف اور ذری میری سانس  
میں بیٹھ چکا تھا لیٹے ہوئے بھی مجھے اے محسوس  
ہو رہا تھا کہ وہ کہیں سے پھر نکل آئے گا لیکن ایسا نہ  
ہوا۔ اور لیٹے لیٹے ہی نے مجھے میری کب آنکھ لگ  
گئی اور میں گہری نیند سو گئی۔ فجر کے وقت میری  
ماما نے مجھے آواز دے کر جگایا۔

اٹھ جاؤ بیٹا نماز پڑھ لو۔  
میں جلدی سے اٹھی اور وضو کرنے کے بعد  
نماز پڑھنے لگی نماز پڑھنے کے بعد قرآن پاک کی  
تلاوت کرنے لگی۔ اتنے میں سورج کی کرنیں

چمک اٹھی اور میں نے ناشتہ کیا اور کالج چلی گئی روز  
کی طرح گیٹ کے پاس سب دوست میرا ویٹ  
کر رہے تھے پھر ہم سب اپنے پیراڈ کے لیے  
چلے گئے آج ہم کو چھٹیاں ہوئی تھی ہم سب ہی  
بہت ہی خوش تھے کیونکہ ہم نے کشمیر جانے کا پلان  
بنارکھا تھا اور ہمارا کالج میں لاسٹ دن تھا سب  
ہی پڑھنے میں مگن تھے لیکن میرے دل میں رات  
والا واقعہ تھا میں ناگ کا میرے کمرے میں آنا  
اپنے بچپن بھلا کر مجھے گھورنا مجھے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا  
خیر میں بھی اپنی پڑھائی طرف متوجہ ہو گئی پھر ہمیں  
چھٹیاں ہوئیں اور ہم سب ایک لان میں جا بیٹھے  
اور پلان بنانے لگے۔

زمان بولا۔ کل آٹھ بجے تم سب تیار رہنا  
میں تم سب کو لینے آؤں گا۔

ٹھیک ہے ہم تیار ہی رہیں گے لیکن تم جلدی  
آنے کی کرنا کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم یہ سفر صبح  
ہی شروع کریں تاکہ دن میں ہی اپنی منزل تک  
پہنچ جائیں۔ میں نے کہا۔

ہاں میں جلدی آ جاؤں گا زمان نے کہا  
اور پھر ہم سب اپنے اپنے گھروں کو چلے  
گئے یہ رات بھی میری ناگ کی سوچوں میں گزری  
تھی لیکن آج ناگ دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن اس کی  
موجودگی کا احساس دل میں موجود تھا کہ وہ کسی بھی  
لمحے آ سکتا ہے جب تک میں جاگتی رہی ناگ کا  
سوچتی رہی پھر سو گئی۔

دوسرے دن سدرہ نور بن مہک عمران شہزاد  
آٹھ بجے سے پہلے ہی میرے گھر تیار ہو کر آ گئے  
میں بھی تیار ہو چکی تھی۔ ہلکا سا میک اپ کیا  
ہوا تھا مجھے ہلکا میک اپ ہی نکھار پیدا کرتا تھا۔  
مہک مجھے ہی دیکھ رہی تھی بولی۔

عروج آج تم بہت ہی خوبصورت لگ رہی  
ہو لگتا ہے کسی کو اپنا جلوہ دکھا کر قتل کرنے کا ارادہ  
ہے اس کی بات سن کر میں نے کہا۔

یار چھوڑو ان باتوں کو میں پہلے جیسی ہی ہوں  
بس کچھ تیاری کی ہے ہلکا سا میک اپ کیا ہے۔  
وہ بولی ہاں جاگتی ہوں ہلکا سا میک اپ کیا  
ہے لیکن ایسے لگ رہی ہو جیسے کسی پرستان کی کینڈ  
ہو۔ اس کی بات پر میں مسکادی۔ اور پھر سب ہی  
ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ کسی کے گھر  
والوں نے ہمیں جانے سے نہ روکا تھا بس یہی  
کہا تھا کہ اپنا دھیان رکھنا ہر کام میں احتیاط کرنا  
بس کچھ سمجھا کر ہمیں اجازت دے دی تھی۔ باہر  
زمان کی گاڑی کے بارن چیخ رہے تھے۔ وہ بھی  
آچکا تھا۔

آگیا ہے زمان جلدی نکلوا مہک نے کہا  
ہاں چلو۔ میں نے کہا اور اپنا سامان پکڑ لیا  
میں نے ہمیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا ہم سب  
گاڑی میں آ بیٹھے۔ تو سدرہ بولی۔

زمان تم نے آنے میں بہت دیر کر دی ہے  
ہم کب سے عروج کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

ہاں جانتا ہوں کہ میں لیٹ ہو گیا تھا اس کی  
وجہ گاڑی کو چیک کرنا تھا کیونکہ ہم ایک لمبے سفر پر  
جارے ہیں میں نہیں چاہتا ہوں کہ راستے میں  
گاڑی کی وجہ سے کوئی مسئلہ بن جائے۔ چلو اب  
جلدی سے بیٹھ گاڑی میں چلتے ہیں۔ زمان نے جو  
کچھ اس نے کیا بتاتا ہے ہوئے کہا۔ ہم گاڑی میں  
بیٹھ گئے اور ہمارا سفر کشمیر کی طرف شروع ہو گیا۔  
راستے میں ہم نے بہت لمبی مذاق کئے گاڑی کے  
شیشے میں زمان سدرہ کو بازارد دیکھ رہا تھا وہ سدرہ  
سے بہت ہی پیار کرتا تھا اور سدرہ بھی جبکہ مہک

خونی ناگ

خونفاک ڈائجسٹ 29

اپریل 2016

شہزاد کو اور نورین عمران کو عمران میرا منہ بولا بھائی  
بنا ہوا تھا سدرہ اور مہک آپس میں کڑتیں تھیں  
باتوں ہی باتوں میں پتہ ہی نہ چلا۔ کہ کب کشمیر کی  
خسین وادی شروع ہوئی زمان نے کشمیر کے کسی  
ہوٹل کے پاس گاڑی روک دی وہاں سے ہم نے  
پہلے کھانا کھا یا اور اس کے بعد اپنے اپنے روم تک  
گروائے پھر ہم سب اپنے اپنے کمروں میں آ  
گئے سورج ڈھلنے والا تھا تھکان کی وجہ سے مجھے  
جلدی نیند آ گئی اور میں سو گئی۔

میں نے خواب میں دیکھا میں کشمیر کے کسی  
انجانی سی جگہ پر ہوں کوئی بندہ بشریت تھا بس  
پرندوں کی چیخاہٹ ہو رہی تھی میں بس چلتے ہی  
جاری تھی میرے قدم خود بخود ایک جگہ پر رک  
گئے ایک سانپ پھن پھلائے میری طرف آ رہا  
تھا میں نے ایک چیخ ماری اور بھاگنے کی کوشش  
کرنے لگی لیکن میرے قدم من ورنی ہو گئی تھے  
میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی نہ بھاگ سکی جیسے  
ہی سانپ میرے قریب آیا تو اس کو آگ لگ گئی  
میں حیران نظروں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ ایک  
خطرناک سانپ کو آگ کیسے لگ گئی۔ میں نے  
دیکھا تو دور سے ایک لڑکا مجھے اپنی طرف آتا ہوا  
دیکھائی دیا۔ وہ ہی بہت خوبصورت لگ رہا تھا وہ  
میرے پاس آیا۔ میں اس کی آنکھوں میں کھوی گئی  
تھی مجھے اس کی آنکھوں میں کیا کشش تھی نہ  
چاہتے ہوئے بھی میں اس کی آنکھوں میں ڈوبتی  
چلی گئی اور وہ بھی مجھ کو دیکھ رہا تھا کچھ دیر بعد بولا۔

خدا نے تم کو کتنا خوبصورت بنایا ہے اس نے  
میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہ  
میرا ہاتھ پکڑے ایک طرف کو جانے لگا میں بس  
اس کی آنکھوں میں کھوی ہوئی تھی اس کے ہاتھ



کپڑے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ خوف اور ڈر کے مارے سردی میں بھی میرے پسینے جھوٹ گئے وہ انجان سالز کا کون تھا اور مجھ کو کہاں لے جا رہا تھا اسنے میں دروازے پر دستک ہوئی میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے باہر سردہ کھڑی تھی مجھے ڈر سے ہونے دیکھ کر بولی۔

عروج کیا بات ہے تم بہت ڈری ہوئی لگ رہی ہو۔ جواب میں نے اس کو خواب والی ساری کہانی سنادی۔

اس نے کہا تمہارا وہ ہم ہے۔

میں نے کہا وہ ہم نہیں ہے ایسا میرے ساتھ

کئی بار ہو چکا ہے۔

وہ بولی بار کچھ نہیں ہوگا ہم سب ہیں ناں تمہارے ساتھ کوئی تمہارا بال بھی بھیج نہیں کر سکتا ہے اس نے مجھے کچھ حوصلہ دیا اور میں پہلے سے کافی بہتر ہو گئی تھی میرے چہرے پر چھایا ہوا خوف آہستہ آہستہ ختم ہو گیا تھا۔ پھر ایک ایک کر کے سارے ہی دوست میرے پاس آ گئے۔

عمران بولا۔

پلوسب کہیں گھومنے چلتے ہیں۔

ہاں ٹھیک ہے۔ سب نے کہا اور تیار ہونے لگے جبکہ میں چپ چاپ بیٹھی رہی۔ عمران بولا بہن عروج تم نہیں ہمارے ساتھ چلو گی۔

میں نے کہا نہیں بھائی میں ٹھیک نہیں ہوں

سردہ بولی۔ عروج تم بھی ساتھ چلو گی ورنہ ہم سب بھی جا نہیں گی۔

زمان بولا۔ سردہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم نہیں چلو گی تو کوئی بھی نہیں جائیگا پھر میں نہ چاہتے ہوئے بھی تیار ہو گئی اور ہم تشریف ایک حسین کی وادی کی طرف چل دیے۔ ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ

بہتا ہوا دریا اور ہرے بھرے لہلہا تے ہوئے کھیت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی منی کو بہت بھلی لگ رہی تھی یہ سب دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا میں بہت ہی خوش تھی مہک بولی۔

واہ کتنی خوبصورت یہ وادی ہے اس سے پہلے تو میں نے آج تک نہیں دیکھی سب بہت خوش لگ رہے تھے اور ہماری اس خوشی کو نبھانے کی نظر لگ گئی ایک جھاڑی سے ایک سانپ نمودار ہوا میں نے دیکھ کر چیخ ماری سردہ میری طرف بھاگی ہوئی آئی اور بولی۔

عروج عروج کیا ہوا ہے۔

وہ۔ وہ۔ سانپ۔ ڈراؤ خوف کی وجہ سے میرے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی سردہ نے بھی سانپ کو دیکھ کر ایک چیخ ماری جسے سنتے ہی زمان بھی بھاگا ہوا چلا آیا۔

تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ آتے ہی بولا

زمان زمان وہ سانپ دیکھو وہ ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔ میں نے ڈرتے ہوئے کہا۔

کہاں ہے سانپ ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ دیکھو سامنے جھاڑی کے پاس۔

اتنے میں سب ہی اکٹھے ہو گئے تھے سانپ کو سب نے دیکھ لیا تھا سردہ سوچوں میں گم تھی وہ ندرہ کی اور مجھ سے بولی۔

عروج تم نے سچ کہا تھا۔ اور جو سانپ کے بارے میں بتایا تھا سچ ہی بتایا تھا۔ اتنے میں وہ سانپ ہمارے بہت ہی قریب آ گیا تھا اور اس نے اچانک شہزاد پر حملہ کر دیا۔ شہزاد چیختے ہوئے بھاگا۔ بھاؤ زمان عمران بار کچھ کر پلینز بچاؤ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا نورین کی نظر دور پڑے

ہوئے ایک ڈنڈے پر پڑی جتنی دیر میں وہ ڈنڈا لانے لگی سانپ نے شہزاد کو اپنا شکار بنالیا تھا۔ شہزاد تو سینے لگا۔ اور میں پر گر گیا نورین نے ڈنڈا زمان کو دیا زمان نے ڈنڈے سے سانپ کو مار دیا اور ہم سب شہزاد کی طرف بڑھے شہزاد اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا مہک رو رہی تھی۔

شہزاد تم مجھ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتے میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی پلینز شہزاد اٹھو شہزاد اٹھو شہزاد کے منہ سے جھگ نکلتے تھے شہزاد مر چکا تھا ہم سب کا رورور کر رہا حال تھا مہک تو بالکل ہی ہو چکی تھی ہم نے مل کر شہزاد کی لاش کو اٹھایا اور قریبی قبرستان میں دفنا دیا ہمارے علاوہ شہزاد کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا جسے ہم تباہ کر سکتے تھے ہم نے کوئی دفنا دیا پھر ہم سب ہوٹل میں آ گئے مہک ابھی بھی روئے جاری تھی میں نے مہک کو حوصلہ دیا اور اپنے میرے میں لگی سب ہی میرے کمرے میں موجود تھے عمران بولا۔

یہ سب کیسے ہو گیا ہماری خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ سچ ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے تم سب اپنی اپنی پیکنگ کر لینا۔

پھر سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے مہک کا من نہیں لگ رہا تھا وہ سوچوں میں گم تھی ایک سرسراہٹ پر اس نے انہی سامنے والی کھڑکی پر دیکھا وہاں بہت بڑا سیاہ ناگ تھا مارے خوف کے اس کی آواز دب کر رہ گئی سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اس کے بیڑ پر گیا جہاں وہ بیٹھی تھی اس نے اپنے آپ کو بجانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکی۔ جیسا کہ اس کو کسی نے روک رکھا تھا پھر سانپ نے اس کو بھی اپنا شکار بنالیا۔ اور وہ بھی اس دنیا سے چل بسی صبح ہوتے

ہی سردہ زمان عمران اور نورین میرے پاس آ گئے میں نے پوچھا۔

مہک نہیں آئی۔

نورین بولی۔ ہم نے سوچا تھا کہ وہ تمہارے پاس ہوگی۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے میرے میں ہو۔ عمران بھائی نے کہا۔ میں بلا کر لاتا ہوں کمرے کے باہر کھڑا اس آواز دے رہا تھا مہک نے کوئی جواب نہ دیا پھر ہم سب کمرے کے باہر اکٹھے ہو گئے بار زمان کچھ تو گڑبڑ ہے زمان اور عمران بھائی نے مل کر دروازہ توڑ دیا جب ہم اندر گئے ہمارے تو ہوش اڑ گئے سامنے مہک کی لاش پڑی تھی میں لاش کے پاس جا کر پھوٹ پھوٹ کر روئے لگی۔

مہک تم کو کیا ہو گیا ہے تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی ہم سب ہی رو رہے تھے۔ آج ہمارا دوسرا دوست بھی چھوڑ کر چلا گیا ہے پھر ہم نے مہک کے گھر والوں کو فون کر کے بتا دیا ان کے گھر میں بھی قیامت برپا تھی پھر اس کو بھی لقمہ دے کر دفنا دیا ہم قبرستان سے ہوٹل واپس آ گئے کچھ دن گزرنے کے بعد میرے باقی کے دوستوں کو بھی سانپ نے نیک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا صرف سردہ اور میں بچ گئیں۔

ایک دن میں اور سردہ اپنے دوستوں کی قبروں پر گئیں اچانک سے تیز آندھی آگئی ہم نے سوچا اب کیا کریں اچانک سے موسم بھی خراب ہو گیا۔ ہم واپس کیسے جائیں گے ہوٹل تو بہت دور ہے پھر ہم دونوں ایک انجان سے راستے پر چل پڑیں چلتے چلتے ہمارے قدم خود بخود رک گئے دور سے ایک لڑکا آتا ہوا دکھائی دیا جب وہ قریب آیا میرے اوپر تو حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے



میں نے سدھرے سے کہا۔  
یہ وہی لڑکا ہے جو میرے خواب میں آیا تھا پر  
کیسے ہو سکتا ہے وہ تو ایک خواب تھا خواب سچ  
تکسے ہو سکتا ہے۔ میرے ذہن میں کئی سوال تھے  
وہ ہمارے قریب آ کر رک گیا میں تو اس کو  
آنکھوں میں کھونٹی بنانے کی کوشش بھی اس کی  
آنکھوں میں میں اس کی آنکھوں کی گہرائی میں  
ڈوبتی چلی گئی سدھرہ بھی پریشان تھی۔  
وہ لڑکا بولا تم کہاں تھوٹی ہو۔ عروج۔۔  
ت۔۔ تو۔۔ تم۔۔ میرا نام کیسے جانتے ہو تم  
کون ہو۔ اس کے منہ سے اپنا نام سن کر میں  
حیرت میں ڈوب گئی تھی۔  
میرا نام آفتاب ہے اور میں یہی ایک باپ  
کی حویلی میں رہتا ہوں۔  
پر تم میرا نام کیسے جانتے ہو۔۔ میں نے اپنی  
بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔  
میں آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہو  
اے یہ آپ کی دوست سدھرہ ہی ہے ناں سدھرہ تو  
بت بنے اس کو ہی دیکھے جارہی تھی۔ آپ کے  
اور بھی دوست تھے جن کو سانپوں نے ڈس لیا۔ یہ  
سانپوں کا علاقہ ہے یہاں سانپوں ناگوں کا راج  
ہے۔ مجھے تم دونوں کی فکر ہو گئی تو یہاں چلا آیا  
ماں کیونٹھیک ہے پر تم ہمارے بارے میں  
یہ سب کیسے جانتے ہو۔ میں نے پھر سے پوچھا۔  
تم میرے ساتھ چلو میں سب کچھ بتاتا ہوں  
اس نے کہا تو ہم نہ جانتے ہوئے بھی اس کے  
ساتھ چل پڑیں۔ وہ ہم کو ایک خوبصورت سی حویلی  
میں لے گیا اور ہم کو ایک کمرے میں بٹھا دیا کہا۔  
تم دونوں یہاں بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ  
کھانے کو لاتا ہوں۔

سدھرہ نے کہا عروج اتنی بڑی حویلی میں یہ  
آفتاب کیسی ہی رہتا ہے اس کا کوئی تو ہوگا۔  
ہم کمرے میں جا رہے لیکن پردہ پر  
بڑی بڑی تصویریں تھیں ہم تو دیکھ کر حیران رہ گئیں  
وہ تصویریں سانپوں ناگوں کی تھیں۔۔ ہمارے تو  
خوف کے مارے پسینے چھوٹ گئے اتنے میں  
آفتاب کھانا لے کر آ گیا ہم کو ایسے پسینے میں شرا  
بور دیکھ کر بولا۔  
تم اتنی گہرائی ہوئی کیوں ہو۔  
میں نے کہا۔ یہ تصویریں۔  
وہ میری اس بات پر اداس سا ہو گیا اس نے  
کہا یہ سب کھانا کھا لو پھر سب کچھ بتا ہوں۔ ہم  
کھانا کھانے لگیں کھانے کے بعد میں نے کہا۔  
ہاں آفتاب بتاؤ اب اپنی کہانی۔  
میری بہت لمبی کہانی ہے۔ وہ ممکن ہو گیا تھا  
ماں ہاں بتاؤ ہم دونوں اس کی طرف متوجہ  
ہو گئی تھیں اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر  
اس نے ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی اور بولا۔ اصل  
میں میں ایک ناگ ہوں پر تم دونوں کو ڈرنے کی  
ضرورت نہیں ہے میں تم دونوں کو کچھ نہیں کہوں گا  
یہ جو تم نے تصویریں دیکھی ہیں یہ میرے ماں  
باپ کی ہیں ہم ایک اچھا دھاری قبیلے سے تعلق  
رکھتے ہیں یہ ان دونوں کی بات ہے جب میری  
ماں اور باپ ٹرین میں سفر کر رہے تھے ہر مسافر کی  
نظر میرے ماں باپ پر پڑی ہوئی تھی کہتا تھا کہ یہ  
دونوں کتنے خوبصورت ہیں۔ ہر کوئی تعریف کر رہا  
تھا کسی ٹرین میں ایک جوگی بھی تھا اس نے دیکھتے  
ہی کہا یہ دونوں اچھا دھاری ناگ اور ناگ ہیں  
جب ٹرین اپنے اسٹیشن پر آئی میرے ماں باپ اتر  
ے اور وہ جوگی بھی وہاں ہی اتر گیا۔ میرے ماں

باپ اپنے ناگ روپ میں آگے اور جنگل کی  
طرف بھاگ گئے گدہ جوگی بھی میرے ماں باپ  
کے پیچھے بھولتا تھا۔ جوگی نے میرے باپ کو پکڑ لیا  
میری ماں بھاگنے میں کامیاب ہو گئی وہ میرے  
والد کو اپنے ساتھ لے گیا اور جا کر قید کر لیا جس قید  
خانے میں ڈالاکھا وہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ  
نہیں تھا نہ کوئی کھڑکی نہ کوئی سوراخ وہ دروازہ بھی  
اس نے منتر یوں سے بند کر دیا میرے والد نے  
بہت کوشش کی تھی بھاگنے کی مگر وہ ناکام رہے کچھ  
دن گزرنے کے بعد انہوں نے دیوار میں سر مار  
مار کر اپنی جان دے دی اور میری ماں اس دنیا میں  
اکیلی رہ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد میری ماں نے مجھے  
جنگل میں جنم دیا اور انہوں نے میری خوب دیکھ  
بھال کی میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا انکی  
طرح میں بہت ہی خوبصورت تھا ایک دن میں  
نے اپنی ماں سے پوچھا۔ ماں میرے ابو کون ہیں  
اور کہاں ہیں۔ میری ماں کی آنکھوں میں آنسو آ  
گئے اور انہوں نے مجھے کہا تمہارے باپ کو ایک  
جوگی نے لے گیا تھا اور اس نے قید خانے میں ان کو  
بند کر دیا جہاں نہ کوئی کھڑکی تھی نہ کوئی سوراخ تھا  
جن سے وہ باہر نکل سکتے تھے اس لیے انہوں نے  
ترپ ترپ کر اپنی جان دے دی میری ماں چپ  
ہو گئی تو میری آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا سیلاب  
تھا۔ ماں میں اس جوگی کو چھوڑ دوں گا نہیں اس نے  
مجھے یتیم کر دیا ہے میں اس کی نسل کو ہی ختم کر دوں  
گا۔ میں نے اپنی ماں سے عہد کیا تھا جو میرے  
ماں باپ کے پیار کے دشمن تھے میں انکو زندہ نہیں  
چھوڑ دوں گا اور میں ایک خونئی ناگ بن گیا۔ اور  
جس دن میں نے اپنی ماں سے عہد قرار کیا تھا  
اسی دن سے ایک خواب میرا پیچھا کرنے لگا تھا خوا

ب میں اکثر ایک خوبصورت لڑکی کے سائے کے  
پیچھے چلتا تھا اس سائے کا ملن بھی بکھارا تھا پر کیف  
ہوتا کہ میں نیند کی گہرائی میں گہری نیند سو رہا ہوتا  
یہی دعا کرتا کہ یہ خواب بھی ختم نہ ہو اور کبھی  
اس سائے کے دور جانے سے میری آنکھ کھل جانی  
ایک دن میں نے خواب میں دیکھا وہ سائہ مجھے  
چھوڑ کر جا رہا ہے میں نے اس کو بہت پکارا لیکن  
میری آواز اس کے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی  
اس لیے وہ سائہ آگے کو بڑھتا جا رہا تھا کہ اس سے  
جدا کی میری برداشت سے باہر ہو گئی اور میں ایک  
دم سے چیخا۔ عروج۔ عروج۔ وہ کوئی اور نہیں تھا  
کہ وہ سائہ تمہارا تھا۔ آفتاب نے بے اختیار  
میرے ساتھ تمام لیے اور بولا۔  
بالکل ایسے ہی نقوش۔ گہری جھیل جیسی  
آنکھیں اور بادلوں سے بھی گہرے تمہارے یہ  
بال میں کیسے بھول سکتا ہوں کہ وہ تم ہی تھی عروج  
کیونکہ میں جانتا ہوں اس پسینے کو دیکھتے ہوئے دس  
برس تک تمہارا انتظار کیا اور آج تم میرے سامنے  
ہو پسینے میں تو تم نے میری آواز نہیں سنی تھی میری  
بے چینی اور بے تابی تمہارے قدم نہیں روک سکی تم  
کو یاد ہے جب تم نے اپنے کمرے کی کرسی پر ایک  
سانپ دیکھا تھا وہ کوئی اور نہیں وہ میں ہی تھا  
تمہارے خواب میں آنے والا عروج اب میں تم کو  
کہیں نہیں جانے دوں گا۔ وہ ایک سپنا تھا اور تم  
ایک حقیقت ہو میرے دس سال کا ایک حاصل ہو  
جد بات میں بہتے ہوئے اسکے لفظ ہم دونوں کو  
خوف زدہ کر گئے تھے میں نے اپنا ہاتھ اس کے  
ہاتھوں سے چھڑا لیا۔  
آفتاب تم ایک ناگ اور ہیں۔۔ میں اپنا  
فقرہ پورا نہ کر سکی لیکن وہ میری بات کی گہرائی جان



چکا تھا اس نے میری بات کو مکمل کیا کہا۔

گاڑی آکر رک گئی۔

عروج عروج وہ پکارتا ہوا میری طرف بڑھا اس نے بے قراری سے پوچھا۔ کیا ہوا کیا ہوا ہے ناگ۔ ناگ۔ ناگ ہاں وہ ناگ جس نے مجھے ڈسا ہے وہ ادھر جنگل کی طرف گیا ہے۔ میں درد کے مارے بہ مشکل اپنا فقرہ پورا کر پائی لوگوں میں خوف و حراس پھیل گیا تھا اپنی لوگوں میں ایک بزرگ آدمی کی آواز ابھری۔ بیٹا لا پر دانی نہ کرو ادھر پاس ہی جوگیوں کی جھوپڑیاں ہیں اس کو جلدی جلدی ادھر لیاؤ اس سے پہلے کہ ناگ بچے کا زہر جسم میں پھیل جائے اس نے مجھ کو جلدی سے گاڑی کی چھیلی سائیڈ پر لٹایا خود جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی ساتھ اس بزرگ کو بھی بیٹھالیا۔ تاکہ وہ جھوپڑی تک جانے میں ہماری مدد کر سکے جب جھوپڑیوں میں پہنچے تو بڑے بڑے تین جوگی آگے آگے ان میں سے ایک جوگی بولا جو دیکھنے میں کیچہ سا ناگ رہا تھا کہا اس وقت جس ناگ نے اس کو ڈسا ہے اس کو ڈھونڈنا ذرا مشکل کام ہے لیکن اس نے جس جگہ پر ڈسا ہے ہم ادھر دوانی لگا دیتے ہیں تاکہ زہر جسم میں پھیلنے نہ پائے جیسے ہی جوگی نے چنگی بھر دوانی اس زخم پر لگائی تو میرا درد کم ہو گیا۔ واپس جانے کا جب سوچ رہے تھے اچانک کسی کی آواز سنائی دی۔ روکو خوش قسمت ہو تمہاری۔

آفتاب نے کہا یہ میری وائف ہے۔ آفتاب کی اس بات پر میں چونک گئی لیکن اس لمحے میں کچھ بھی نہ بول سکی کیونکہ میں اپنی آنکھوں کا شکا تھی۔ خوش قسمت ہے تمہاری بیوی کہ ناگ نے اس کو ڈسا نہیں صرف خون ہی چوسا ہے اس لیے یہ بچ گئی ہے ورنہ مرزہ لگانے سے پہلے یہ

مرجاتی

رک سی بات چیت کے بعد ہم واپس آ رہے تھے راستے میں میں نے آفتاب سے کہا۔ جی جناب ان میں سے کوئی آپ کا دشمن ہے اس نے کہا۔ ہاں ہے وہ کون ہے میں نے پوچھا۔ جو ہم کو خوش قسمت کہنے والا خود بد قسمت ہے اس کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں وہ میری ماں اور باپ کو جدا کرنے والا صرف کچھ ہی گھنٹوں کا مہمان ہے۔ پھر آفتاب نے ہمیں ہویل میں چھوڑا اور خود اپنی ماں کو ملنے گیا جب حویلی پہنچا تو اس کی ماں نہیں تھی وہ اپنی ماں کو پکار رہا تھا جب ماں کے کمرے میں گیا تو آگے سے ماں کی لاش پڑی تھی وہ ماں سے لپٹ کر رونے لگا ماں آپ کو کیا ہو گیا ہے کس نے مارا ہے آپ کو وہ دردور کر پاگل ہو رہا تھا آج اس کی دنیا اجڑ چکی تھی۔ پھر اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں قاتل کا چہرہ دیکھا وہ قاتل کوئی اور نہیں تھا وہی جوگی تھا۔ جوگی کے بچے میں نمکونیں چھوڑوں گا نہیں تم نے میری ماں کو بھی مار دیا ہے میں تمہاری نسل ختم کر دوں گا وہ بے اختیار روئے جا رہا تھا اس نے ماں کی لاش کو اٹھایا اور قبرستان کی طرف چل دیا جہاں پر اس نے اس کو جا کر دفن کیا۔ پھر وہ اپنے ناگ روپ میں آکر جھوپڑی میں آگیا رات کا سماں تھا جوگی اور اس کی بیوی بچے پرسکون نیند سو رہے تھے اس نے ان سب کو ڈس لیا پھر وہ اور ہی گہری نیند ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گئے اب وہ میرے پاس آ رہا تھا اس نے اپنا انتقام پورا کر لیا تھا اپنی ماں کے ساتھ عبد و تر کو پورا کیا۔ پھر وہ میرے پاس آ گیا وہ رو رہا تھا اس کی آنکھوں میں

خونی ناگ

خونفک ڈائجسٹ 35

آنسو دکھ کر میں تڑپ گئی اور اس سے پوچھا۔ کیا ہوا آفتاب تم رو کیوں رہے ہو۔ میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی اس نے جوگی نے میری ماں کو مار دیا ہے مجھے بے سہارا کر دیا ہے۔ وہ روتے ہوئے کہانی۔ مائے جا رہا تھا۔ اور میں اس کی کہانی سنی جا رہی تھی۔ لیکن تم تو اس کو مارنے گئے تھے میں نے دھی سے انداز میں پوچھا ہاں ایسا ہی کرنے گیا تھا لیکن اس سے پہلے اس نے میری ماں کو مجھ سے جدا کر دیا۔ میں نے اس کو کچھ حوصلہ دیا۔ وہ بولا عروج آئی ریکوسٹ یو پلیز میرج جی۔ اس کے کہنے یہ الفاظ میرے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھے۔ میں نے کہا۔ یہ میرے ہو سکتا ہے تم ایک ناگ ہو اور میں ایک انسان ہوں ناگ اور انسان کا ملن نہیں ہو سکتا ہے۔ میں تم سے ہمیشہ پیار کرتی رہوں گی لیکن میں تم سے شادی نہیں کر سکتی ہوں پلیز تم اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤ۔ آفتاب کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے پھر اس نے میرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور کہنے لگا۔ عروج میں بھی تم سے ہمیشہ پیار کرتا رہوں گا۔ پھر وہ واپس چلا گیا تو میں رو رو کر پاگل ہو چکی تھی۔ آج آفتاب اس دنیا میں ایک لیلہ گیا ہر بار ٹرپ مٹانے یہاں کشمیر میں آئی تھی لیکن اب کی بار میں اکیلی واپس نہیں جا رہی کسی کی خوبصورت یادوں کو اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں وہ ہمیشہ میرے دل میں رہے گا اور اس کا خیال ہر چل میرے ساتھ ہوگا پھر سدرہ اور میں گھر لوٹ گئیں قارئین کرام یہی گئی میری کہانی میں نے پہلی مرتبہ لکھنے کی کوشش کی ہے پلیز اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازئیے گا۔ میں انتظار کروں گی۔

اپریل 2016

خونی ناگ

خونفک ڈائجسٹ 34

اپریل 2016



# ڈر کے آگے جیت ہے

۔۔۔ آر۔ کے ریحان خان۔ پشاور۔ قسط نمبر 12

بدریوں سے بنا ہوا تاج تھا جس سے دھواں اُٹھ رہا تھا وہ دھیرے دھیرے اپنے تخت سے اُٹھنے لگا اور مسکراتے ہوئے ریحان کی طرف بڑھنے لگا جبکہ باقی تینوں لڑکیاں جب میں مصروف ہوئیں۔ وہ ریحان کے قریب پہنچ کر اہل کے شہرے چڑھنا تھا پھر اور لڑکیوں کے ناخن کا لے رنگ کے تھے۔ جو خنجروں سے بھی زیادہ تیز دار تھے ریحان اب بھی مہبوت کھڑا تھا اچانک اس لڑکی کی آنکھوں سے کالے رنگ کی ایک ریشمی بجلی جیسے سیاہی کی آنکھوں میں چل گئی ریحان کا دماغ تاریکیوں میں اور اندھیرہ اب میں ڈوبنا چاہا جائے لگا۔ اچانک سیرن کی نظر اس پر پڑی اس نے مورزین کو آواز دی۔

مورزین وہ دیکھو وہ ریحان پر کچھ جادو کر رہی ہے۔ مورزین نے جب اس کو دیکھا تو وہ سیدھا اس لڑکی اور ریحان کی طرف بڑھنے لگا تھا اور سیرن بھی ان کی طرف بڑھنے لگی مگر جیسے ہی وہ نزدیک پہنچے ریحان سمیت سبھی لڑکیاں اور وہ رنگ بدلتی ہوئی خونخوار مخلوق غائب ہو گئی۔ اب وہاں پر صرف مورزین اور سیرن اور حنا باقی رہ گئے وہاں لاڈو ہم کسی اور دنیا سے آئے ہیں یہ سب بعد میں ہم آپ کو بتا دیں گے فی الحال یہاں سے باہر نکلنے کی کرتے ہیں۔ سیرن نے لاڈو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی وہ بجلی تو چل دیئے اور غار کے باہر نکلے وہاں پر مورزین حنا اور سندری پر عجیب سے مخلوق نے حملہ کیا ہوا تھا۔ تینوں لڑکیاں کافی زخمی ہو چکی تھیں وہ بھی بہت بھیا تک مخلوق تھی جس کی طاقت بہت ہی زیادہ تھی وہ لمحہ بہ لمحہ چہرے بدلتے رہتے تھے چہروں اور وجود کو بدلنے والی ایک خونخوار اور خوفناک مخلوق نے تینوں لڑکیوں پر حملہ کیا ہوا تھا وہ سینکڑوں میں ایک سے بڑھ کر ایک خوفناک اور ڈراؤنی تشکیلات بدلتے جا رہے تھے ریحان نے لاڈو کو زمین پر لٹایا اور ہوا کی تیزی کے ساتھ اس مخلوق پر حملہ آور ہوا اب وہاں پر ایک بھیا تک اور خونخوار جنگ شروع ہو چکی تھی سیرن نے بھی اپنی تلوار نکالی اور جنگ میں شریک ہو گئی چاروں طرف خون ہی خون تھا لاڈو نے جب یہ سب دیکھا تو اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ آخر یہ سب یہ ہو رہا ہے۔ سندری نے کہا۔ یہ نہیں یہ کس سمت سے آگئی ریحان میں یوں ہی اور یوں انی مجھے حسینہ کو بتانا ہو گا تم سب اکٹھے ان کا کیا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ ہم اس مخلوق کو روکتے ہیں جاؤ سندری وقت کم ہے سندرنے لاڈو کا ہاتھ پکڑا اور غائب ہو گئی۔ ایک سنٹی خیر اور ڈراؤنی کہانی۔

اب ریاست کے لوگوں سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ ایک آدمی نے بلند آواز میں کہا جلدی سے راستہ صاف کر دو اور یہاں سے ہٹ جاؤ کیونکہ حسیناؤں کے حسینائے اس طرف آرہی ہیں لگتا ہے ملکہ حسیناؤں کی پتہ چل چکا ہے کہ ہماری ریاست میں یہ پانچوں اجنبی آئے ہیں سب لوگوں کا یہ شنہ تھا کہ سب ہی راستے سے ایک طرف ہو گئے تھوڑی دیر میں سونے اور ہیروں کے تخت پر بیٹھی ہوئی ایک لڑکی اور اس کے ساتھ اور لڑکیاں بھی اس کی طرف آرہے تھے۔



بہت فکر ہوئی ہے۔

سندری نے ریحان سے کہا۔ میں آپ کے لیے دوسرا گھوڑا۔

نہیں نہیں سندری یہی ٹھیک ہے۔ ریحان نے سندری کی بات کو سچ میں کر کہا اور سیرن کو مضبوطی سے پکڑ کر گھوڑے پر بیٹھ گیا جس پر سیرن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور طنز یہ لہجے میں سندری سے بولی اب چلیں۔ سندری نے بغیر کچھ کہنے آگے کی طرف بڑھ گئی وہ گھوڑے بے حد تیز تھے جس کی وجہ سے منٹوں میں ہی وہ بھی ملکہ حسینا کے محل میں کھڑے تھے۔

سندری نے سیرن کو دیکھا اور طنز یہ لہجے میں بولی جلد ہی پہنچ گئے۔

سیرن نے اپنے ذانت چباتے ہوئے کہا ہاں کچھ زیادہ ہی جلد پہنچ گئے ہیں۔

واہ یہ کتنا خوبصورت محل ہے وہ محل ایک بڑے سے پھیل کنارے پر بنایا گیا تھا وہ ایک اونچی جگہ تھی۔ اور اس کے نیچے پھولوں اور پانی پر مشتمل ایک پھیل تھی وہ ایک محل نہیں بلکہ کئی محلوں سے بنا ہوا ایک محل تھا جو سونے اور بیروں سے بنایا گیا تھا جس کی چمک حد سے بھی زیادہ دلچسپ تھی اور اس محل کی اونچائی سینکڑوں چھتوں پر مشتمل تھی جس کے ہر چھت پر کالے رنگ کے دیو پہرہ دے رہے تھے جو حد سے بھی زیادہ بڑھے تھے کچھ لڑکیاں ان پرندوں پر بیٹھے ہوئے محل کے چکر لگا رہی تھیں عالیہ نے سب دیکھ کر کہا۔ نہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں یہ سب سچ ہے۔

ریحان نے اس کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ نہیں یہ سچ ہے بے وقوف لڑکی۔

واؤ یہ واقعی میں حیران کن دلچسپ منظر ہے۔ حناہ کے نظاروں میں کھوتے ہوئے بولی۔

ہاں حناہ واقعی میں اس محل کی خوبصورتی کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔ موزرین نے بھی چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا سندری نے سب کو دیکھ کر کہا۔

اب چلیں ملکہ آپ سب کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔

ہاں چلیں۔ ریحان نے کہا۔

وہ ابھی ایک جگہ پر کہ تو سندری نے ہاتھ اوپر کیا تو وہ بھی ہوا میں ہی اوپر کی طرف اٹھنے لگے حنا نے ڈرتے ہوئے کہا۔ یہ یہ ہم اوپر کہاں جا رہے ہیں کہیں نیچے گرنے کا ارادہ تو نہیں ہے اس کا۔ عالیہ بھی ڈرتے ہوئے بولی۔

مجھے بھی بہت ڈر لگ رہا ہے بغیر قالین کے ہم اوپر جا رہے ہیں۔

سندری نے کہا گھر او نہیں کچھ نہیں ہوگا ملکہ اوپر والے محل میں سے اس لیے ہم اوپر جا رہے ہیں سندری نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اوپر اٹھایا تو اب وہ لمبیں جھکتے ہی اوپر پہنچ گئے۔ سب کا دل سندری کے اس فعل سے دھک کر رہا تھا عالیہ اور حنا نے ڈرتے ہوئے اپنی سانسوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔ سندری تو پہلے انہیں سانس کر سکتی تھی ہماری تو جان ہی نکل گئی۔

سندری نے کہا۔ دراصل محل کی اونچائی بہت زیادہ ہے اس لیے آپ دونوں کی حالت دیکھ کر مجھے یہ

وہ بھی حسینا کی گھوڑوں پر بیٹھی ہوئی تھیں جن کے ہاتھوں میں عجیب سے تھپتھار تھے جو جادو کے دکھائی دے رہے تھے وہ بھی سامنے ایک جگہ پر کی اور پھر اچانک سے وہ سونے اور ہیروں کا تخت ہوا میں لہراتا ہوا ریحان کے سامنے رکا اور اس پر بیٹھی ایک لڑکی جس کا چہرہ ابھی بھی نقاب میں تھا وہ تخت سے نیچے اتری جیسے وہ پرستان کی پری ہو۔ اس نے جیسے ہی اپنا نقاب ہٹایا ریحان سے دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے ہنسنے لگے ہوئے اس لڑکی سے کہا۔

آپ تو وہ ہوا س پر وہ لڑکی مسکراتے ہوئے بولی۔

کون۔ اس کی آواز میں بے پناہ ساز کی طرح سوز تھا جیسے ہزاروں گناریں آپس میں بچ رہی ہوں

ریحان پھر سے بولا۔

وہ کل رات آپ ہی تھیں ناں تو آپ حسینا ہو یہاں کی ملکہ ہو۔

ریحان کی باتیں سن کر موزرین اور تینوں لڑکیاں حیران اور غصہ ہو کر ریحان کے نزدیک آگئیں

اور ان سے کہا۔ اچھا تو یہ چکر تھارتا تو اور ہم سے کہا کچھ نہیں۔

سیرن دھیرے سے ریحان سے بولی۔ آپ تو دو دو یا تو ہمیں تم بے وقوف بنارہے تھے تمہاری

بند تو اب ہم بجا میں گئے۔

تم سب چپ رہو اب پتہ کرنا ہی ہوگا کہ آخر یہ سب کیا ہے اور اس ریاست کا راز کیا ہے

وہ لڑکی بولی نہیں میں حسینا نہیں ہوں۔

کیا۔ کیا۔ پانچوں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں میں اس کی پہلی اور دوسری ہوں او میرا نام سندری ہے اور میں یہاں حسینا کے کہنے پر آئی ہوں

انہوں نے تم سب کو یاد کیا ہے وہ تم سب کو دیکھ چکی ہیں اور اب تم سب کو میرے ساتھ جانا ہی ہوگا

نہیں ہم اس کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ سیرن نے سب سے کہا۔ تو ریحان نے اسے سمجھاتے

ہوئے کہا۔ سیرن ہمیں اس کے ساتھ جانا ہی ہوگا اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے

اسکی بات سن کر موزرین نے بھی کہا۔

ہاں سیرن کچھ بھی نہیں ہوگا ہمیں چلنا ہوگا۔ اور اس حسینا سے ملنا ہوگا۔ چلو چلیں۔ تو اس پر سندری

نے ریحان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے تخت پر بیٹھاتے ہوئے کہا وہ بھی تم سب سے ملنے کے لیے بہت

تی ہے بیٹیں جن تو اس پر عالیہ نے سندری کو غصہ سے دیکھتے ہوئے کہا تو اب ہم کہاں پر بیٹھیں گے تو اس

پر وہ بولی۔ ان چھوڑ دوں پر اس نے ہاتھ اگے کیا اور پھر یکدم وہاں پر چار جادوئی گھوڑے ظاہر ہو گئے اس

پر بیٹھو اور چلو مگر سندری کی اس حرکت نے تو سب کے دلوں میں خوف بیٹھا دیا۔

سیرن بولی نہیں ریحان تم تخت سے نیچے اترو نہیں یہ جادو گر کی تمہیں کچھ نہ کر دے۔

ریحان نے کہا ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ گھوڑے پر بیٹھتا ہوں۔

سندری ریحان سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ریحان نے اس سے کہا۔ سندری میں ان سے او نہیں سکتا



سب کرنا پڑا اب آگے چلتے ہیں۔

ہاں چلو۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہے تھے محل کے اندر سنگ مرمر اور بیروں اور سونے کی دیواروں میں سے اچانک سے راستے نمودار ہونے لگے یہ سب کے لیے ایک حیران کن منظر تھا آخر کار وہ ملکہ حسینا کے دربار میں پہنچ گئے تھے۔ وہ جس کمرے میں تھی وہ کمرہ خوبصورتی کی ایک مثال تھا سامنے ایک بڑی سی کرسی تھی جس پر ملکہ بیٹھی ہوئی تھی وہ ایک جادوئی کرسی تھی جو ہوا میں لہرا رہی تھی اور ان سے کئی رنگ کی روشنائی نکل رہی تھیں۔ جسے اب ان سب نے ملکہ کو دیکھا تو بس دیکھتے ہی رہ گئے وہ بھی اس کی خوبصورتی میں کھوئے ہوئے تھے وہ ایک معصوم سی نازک سی بالکل پرہیزگار کی طرح سندھ اور حسین بھی ان سب کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اگر یہ معصوم سی چہرے اور نازک پھول سے بدن والی لڑکی یہاں کی ملکہ یہاں کی بادشاہت والی کیسے ہو سکتی ہے اس کی بے نیازی جیسی موٹی سیاد آنکھوں میں بے پناہ شیش تھی جسے دیکھ کر سب کا بس نظرسن بنانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ اتنے سرخ تھے کہ ان سب کو ایسے کے ہونٹوں میں خون کی گردش صاف دکھائی دے رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ شاعر کا حسین خواب تھی وہ خوبصورتی کی ایک مثال تھی وہ سیدھا ریحان کے پاس چلی آئی اس کے چلنے کا انداز بھی بڑا ہی دلچسپ تھا وہ تیسویں دہریں میں ریحان کے حسین چہرے کو دیکھتی رہی مگر ریحان اسے دیکھ کر مبہوت بن کر کھڑا تھا۔ جبکہ باقی لڑکیاں بھی اس کی خوبصورتی کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں اس نے ریحان کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا۔

کہاں کھو گئے میرے شہزادے۔

اس کی آواز سن کر ریحان خیالوں کی دنیا سے واپس آیا اور اس بار اس کی آواز میں کھو گیا اس کی آواز نہایت ہی سریلی تھی ریحان کے منہ سے بس صرف اتنا نکلا۔ جی وہ پھر سے بولی جی پوچھو تو میں نے اپنی پوری زندگی تم کیسے جیسا نو جوان نہیں دیکھا تمہاری آنکھیں۔ یہ ہونٹ کچ آج تو تم نے مجھے مار دی دیا ہے اس پر سیرن نے ریحان کا ہاتھ پکڑا اور اسے ان سے تھوڑا فاصلہ پر کھینچا جس سے ملکہ بولی۔ ارے میں تو جی بھی کی تم نے صرف میرے ہی دل پر تیرے چھوڑے گھر سے دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ تمہارے چاہنے والے اور بھی ہیں اس پر وہ ایک اداسے مسکرائی اس کی مسکراہٹ بھی نہایت دل فریب تھی ریحان نے اس کو مسکراتا ہوا دیکھ کر کہا۔

آپ بھی بہت زیادہ خوبصورت حسین ہیں۔

ریحان کی اس بات پر چاروں لڑکیاں حیران ہو گئی مورزین نے ریحان سے کہا۔ ریحان سیدھا پوائنٹ پر آؤ رو نہ اچھا نہیں ہوگا۔ جبکہ سیرن کا یہ سننا تھا کہ وہ سیدھا مورزین کے پہلو میں کھڑی ہو گئی ریحان جی شہزادہ ہو چکا تھا۔

کیا ہوا تم سب ایسے چپ کیوں ہو گئے۔ ملکہ نے پوچھا۔

نہیں ملکہ دیئے ہم بہت حیران ہیں اس ریاست کو دیکھ کر یہاں کے لوگوں کو یہاں کی حسیناؤں کو سندھ کی کوادرب آپ کو مورزین نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا۔

ملکہ بونی۔ یہ باتیں بونو بعد میں ہوں گی مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ تم سب یہاں کس لیے اور کہاں سے آئے ہو میں نے تم سب کو دیکھا تھا لڑتے ہوئے اور خاص کر اس لڑکے ریحان کو تب مجھے پتہ چلا کہ تم سب یہاں کے نہیں ہو تم سب کی طاقتیں ہم سے الگ ہیں۔

مگر ملکہ آپ نے ہمیں کیسے دیکھا آپ تو یہاں نہیں تھیں۔ حنا نے کہا تو ملکہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

یہ ہمارے لیے نہایت آسان ہے مجھو بے ہمارے ہاں ہاتھ کا کھیل ہے یہ دیکھو یہ دور بین ہے اس کے ذریعے میں یہاں پر بھی ریاست کے ہر فرد کو ہر جگہ کو جس کو میں چاہوں دیکھ سکتی ہوں اس نے ایک گھول سفید رنگ کی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اب دیکھو اے دور بین مجھے اس گل کا باہر والا منظر دیکھاؤ۔ اس کے ساتھ ہی اس دور بین سے سفید روشنی نکلنے لگی اور اب اس میں اچانک سے محل کے باہر والا سب منظر اس دور بین میں دھیرے دھیرے اوپر آیا جسے دیکھ کر سب کے ہوش اڑ گئے اس کے ساتھ ہی ملکہ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ منظر یکدم سے غائب ہو گیا۔۔۔ تو اب پتہ چلا کہ میں نے تم سب کو کیسے دیکھا۔

واؤ ملکہ یہ کمال کا تھا۔ عالیہ نے تجسس سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

تو اب کیا اب میں جان سکتی ہوں کہ تم سب کہاں سے آئے ہو۔ کیونکہ تمہارے جسموں کو باتوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تم سب یہاں اس دنیا کے نہیں ہو۔

ہاں ملکہ آپ نے ٹھیک سمجھا اس کے ساتھ ہی ریحان نے ملکہ حسینا کو شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ بتا دیا۔ جسے سن کر ملکہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی۔

ہاں تو تم سب مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو یا مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔

نہیں ملکہ قسم سے اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے ریحان نے ملکہ کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

مورزین بولی ہاں ملکہ یہ سب سچ ہے کیا آپ کو نہیں لگ رہا ہے کہ ہم کس دم دنیا کے ہو سکتے ہیں اور یہاں پر موت کے من میں اتنی دور کیوں آئے ہیں۔

اس پر ملکہ تھوڑی دیر خاموش رہی اور پھر بولی مگر یہاں پر تو کوئی بھی ایسی طاقت نہیں ہے جو ہم پر حکومت کر سکے ہاں ہمارے دشمن ہیں مگر اس کی طاقت بھی ہم جیسی ہی ہے۔ اس لیے ان کی الگ ایک ریاست ہے اور تم لوگ وادی مرگ کی چھٹی طاقت کو یہاں پر تلاش کرو گے جو ناممکن ہے یہاں پر ایسی کوئی طاقت نہیں ہے ملکہ کی باتیں سن کر سب کے ہوش اڑ گئے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کریں گے تو اس پر ریحان نے کچھ سوچتے ہوئے ملکہ سے کہا۔

اگر ایسا ہے وہ وہی عورت کون تھی اور مجھ سے وہ یہ کیوں کہہ رہی تھی کہ میں اس کی مدد کروں

ریحان کی اس بات پر ملکہ بولی۔ وہ عورت پاگل ہے۔

پاگل ہے مگر کس وجہ سے وہ اپنی بیٹی کا ذکر کر رہی تھی کہ وہ آزاد ہو جائے گی ملکہ سچ بتاؤ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اور اس کی یہ حالت کرنے والا کون ہے کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کی مدد ضرور کروں گا ریحان نے ملکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔



ملکہ بولی۔ ہائے یہ غصہ۔ غصہ میں تو تم اور بھی زیادہ حسین لگتے ہو اس لیے اگر میں نہیں کہیں بتاؤں گی تو کس کو کمر میں نہیں وہاں پر جانے کی اجازت نہیں دے سکتی کیونکہ اس کی بیٹی کو دنیا کی کوئی طاقت بھی ازاد نہیں کر سکتی۔ ملکہ نے گہری سوچ میں پڑتے ہوئے کہا۔

ملکہ آپ بس چچ بچا دیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا اور اس کی بیٹی کس کی قید میں ہے اور کیوں۔

ریحان نے مزید کچھ جاننا چاہا۔

کیونکہ وہ اس ریاست میں سب سے خاص لڑکی تھی اس کے پاس ایسی ایسی معلومات تھیں جو اس ریاست میں کسی کے پاس بھی نہیں ہیں یہاں تک کہ میرے پاس بھی نہیں۔ ملکہ نے بات شروع کرتے ہوئے کہا وہ ایسا کچھ نہیں جانتی تھی جو وہ نہیں جانتے تھے وہ اپنی ماں کی ایک لادڑی بیٹی تھی جس کو اس کی ماں نے بہت ہی لادڑی سے پالا تھا یا یہ سمجھو کہ اس کی ماں کی جان اس کی بیٹی میں بھی اس کی صرف ایک ہی سہیلی تھی اور وہ سندری تھی ملکہ نے سندری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس سے سندری کے چہرے پر مایوسی کے اثرات دکھائی دینے لگے اس کا نام لادڑ تھا لادڑ کی الگ ہی ایک پہچان تھی اور خاص بات اس میں یہ بھی جو یہ ریاست کے کسی بھی لڑکی میں نہیں ہیں وہ بات یہ تھی کہ اس کا پورے ریاست میں کسی بھی لڑکے کو وہ پسند نہیں کرتی تھی لڑکوں کے بارے میں اس کے خیالات بہت ہی الگ تھے وہ اس لیے پورے ریاست کے لڑکیوں میں الگ تھی ایک دن وہ کسی کام سے بہت دور نکل گئی تھی اس کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کس جگہ پہنچ چکی ہے جب اس کو کچھ خیال آیا تو وہ دوسرے ریاست میں بھی مگر یہ بھی کچھ اتنی بڑی بات نہیں تھی کیونکہ اس ریاست کے بھی کچھ لوگ ہمارے ریاست میں بھی بکھرا جاتے تھے اس لیے جب وہ اس جگہ سے واپس اپنے گھر پر آئی تو اس کی حالت کچھ اور تھی اس کی آواز اس کے کتے میں ہی دب کر رہ گئی تھی اس کا رنگ بھی بدل چکا تھا گلابی رنگت والی لادڑ اب زرد پڑ چکی تھی یہ نہیں اس دن وہاں پر اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہوگا جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو گئی تھی نہ ٹھیک سے کھاتی تھی نہ پیتی تھی بس ہر وقت اسے ایک ڈر لگا رہتا تھا کہ وہ بھی بھی موت کے منہ میں جا سکتی ہے اس کی ماں نے بہت پوچھا ان سے مگر اسکے لبوں پر صرف خاموشی اور چہرے پر ایک انجانا سادڑ تھا یہاں تک کہ وہ اس سہیلی سندری کو بھی اس نے کچھ نہیں بتایا وہ خواب میں ہی اٹھ جاتی تھی اور کسی ایسی جگہ پر چلی جاتی تھی جہاں پر انسانوں کا نام و نشان نہ ہوتا تھا۔ اور ہاں پر وہ سائے سے آراہ ہو جاتی تھی جب اس کو ہوش آتا تو وہ ایک سے ایک ڈراؤنی جگہ پر خود کو پاتی اور وہاں سے بھاگ کر آ جاتی تھی کبھی کبھی وہ خود کو نوچنا شروع کر دیتی تھی کبھی خود اپنے سے گوشت الگ کر لیتی اور مزے مزے سے کھا جاتی ملکہ جو جو باتیں کر رہی تھی وہ سب سیرن سے منسلک تھیں۔ سیرن کو لگا جیسے ملکہ اس کی داستان بیان کر رہی تھی وہ ریحان سے مایوسی سے بولی۔

ریحان یہ۔۔ یہ تو میری طرح اس کالے سائے کی۔ سیرن نے اتنا کہا تو ریحان نے اس کو اشارے سے روک دیا ملکہ اپنی بات جاری کئے ہوئے تھی۔ دن بدن اس کا ڈر بڑھتا چلا گیا اس کی ماں نے یہ بات ہم تک پہنچا دی تو میں نے اپنی طاقتور جادو گروں کے ساتھ مل کر اس کی کھوج جاری کر دی مگر

ہمیں اس میں صرف مایوسی ہی ملی تو میں نے دوسرے ریاست کی ملکہ یعنی ہمارے دشمن کو خبر پہنچا دی کہ اس نے یا اس کے ریاست کے کسی بھی فرد نے لادڑ پر جو بھی جادو کیا ہوا ہے جلدی سے اس کو ختم کر دے ورنہ اس کا انجام بہت ہی برا ہوگا مگر اس ریاست سے ہمیں یہ جواب ملا کہ ہمارا لڑکی کے ساتھ کچھ لینا دینا نہیں ہے اور ہم نے اس پر کوئی جادو نہیں کیا یہ کوئی دوسری شخصیت یعنی کوئی دوسری طاقت ہے جو ہم سے طاقت ور ہے اور آخر میں اس نے یہ بھی پیغام دیا کہ اس لڑکی جو بھی سایہ ان سے جو بھی کر رہا ہے اس میں اس طاقت کا اپنا ہی ایک مقصد ہے اور اگر ہم بھی اس کے راستے میں آئے تو ہمارا بھی جو حال ہوگا وہ نکلیں در نکلیں یاد رہیں گی۔ ہم نے بھی جب پوری طاقت اپنا پورا جادو استعمال کیا تو ہم کو بھی پتہ چلا کہ لادڑ کو اب کوئی بھی نہیں بچا سکتا ہے اس لیے ہم نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اور لادڑ کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا اس کی ماں اس کو بچانے کے لیے پانگوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتی رہتی جب وہ ہمارے ریاست سے ناامید ہوئی تو وہ ہمارے دشمن ریاست میں چلی گئی وہاں پر تو اس ریاست کے لوگوں نے اس کا جو حال کیا وہ برا ہی بھیا تک تھا اس کو پتھروں سے مارا گیا تھا اس کے کپڑے اور اس کا جسم زخموں سے چور تھا جب وہ بے ہوش ہو گئی تو اس نے اس کو شہادی ریاست میں پھر سے چھینک دیا وہ اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے وہاں پر پڑتی تھی مگر وہ یہ چول گئی تھی کہ دشمن ہمیشہ دشمن ہوتا ہے اب ان کی بیٹی سے زیادہ ان کی حالت حد سے بھی زیادہ خراب ہو گئی تھی پھر ایک دن لادڑ اپنے کمرے سے غائب ہو گئی اس بار وہ ایسی غائب ہو گئی کہ اب تک نہ لوئی ہم نے جب پتہ لگا تو ہمیں صرف اتنا ہی پتہ چلا کہ وہ ایک جادوئی غار میں دیکھی گئی تھی اور اس کو کچھ زمانے کی کوشش میں لگ ہی مگر اس غار کے اندر سے یہ آواز سنائی دی کہ اگر اس لڑکی کو یہاں سے چھڑانا ہے تو طاقت سے نہیں طاقت کے اندر سے اس لڑکی کو یہاں سے آزاد کیا جاسکتا ہے محبت کے لفظ سے آج تک ہم انجان ہیں کہ آخر محبت ہے کیا۔ اور اس نے ایسا کیوں کہا کہ اس لڑکی کو صرف بچے محبت کرنے والے ہی آزاد کر سکتے ہیں جو ایک دوسرے سے سچی محبت کرتے ہو اس کی باتوں سے ہی یہ لڑکی آزاد ہو سکتی ہے بس آج تک ہم یہ سمجھ نہیں سکے کہ یہ سچی محبت کیا ہوتی ہے اس لیے ہم نے بہت کوشش کی محبت کے بارے میں جاننے کی مگر ناکام رہے اس کی وجہ سے اس کی ماں مکمل پامال ہو گئی آج بھی وہ اپنی بیٹی کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگتی پھر رہی ہے ریاست کے کچھ لوگ تو سے پتھروں سے مارتے ہیں ہم نے اسے یہاں اس محل میں رہنے کو کہا مگر وہ یہاں بھی نہیں رہی ملکہ نے جب بات ختم کی تو ریحان اور سب کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے ریحان اور سب لڑکیوں کو آج پہلی مرتبہ کسی پر اتنا ترس آیا تھا ریحان تو کچھ کہنے کے قابل نہیں تھا مگر مورزین نے ہمت کر کے ملکہ سے کہا۔

ملکہ کیا آپ کی ریاست میں کوئی بھی سچی محبت کرنے والا نہیں ہے۔

مورزین نے اس بات پر ملکہ حیران ہوئی اور کہا۔ تو کیا تم محبت کو جانتی ہو۔

ماں کیوں نہیں۔ مورزین نے جواب دیا۔

ملکہ بولی۔ بتاؤ کہ یہ محبت کیا ہوتی ہے۔



ملکہ کی اس بات پر سب ہی حیران رہ گئے۔ کہ کیا ج میں اس ریاست کے یہ حسین لوگ محبت سے انجان ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں پر محبت کرنے والے نہیں ہیں۔

مورزین نے ملکہ سے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی ریاست میں لوگ محبت سے انجان ہیں تو کیا یہاں پر شادیاں نہیں ہوتی ہیں میاں بیوی نہیں ہوتے ہیں کیا یہاں پر ایسی کوئی لڑکی یا ایسا کوئی لڑکا نہیں ہے۔ کہ وہ لڑکا صرف ساری عمر اس لڑکی کے ساتھ ہی عمر گزاریں شادی کر کے اور وہ لڑکی بھی وہ ایک دوسرے کے علاوہ کسی تیسرے کو دیکھتے تک نہیں پھر مورزین نے ملکہ کو محبت کے بارے میں سب کچھ بتایا تو ملکہ بولنے لگی۔

مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے سے ساری عمر گزاریں یہاں پر تو لڑکا اور لڑکی ایک ہفتہ اور ایک مہینے سے زیادہ وقت نہیں گزار سکتے اب چاہے وہ شادی کریں یا نہیں کریں۔ ملکہ کیا ج کہہ رہی ہیں۔ سیرن نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہاں یہی اس ریاست کا رواج ہے تو کیا تمہاری دنیا میں لڑکا اور لڑکی ساری عمر ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے ہیں۔

ہاں ملکہ۔ سیرن نے کہا۔ اچھا تو اب سچی کہ محبت اسکو کہتے ہیں۔ ملکہ حیرانگی سے بولی۔ صرف اس کو نہیں بلکہ محبت کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جتنا بھی ملکہ سے کہا ہاں ماں سے محبت سے بیٹی سے محبت بیٹے سے بھائی سے اور سب سے بڑی محبت جس نے نہیں تمہیں اور اس پورے کائنات کو اس پوری دنیا کو ہر جاندار بے جان کو زمین و آسمان کو ہاں وہ محبت ہے اللہ پاک سے۔ مورزین نے بات ختم کی تو ملکہ نے کچھ باتیں کی جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ خدا کو نہیں مانتی تھی بلکہ ریاست کا کوئی بھی فرد خدا کو نہیں مانتا تھا۔ ریحان نے مورزین سے کہا۔

یہ سچی ضرور مانتیں گے وقت آنے دو ریحان نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ میں اس بوڑھی عورت پر ہوئے ایک ایک ظلم کا بدلہ لوں گا۔ اس لڑکی لاڈ کو میں آزاد کرواؤں گا چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے میں کروں گا اس کے بعد اس کا جو بھی ذمہ دار ہوگا اس کو ایسی بھیانک موت ماروں گا کہ اس کی روح بھی کانپ اٹھے گی۔ ملکہ آپ پلیز مجھے جیسے بھی کر کے اس جادوئی غار کا پتہ دے دیں مگر میں ملکہ پلیز مجھے ہر حالت میں اس لڑکی کو آزاد کرانا ہے۔

مورزین نے کہا۔ ہاں ملکہ اس لڑکی کو آزاد کرنا بہت ہی ضروری ہے کیونکہ اس کی کہانی بھی بالکل سیرن کی طرح ہے لگتا ہے اب منزل دور نہیں ہے سیرن ہمیں اب تمہارے اوپر جو سایہ ہے اس کا بھی پتہ ضرور چلا گا

ہاں مورزین اس لڑکی لاڈ کو کہانی سن کر مجھے اپنے واقعات یاد آنے لگے ہو سکتا ہے اس لڑکی کے پاس کچھ ایسے معلومات ہوں جو ہمیں نہ صرف واوی مرگ کی چھٹی طاقت تک پہنچا دے بلکہ اس سائے تک بھی۔

ہاں دیدی اب منزل دور نہیں ہم حال میں اس لڑکی کو آزاد کرانیں گے جتنا کہ بعد عالیہ بولی۔ مگر کیسے سچی محبت کرنے والے ہمارے بیچ میں کیسے۔

عالیہ کی بات پر مورزین بولی بس ایک بار ہمیں اس غارتگ پہنچے دو پھر ہمارا کھیل دیکھنا۔ مگر کیا تم سب میں سچی محبت کرنے والے ہیں۔ ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جنا بولی ملکہ یہ پتہ تو ماں پر چلا گا۔

ریحان نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ کے لوگوں میں اور اس دوسری ریاست کے لوگوں کے بیچ دشمنی کیوں ہے۔ اسی کی وجہ ہے جس سے آپ دونوں ریاستیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور آپ دونوں ریاستوں میں دشمنی ہو گئی۔

ریحان کی اس بات پر ملکہ بولی۔ ہماری ریاستوں میں یہ دشمنی صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ اور اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ سب ایک الگ خیالات کے مالک ہیں وہ ہمیشہ سے ظلم کرتے چلے آ رہے ہیں وہ بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں صرف اپنی طاقت بڑھانے کے لیے اور اس پر جب ہماری دادوں پر دادوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو وہ نہیں مانیں اور کہنے لگے کہ اگر کسی کو ہمارے کام میں شریک نہیں ہونا تو وہ آپ سب کے ساتھ ہو جائیں۔ اور جو ہمارے ساتھ ہیں وہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گے اس لیے ہم ایک علیحدہ ریاست بنائیں گے مگر یہ بات ہمارے دادوں نے جب نہیں مانی تو آخری فیصلہ جنگ کا ہوا اور اس وقت جب جنگ لڑی گئی تو وہ ایک بہت بڑی بھیانک اور جادوئی جنگ تھی جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے اور آخر میں وہ سب ایک الگ ریاست بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ بس اسی دن سے لے کر آج تک ہمارے بیچ یہ دشمنی قائم ہے جب بھی کوئی بات ہوتی ہے تو ہم ایک دوسرے کو خنجر کرتے ہیں۔ اور ایک مقررہ دن پر ہم دونوں ریاست کے سرے پر کچھ معلومات وغیرہ شیئر کرتے ہیں کئی بار ایسا بھی ہوا کہ اگر اس ریاست کا کوئی فرد ہماری ریاست میں آتا ہے یا ہماری ریاست کا کوئی فرد اس کی ریاست میں غلطی سے چلا جاتا ہے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے یا پکڑا جاتا ہے۔ اس لیے کئی بار ایسا ہوا کہ ہم جنگ کے قریب ہوتے ہیں مگر جنگ ابھی تک لڑی نہیں گئی ہے جب ہوگی تو اس بار ایسا ہی جنگ ہوگی کہ یا تو وہ رہیں گے یا پھر ہم۔ ملکہ نے جب بات ختم کی تو مورزین نے کہا۔

ملکہ حسن کیا اس ریاست کی بادشاہت بھی ایک لڑکی کرتی ہے۔

ملکہ نے جواب دیا۔ ہاں وہ بھی ایک لڑکی کرتی ہے۔ اس کا نام میکا ہے۔ میکا ایک بہت بڑی جادوگرنی ہے اس کا سحر بہت تیز ہے۔ وہ جس کسی کو بھی پسند کرتی ہے تو وہ اس کا ہو جاتا ہے اور پھر جب ان سے اس کا دل بھر جاتا ہے تو آخر میں اس کا دل نکال کر وہ ایک صندوق میں رکھتی ہے اور جب سات نو جوانوں کا دل وہ مکمل نکالتی ہے تو اسے سات حسیناؤں کے خون میں مانی ہے انان سے نسل کرتی ہے یہ بات سنا کر عالیہ روتے ہوئے بولی۔

مگر کس کا دل کھانی ہے کہ اس سے اس کا سن اور بھی بڑھ جاتا ہے اور وہ بوڑھی ہونے سے بیچ



جاتی ہے اس وجہ سے وہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے اس ریاست پر حکومت کرتی چلی آرہی ہے۔ سات  
نوجوانوں سے وہ اپنی خواہش پوری کرتی ہے اور سات حسیناؤں سے خون نکل کر وہ ساتوں دلاس میں  
رکھ دیتی ہے اور پھر غسل کرتی ہے جس سے اس کے جادو اور طاقت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے یہ سب سن  
کر ریحان نے اپنے دانت چباتے ہوئے کہا۔

وقت آنے دو اس کو تو میں دیکھتا ہوں۔ ریحان کی بات سن کر ملکہ حسینا تیزی سے بولی۔  
نہیں ریحان تم اس کے سامنے سچی دور دراز ہمارے بہت خاص مہمان ہو اس لیے میں  
تمہیں کسی بھی حال میں کھانا نہیں چاہتی ہوں۔ ملکہ کی بات سن کر عالیہ سمرن سے بولی۔

یہ تو ایسا کہہ رہی ہے جیسے ریحان سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔  
سمرن ملکہ سے بولی۔ آپ ہمدردی فکر نہیں کریں۔ وہ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا تو ملکہ حسینا کیا آپ  
ہمیں اس غارتگ سے بچا دیں گے۔

ہاں ریحان مگر آج نہیں صبح ہی جائیں گے تم سب بھی آرام کرو ہمیں اپنی مہمان نوازی کا موقع دو  
ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ویسے بھی مجھے بہت جھوک لگ رہی ہے۔ حنا نے اچھلتے ہوئے کہا۔  
ٹھیک ہے ملکہ ہم آگے بہت ہی شکر گزار ہیں ریحان نے ملکہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس سے

ملکہ اپنی محسوس انداز میں دھیرے دھیرے ریحان کی طرف رجحی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر  
کہنے لگی۔ نہیں تم یہ کہہ کر ہمیں شرمندہ کر رہے ہو ویسے میں سوچ رہی تھی کہ تم بہت پہلے یہاں پر آ جاتے  
جبکہ ریحان کچھ کہنے کے موڈ میں کہاں تھا وہ ملکہ کے گرم سانسوں میں ڈوبتا چلا جانے لگا تھا۔ سمرن نے  
ریحان کو پیچھے ایک لات ماری جس سے ریحان اپنی اصلی حالت میں واپس آیا۔ اور سمرن کو غصہ سے  
دیکھا اور دانت چباتے ہوئے کہا۔

سمرن کی چیخ تو زور اچلی نہیں تو میں بناتا ہوں۔  
سمرن نے زور سے کہا اب چلیں جھوک لگی ہوئی ہے۔ اور ہم بہت تھکے بھی ہوئے ہیں۔  
سندر نے سمرن کو غصہ سے دیکھا ملکہ نے اپنی دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی تو ایک کونے سے  
چار خوبصورت لڑکیاں آئیں ملکہ نے ان سے کہا۔

ان سب کو ہمارے شاہی مہمان خانے میں لے چلو اور ان سب کو کسی قسم کی بھی تکالیف نہیں ہونی  
چاہیے۔ یہ سب ہمارے بہت ہی خاص مہمان ہیں۔ اسی طرح وہ بھی شاہی مہمان خانے میں موجود تھے  
تھوڑی دیر میں ان سب کے سامنے ایسے ایسے کھانے پیش کئے گئے جس کو ان سب نے آج سے پہلے بھی  
نہیں دیکھا تھا نہ ہی کھایا تھا کھانے کے بعد ریحان نے سمرن کو تیزی سے اس کے بالوں سے پکڑا  
اور پھینچنے لگا۔

ریحان ریحان چھوڑ دو مجھے زرد ہو رہا ہے۔ آدھ چھوڑ دو۔ مجھے۔  
کیوں چھوڑ دوں تمہیں۔ وہاں تو مجھے لات مار کر بڑا مزہ آ رہا تھا تم کو اب کیسا لگ رہا ہے۔  
ریحان چھوڑ دو مجھے میں آئندہ تمہیں لات نہیں ماروں گی مگر تم کیوں ملکہ سے ایسی باتیں کر رہے

تھے اور پتہ نہیں تمہیں اس میں کیا دیکھا کہ سپنوں کی دنیا میں چلے گئے اس لیے تمہیں سپنوں کی دنیا سے لانا  
ضروری تھا ورنہ بہت کچھ ہو جاتا۔ اس پر ریحان نے اس کے بالوں کو پیچ کر کہا۔

او تو تمہیں کیا پڑی تھی کہ مجھے سپنوں کی دنیا سے واپس لانا چاہتی تھی جب میری بہن کچھ نہیں کہہ رہی  
تھی تو پھر تم کو کیا پڑی تھی میں جو بھی کروں اس سے تمہیں کیا ہو سکتا ہے کہ میں حسینا سندر سے شادی  
بھی کروں۔ ریحان نے اتنا کہا کہ تو سمرن نے خود کو تیزی سے ریحان سے آزاد کر لیا اور ریحان کا گریبان  
پکڑ کر کہا۔

کر کے تو دیکھ میں تمہاری ٹانگیں تو زردوں گی۔  
ریحان نے کہا۔ او تو تم تو مجھ پر اپنا حق ہی جمائے لگی ہو۔

اس پر سمرن نے تیزی سے ریحان کا گریبان چھوڑا اور منہ جھکائے ہوئے وہاں سے دور کھڑی  
ہو گئی جبکہ باقی تینوں لڑکیوں کے منہ ہجرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ مورزین نے مسکرا کر کہا۔  
لگتا ہے اب تو اس محبت والے جادو کی غار پر ضرور چلیں گے۔

حنا کہا ہاں مورزین اب راستہ مل چکا ہے۔ جبکہ عالیہ خاموش ہو گئی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو لگے  
اور وہ بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی جسے دیکھ کر حنا نے کہا اب اس کو کیا ہو گیا ہے۔  
مورزین نے جواب میں صرف اتنا کہا حنا یہ ضروری تھا شکر ہے عالیہ کو بھی حساس ہوا۔  
ریحان بھی دھیرے سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

رات گہری ہے گہری ہو چکی تھی۔ ریحان کے کمرے میں مست کر دینے والی خوشبو پھر سے محسوس  
ہوئی جو پہلی رات میں اس نے محسوس کی تھی مگر ریحان کو کمرے میں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا پھر اچانک  
ریحان نے کسی نادیدہ مخلوق کو اپنے بہت ہی قریب محسوس کیا اس کی سانسوں کی آواز ریحان کو صاف  
محسوس ہو رہی تھی وہ جو بھی تھا ریحان کے بہت ہی زیادہ قریب تھا پھر ریحان نے کہا۔  
سامنے آؤ سندر میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی سندر کی کا جو د سامنے آیا اس نے پھر سے سرخ جوڑا پہننا ہوا تھا جو بہت ہی  
پارک تھا جس میں اس کا بدن ایسے دکھائی دے رہا تھا جیسے کوئلے کی کان میں ہیرہ چمک رہا ہو۔ ریحان تو  
تھوڑی دیر اس کی خوبصورتی اس کے حسن میں کھویا رہا اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر حسینا اور سندر  
کی آنکھوں میں وہ کون سی کشش تھی جس میں ریحان ڈوبتا ہی چلا جاتا تھا۔ ریحان نے جلد ہی خود کو  
سنبھالا اور اپنا منہ دوسری طرف کر کے کہا۔

کہو سندر تم اتنی رات گئے ہمارے روم میں کیے۔

ریحان تم پہلے مدمد ہو جس نے میرے حسن اور میرے نازک بدن کو دیکھ کر منہ موڑا ہے۔ لیکن پتہ  
نہیں ریحان جب سے تمہیں دیکھا ہے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے ہر وقت تمہارے بارے میں سوچتی ہوں  
ایسا لگتا ہے کہ جیسے بس تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور میں تمہیں دیکھتی جا رہی ہوں۔ تم سے باتیں کرنی



ہوں۔ یہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے آج تک صرف لڑکے ہی میرے پیچھے بھاگتے تھے مگر میں ابھی تک کسی کے پیچھے نہیں پڑی ہوں ضرورت ہی نہیں پڑی مگر تمہیں جب سے دیکھا ہے تو ہر وقت یہ دل کرتا ہے کہ بس تھیلہ سے پاس بیٹھی رہوں تمہیں ہی دیکھتی رہوں ریحان لگتا ہے کہ آج تم نے محبت کے بارے میں جو بتا تھا لگتا ہے وہ مجھے ہو گیا ہے۔ تم سے دور رہنے کو دل نہیں کرتا ہے میرا دل یہی چاہتا ہے کہ ساری زندگی بس صرف تمہارے ہاتھوں میں رہوں۔

سندری نے جب بات ختم کی تو ریحان نے اس سے کہا۔ دیکھو سندری تم بہت ہی اچھی لڑکی ہو تمہیں ایک سے ایک اچھا لڑکا مل سکتا ہے ار جہاں تک میرا سوال ہے تو میں یہ حق کسی اور کو دے چکا ہوں اب تو میرے خوابوں خالوں میں بس وہ ہی رہتی ہے اس کے علاوہ میں کسی اور لڑکی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ وہ ہی میری زندگی ہے اور یہی تو نہیں وہ بھی میرے بنا مر جائے گی۔ وہ تو سانس بھی لیتی ہے تو میرے لیے لیتی ہے یہ سمجھو کہ میں اس کی جان ہوں اگر میں نے کسی اور لڑکی کے ساتھ کچھ کیا تو وہ جیتے جی مر جائے گی۔ سندری محبت زندگی صرف ایک بار ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ دونوں طرف سے ہو اور میں وہ محبت کسی اور کے ساتھ کر چکا ہوں۔ میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اس لیے مہربانی کر کے مجھے بھول جاؤ ورنہ محبت کی آگ تمہیں جلادے گی اگر تمہیں برباد کر دے گی مجھے یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ چکی ہو گی۔

ریحان میں جانتی ہوں۔ کہ تم کسی کی بات کر رہے ہو وہ میں جانتی ہوں کہ وہ خوش نصیب سیرن ہی ہے جس کی وجہ سے تم آج اتنی دور موت کے سفر پر آئے ہو میں پہلے ہی یہ سب جانتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ سیرن کی جان ہوتی مگر پھر بھی میں یہاں پر اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے پاس آنے سے خود کو نہیں روک سکتی ہوں۔ اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ اس ریاست کی شہزادی ملکہ حسنا کا دل بھی تم پر آ گیا ہے وہ بھی تم سے جس کو تم لوگ محبت کہتے ہو شاید وہ بوجھ ہے کیونکہ وہ بھی مجھ سے صرف تمہارے بارے میں ہی باتیں کر رہی تھی اور یہی نہیں وہ تو یہاں بھی آنا چاہتی تھی مگر اس کی بادشاہت اس کا ضمیر یہاں آنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے خود کو روک لیا۔ مگر جلد ہی وہ بھی تم سے کہہ دے گی ریحان میں جانتی ہوں کہ تم بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکے ہو مگر دل کو کون روک سکتا ہے۔

سندری کی ملکہ حسنا بھی۔ ریحان نے اتنا کہا تو سندری نے جواب دیا ہاں ریحان یہ سچ ہے۔

اف خدا اباب کیا ہوگا ریحان نے منہ اوپر کی طرف کرتے ہوئے کہا سندری اب تم جاؤ اور ہاں یہ باتیں اگر ہو سکیں تو ملکہ سے بھی کہہ دینا کہ میری زندگی میں سیرن کے علاوہ کسی اور کے لیے جگہ نہیں ہے اور یہی نہیں بلکہ میں تو خود کو سیرن سے بھی ابھی تک دو رکھا ہوا ہے اس لیے کیونکہ میری زندگی کا کوئی بھی بھروسہ نہیں ہے۔ اس لیے جب تک زندہ ہوں سیرن کا ہی رہوں گا اس کے علاوہ میں کسی دوسری لڑکی کا تصور بھی اپنے ذہن میں نہیں لاسکتا ہوں یہ میری زندگی کا سچ ہے۔

ریحان نے جب اپنی بات ختم کی تو سندری بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ ریحان کی گہری سوچ میں ڈوب کر بستر پر لیٹ گیا۔ اسی طرح یہ رات بھی اپنے اختتام پر پہنچ گئی۔ ریحان فجر کی

نماز پڑھنے لگا۔

ادھر ملکہ حسنا بھی جاگ گئی تھی اور وہ اپنے جادوئی دور بین میں ریحان کو ہی دیکھ رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ آخر ریحان یہ کیا کر رہا ہے ضرور ان سے پوچھوں گی اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا دن کے اجالے ہر سو بھیل چکے تھے سندری ریحان کے پاس آئی اور کہا۔

تم کو ملکہ نے یاد کیا ہے وہ تمہارے پیچھے ناشتہ پر انتظار کر رہی ہے جلدی آؤ۔

سندری کو کیا ملکہ میرے ساتھ ناشتہ کرنا چاہتی ہے۔

ہاں۔ وہ ایسا ہی کرنا چاہتی ہے۔ سندری نے بتایا۔

ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں ریحان نے خود کو تیار کیا اور نیچے ملکہ کے کمرے میں چلا گیا ملکہ ناشتہ پر اس کا انتظار کر رہی تھی وہاں پر سونے سے بنا ہوا ایک سنہرے رنگ کا میز تھا جس پر ہر قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے ریحان کو دیکھ کر ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آؤ اور ریحان۔ میں تمہاری ہی بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

کیوں ملکہ جی کوئی خاص بات ہے۔

ہاں ریحان تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔

اچھا تو کریں اب ریحان نے بیٹھے ہوئے کہا۔

ریحان میں نے تمہیں فجر کے وقت عجیب سے انداز میں دیکھا ہے جیسے تم کسی کے سامنے جھک رہے تھے جسے تم ان سے کچھ مانگ رہے تھے بڑی عاجزی سے مگر میں نے بہت کوشش کی کہ وہ کون ہے جس کے سامنے تم نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا مگر وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا ریحان وہ کون سی طاقت تھی جس کے سامنے تم وہ سب کر رہے تھے اور کیوں ملکہ نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر دیے۔

ملکہ تم جانتا جا رہی ہو کہ میں کس کے سامنے وہ سب کر رہا تھا تو سنو میں اپنے خدا اپنے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا تھا وہی اللہ جس نے مجھے تمہیں اور اس پوری کائنات کو پیدا کیا ہے میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب نہیں مانو گی۔ مگر یہ سچ ہے مرنے کے بعد میں اس کے ہی سامنے جانا ہے اپنا حساب کتاب دینے اگر ہم نیک ثابت ہوتے تو ہمیں اس جہاں میں وہ ساری خوشیاں ملیں گی جو اس جہاں میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے جنت میں اور اگر ہم اس کے سامنے برے ثابت ہوتے تو اگر ہم نے اس جہاں میں اس ذات سے انکار کیا تو ہمیں اس جہاں میں ساری عمر وہ بھیا تک سزا ملے گی اور جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اللہ کو نہ ماننے والے جہنم میں جائیں گے اور یہی سب سے بڑی حقیقت ہے جس کو ہم جھٹلا نہیں سکتے ہیں۔ اس لیے میں دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہوں اور اللہ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ مجھے جنت الفردوس میں جگہ دے اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے نجات دے اور میرے گناہ معاف کرے ملکہ میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب نہیں مانتی ہو مگر ایک بار اللہ کو پکار کر دیکھو ایک بار اسے مان کر دیکھو اس پر یقین کر کے دیکھو۔ تب دیکھنا تمہاری زندگی ہی بدل جائے گی۔

ریحان کی باتیں سن کر ملکہ نے کہا۔ ریحان میں جانتی ہوں کہ جس ذات کی تم بات کر رہے ہو وہ











ڈر کے آگے جیت قسط نمبر 12



ہی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ آپ دونوں کے چہرے کے نور اور حسن کو لگتا ہے کہ آپ دونوں کی دوسری دنیا کے ہو۔

ہڈیوں سے بنا ہوا تاج تھا جس سے دھواں نکل رہا تھا وہ دھیرے دھیرے اپنے تخت سے نیچے اترتی اور مسکراتے ہوئے ریحان کی طرف بڑھنے لگی جبکہ باقی تینوں لڑکیاں جب میں مصروف ہو گئیں۔ وہ ریحان کے قریب پہنچ کر اس کے شہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور انگلیوں کے ناخن کا لے رنگ کے تھے۔ جو تجربوں سے بھی زیادہ تیز دار تھے ریحان اب بھی مہجوت کھڑا تھا اچانک اس لڑکی کی آنکھوں سے کالے رنگ کی ایک روشنی نکلنے لگی جو سیدھا ریحان کی آنکھوں میں چلی گئی ریحان کا دماغ تاریکیوں میں اور اندھیرو ل میں ڈوبتا چلا جانے لگا۔ اچانک میرن کی نظر اس پر پڑی اس نے مورزین کو آواز دی۔

مورزین وہ دھیکوودہ ریحان پر کچھ جاہد کر رہی ہے۔ مورزین نے جب اس کو دیکھا تو وہ سیدھا اس لڑکی اور ریحان کی طرف بڑھنے لگی حنا اور میرن بھی ان کی طرف بڑھنے لگے مگر جیسے ہی وہ نزدیک پہنچے ریحان سمیت سبھی لڑکیاں اور وہ رنگ بدلتی ہوئی خونخوار مخلوق غائب ہو گئی۔ اب وہاں پر صرف مورزین اور میرن اور حنا ہی رہ گئے ہاں لاڈو ہم کی اور دنیا سے آئے ہیں یہ سب بعد میں ہم آپ کو بتا میں گے فی الحال یہاں سے باہر نکلنے کی کرتے ہیں۔ میرن نے لاڈو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی وہ سنبھلی تو چل دیئے اور غار کے باہر نکلے وہاں پر مورزین حنا اور سندری پر عجیب سے مخلوق نے حملہ کیا وہ تھا۔ تینوں لڑکیاں کافی زخمی ہو چکی تھیں وہ بھی بہت بھیاں مک مخلوق تھی جس کی طاقت بہت ہی زیادہ تھی وہ لمحہ بہ لمحہ چہرے بدلتے رہتے تھے چہروں اور وجود کو بدلنے والی ایک خونخوار اور خوفناک مخلوق نے تینوں لڑکیوں پر حملہ کیا ہوا تھا وہ سیکندوں میں ایک سے بڑھ کر ایک خوفناک اور ڈراؤنی شکلیں بدلتے جا رہے تھے ریحان نے لاڈو کو زمین پر لٹایا اور ہوا کی تیزی کے ساتھ اس مخلوق پر حملہ آور ہوا اب وہاں پر ایک بھیاں مک اور خونخوار جنگ شروع ہو چکی تھی میرن نے بھی اپنی تلوار نکالی اور جنگ میں شریک ہو گئی چاروں طرف خون ہی خون تھا لاڈو نے جب یہ سب دیکھا تو اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

ریحان نے سندری سے کہا۔ یہ کون سی مخلوق ہے۔ اور تم سب پر حملہ کیوں کیا۔ سندری نے کہا۔ یہ نہیں ہے کسی سمت سے آگئی ریحان میں یوں کی اور یوں ائی مجھے حسد نہ بتانا ہوگا تم سب اکیلے ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ ٹھیک ہے اور ہاں لاڈو کو بھی لے چلو اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ہم اس مخلوق کو روکنے ہیں جاؤ سندری وقت کم ہے سندری نے لاڈو کا ہاتھ پکڑا اور غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اچانک سے دھواں ابھرا۔ اور اب وہاں پر کچھ لڑکیاں کھڑی تھیں۔ اور اس کے درمیان میں ہڈیوں سے بنا ہوا ایک تخت تھا جس پر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جو اپنے ادا اور حسن سے قیامت ڈھارہی تھی۔ ریحان کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی تو وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑا ہوا گیا جیسے اس میں سانس نہیں ہو۔ اس لڑکی کے سر پر تھے۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔

قبول ہے بس صرف آج کے اس لمحے کے لیے وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے ہوئے تھے ریحان نے میرن کے پھول سے نازک بدن کو اپنی باہوں میں سمیٹے ہوئے رکھا تھا میرن کے چہرے پر محبت کی شوخی اور لالی بھر گئی تھی دونوں دینا جہاں سے بے خبر ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے ہوئے تھے جبکہ باقی تینوں ریحان اور میرن کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے ریحان کو ایسا لگتا جیسے اس کے مضبوط ہاتھوں کی وجہ سے میرن کے نازک جسم سے خون ٹپکانا شروع ہو جائے گا۔ اس وجہ سے ریحان نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور دونوں خیالوں کی دنیا سے واپس آگئے غار کے اندر سے آواز آتی تھی دونوں کی محبت جی ثابت ہوئی تم دونوں اندر جا سکتے ہو ریحان نے جب یہ سنا تو میرن سے خوش ہو کر بولا۔ میرن دروازہ کھل گیا ہے ہمارا نازک کام کر گیا ہے ویسے میرن تم بہت اچھی اینکنگ کر لیتی ہو۔ ریحان نے جان بوجھ کر ایسا کہا جس سے میرن کے سارے سینے ہل میں ہی ٹوٹ کر نکھر گئے ریحان نے میرن سے کہا۔

آؤ اندر لاڈو کو آزاد کرانے کا وقت آ گیا ہے۔ میرن بغیر کچھ کہے ریحان کے ساتھ روانہ ہو گئی اور وہ دونوں غار کے اندر چلے گئے اندر ہی طرف روشنی ہی روشنی تھی جب وہ دونوں مکمل غار کے اندر پہنچے تو وہاں پر لاڈو زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے اس میں سانس نہیں ہو ریحان نے جلدی سے اس کو اٹھایا لاڈو اٹھو دیکھو ہم آگے ہیں اب تم آزاد ہو جاؤ گی آنکھیں کھولو مگر وہ آنکھیں کھولنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی ریحان لگتا ہے یہ بے ہوش ہو چکی ہے۔

نہیں میرن لگتا ہے یہ اب بھی اس کالے سائے کے زیریں ہے ریحان نے کچھ پڑھتے ہوئے لاڈو پر جھونک ماری تو اس نے دھیرے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ بھی خوبصورتی کی ایک مثال تھی اس کے براؤن بال تھے اور براؤن کلر کی موٹی موٹی آنکھیں تھیں اور دودھ کی طرح سفید رنگ تھا۔ اس نے جب آنکھیں کھولیں تو میرن اور ریحان کو دیکھ کر کہا۔ آپ دونوں کون ہو اور یہاں پر کیسے پہنچ گئے ہو۔ ریحان نے اس سے کہا یہ بعد میں بتائیں گے۔ پہلے چلو یہاں سے ریحان اور میرن نے اس کو اٹھایا مگر وہ چل نہیں پاری تھی ریحان نے اس کو اٹھایا اور غار سے باہر بڑھنے لگا لاڈو ریحان کو بہت گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

میرا میر بھاری ہو رہا ہے۔ وہ پھر سے مجھے اپنے قابو میں کر رہا ہے۔ کون کون نہیں اپنے قابو میں کر رہا ہے ریحان نے رکتے ہوئے لاڈو کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ یہ نہیں ایک کالا سا ہے۔ مجھے بچاؤ وہ مجھے پھر سے قابو کرنا چاہتا ہے ریحان کے اپنے جب سے ایک تعویذ نکالا جو اس نے رات کو ہی بنایا تھا۔ لگتا ہے اس تعویذ کا وقت آ گیا ہے۔ ریحان یہ تعویذ میرن نے تعویذ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میرن یہ تعویذ لاڈو کو اس سائے سے محفوظ رکھنے کے لیے بنایا ہے۔ جیسے ہی ریحان نے وہ تعویذ لاڈو کے گلے میں ڈالا تو لاڈو کی حالت یکدم سے ٹھیک ہو گئی اب آپ کیسے محسوس کر رہی ہیں۔ یہ یہ آپ نے میرے گلے میں کیا ڈالا ہے۔ اس نے تعویذ کو دیکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کہا کہ اب میں خود کو بہت



# پچھتاوا

-- تحریر: مسز طاہرہ سلیم تم تم نشاد۔ کینال فتح جنگ --

تم کیا سمجھتی ہو میں تمہاری باتوں میں آ جاؤں گا تو تمہارا خیال غلط ہے تم جھوٹی ہو دوستی کو تم نے کھیل سمجھا انسانوں کو کل کر کے تم نے میری دوستی کا مان توڑا ہے میں تم کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گا میں نے اسکی بات کاٹ کر غصہ سے کہا۔ پچھتاؤ گے تم میری یادیں ساری زندگی تمہارا پیچھا کریں گی۔ تم ایک دن ضرور یقین کر لو گے کہ میری دوستی کبھی بھی صرف انسانوں میں ہی نہیں دوسری مخلوق میں بھی مخلص دوست پائے جاتے ہیں میں اپنی دوستی پر قربان ہونے کو تیار ہوں اگر میری موت دوستی پر لگا یا الزام دھل سکتا ہے تو ایسی دوستی پر ہزاروں دفعہ میں قربان ہونے کو تیار ہوں اب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی کوئی بھی فریاد تم سے نہیں کروں گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور پچھتاؤ گے تم ساری زندگی احساس جرم کی آگ میں ترختے رہو گے۔ وہ طنز کرتے ہوئے بولی۔ یہ تمہاری بھول ہے میں نے جلدی سے کہا وہ ہلکا سا مسکرائی لیکن کہا کچھ بھی نہیں میں کرسی پر ناگ کرکھ کر سورج کا انتظار کرنے لگا وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی آخر کار میرے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ سورج نکلنے ہی ماروی تڑپنے لگی اس کی سائیس بند ہونے لگیں سورج کی کرن جیسے ہی ماروی پر پڑی اس کے جسم سے دھواں اٹھنے لگا اور پھر یکدم ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگی میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے منہ سے ایک جج تک نہیں نکل رہی تھی ہاں البتہ تکلیف میں ڈوبی ہوئی سکپاں ضرور سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم سے گوشت پھیل پھیل کر نیچے گرنے لگا۔ ایک منٹ ہی خیر اور ذرا وٹی کہانی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے میں اپنے کمرے بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا میں نے بے چین نظروں سے کھڑکی کی طرف دیکھا جو بندھی میں آگے بڑھا اور اسے ایک جھٹکے سے کھول دیا کھڑکی کھلتے ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میرے وجود سے ٹکرائے اور مجھے پرسکون کر دیا لیکن میرے دل اور آنکھوں میں بے چینی ابھی بھی واضح جھلک رہی تھی۔ میں نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر ادھر ادھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی بھی وجود مجھے نظر نہ آیا گئی بالکل سنسان تھی میرے دل میں ایک ہوک سی ابھی۔

اپریل 2016

خونفاک ڈائجسٹ 58

پچھتاوا





درمیان بہت فاصلہ تھا ان سے ملنے کے لیے ہمیں دو دن کا سفر کرنا تھا میں پہلے بھی کئی دفعہ وہاں جا چکا تھا لیکن اس دفعہ میری ملاقات باروی سے ہوئی تھی مجھے حولی میں جو کمرہ دیا گیا تھا۔ اس کی کھڑکی صحن کی طرف کھلی تھی اپنے تمام کزنز کے ساتھ بائیں کرتے کرتے ٹائم کا پتہ ہی نہیں چلا تھا اور رات کا ایک بج گیا پھر ہم آرام کی غرض سے اپنے اپنے کمرے میں آ گئے۔

نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی چودھو یں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا چاند کی سنہری روشنی میں ہر چیز واضح دکھائی دے رہی تھی میرے کمرے کی لائٹ آف ہونے کے باوجود کمرہ ایک عجیب سی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

کمرے کی کھڑکی سے جھانکتے چاند کی روشنی نے ہر چیز پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اچانک ہی اتنے پرسکون ماحول میں چوڑیوں کی چٹخیں چھن اور پانچوں کی چمکار گونج اٹھی میں حیرت و خوف کے عالم میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کھڑکی کے پاس پہنچا میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو مجھے صحن میں ایک لڑکی دکھائی دیکھا اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اس کے سایہ بال ہوا کے سنگ لہرا رہے تھے کلائی چوڑیوں سے بھری ہوئی تھی وہ دھیرے دھیرے چلتی چلتی رات کی رانی کے پودے کے پاس پہنچی وہ کافی دیر وہاں بیٹھی رہی میں یہ اسارا منظر کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہا تھا میرے دل میں اب ڈر و خوف کی جگہ حیرت اور جس نے لے لی تھی میں حیرت سے اس عجیب منظر کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اچانک ہی وہ انھی اوپر اہرے لگی اس کی بالوں اور چوڑیوں کا شور ہر طرف گونج اٹھا میں آنکھیں پھاڑے اس کے

قص کو دیکھ رہا تھا وہ ہر چیز سے بے خبر قص کرنے میں مصروف تھی اس نے شاید مجھے نہیں دیکھ رکھا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے میرا یہ خیال غلط ثابت کر دیا۔ اچانک وہ برکی اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی وہ بے انتہا خوبصورت تھی مجھے اس کے دیکھنے کا انداز بہت پیارا لگ رہا تھا۔

پھر میری آنکھوں نے ایک بہت ہی دل کو ملا دینے والا بھیانک منظر دیکھا اس کی شکل بدلنے لگی اس کا قد چھوٹا ہونے لگا ایک ہی لمحے میں وہ ایک خوبصورت حسینہ سے ایک بلی میں تبدیل ہو گئی خوف سے میرا جسم کانپ رہا تھا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینہ پھاڑ کر باہر آجائے گا قدم زمین پر جم سے گئے تھے وہ بلی چھلانگ لگاتی ہوئی میرے کمرے کی کھڑکی پر آ بیٹھی میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ پیچھے کی طرف سرکا تو میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا وہ بلی پیار بھری نظروں سے میرے زرد ہوتے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور پھر وہ بلی سے حسینہ کے روپ میں آ گئی اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے لگی۔

یہ تو اب مجھے نہیں چھوڑے گی میرا گرم خون کچھ ہی دیر میں اس کی پیاری رگوں میں ہوگا میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن میرا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا۔

ڈرو نہیں میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی میں تو تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آج سے پہلے مجھے کسی انسان نے نہیں دیکھا تم وہ واحد انسان ہو جس نے مجھے دیکھا ہے۔ میں جان بوجھ کر تمہارے سامنے آئی ہوں ورنہ میں روزانہ یہاں رات کو

اپنا آپ کسی پر ظاہر نہیں کیا رات کی رانی کے پودے میں یہ سمجھ لو میری جان ہے یہ پودے مجھے بہت ہی پسند ہے میں اس کی عاقبتی ہوں اور اس لیے اس کی خوشبو مجھے اس دنیا میں بھیج لاتی ہے تم مجھے پہلی ہی نظر میں اچھے انسان لگتے تیس نے اپنا وجود تم پر ظاہر کر دیا میں چاہتی ہوں کہ ہم اچھے دوست بن کر ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ رہیں مجھے امید ہے کہ تم میری دوستی کی آفر کبھی نہیں ٹھکراؤ گے۔

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اور میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی اس کی باتوں نے میرا سارا ڈسٹم کر دیا تھا وہ اتنی خوبصورت تھی کہ میں اس کی دوستی کو رد نہیں کر سکا اس نے دوستی کرنے کے ساتھ ساتھ مجھ سے یہ وعدہ بھی لیا کہ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے دوستی قبول کرتے ہوئے اس سے وعدہ بھی کر لیا۔

اچھا تم سے ملنے روز آیا کرو گی۔ نہیں میں صرف ایک رات کو ہی آؤں گی میں دن کو نہیں آ سکتی ہوں کیونکہ اگر میں دل کو انسانی دنیا میں آئی تو سورج کی روشنی پڑے ہی جل جاؤں گی وہ میرے تھوڑے فاصلہ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

چلو جیسے تمہاری مرضی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی ہماری ملاقات روز ہوئی میں اس سے دوستی کر کے بہت ہی خوش تھا بہر حال جب میں لوٹنے لگا تو اس سے جدائی کا احساس مجھے ڈٹنے لگا میں نے رات کو اس سے اس معاملے میں بات کی تو اس نے میرا یہ ڈر دور کر دیا اور مجھ سے وعدہ کر لیا کہ وہ روزانہ مجھ سے

اچانک ہی بہت تیز ہوا چلنے لگی میرے کمرے کی کھڑکی کے پٹ زور زور سے بجنے لگے اور میں خیالوں کی دلتا سے لوٹ آیا میں نے مسکراتے ہوئے کھڑکی کی طرف دیکھا کھڑکی کے پٹ آپس میں ٹکرائے ماروی کے آنے کی خبر دے رہے تھے میرے کمرے میں عجیب سی مدھوش کردینے والی خوشبو پھیلنے لگی اور مجھے میاؤں میاؤں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دینے لگیں کچھ ہی دیر میں ایک بلی کھڑکی کے درمیان میں کھڑی تھی بلی چھلانگ لگ کر کمرے میں داخل ہوئی اور ایک دم ہی ماروی کے روپ میں آ گئی۔

آج آنے میں دیر کیوں کر دی۔ میں نے خفگی سے پوچھا۔ بس یاد کیا تاؤں میری بھی کچھ مجبوریاں ہیں وہ یہ کہتی ہوئی ہمیشہ کی طرح میرے سے تھوڑے فاصلہ پر بیٹھ گئی۔

اوہ تمہاری کیا مجبوریاں ہیں تم بالکل آزاد ہو مجبوریوں تو انسانوں کی ہوتی ہیں میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، اوہ تم تو گلے شکوے ہی کرتے رہو گے اگر تم نے مزید فضول میں گفتگو کی تو میں چلی جاؤں گی وہ تھوڑی ناراضگی سے بولی۔

اوکے اب میں کوئی بھی گلہ شکوہ تم سے نہیں کروں گا میں نے کہا تو وہ مسکرا دی وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اور رات ہماری باتوں میں ہی بیت گئی ماروی کے جانے کے بعد میں لمبی تان کر سو گیا۔

دن بہت ہی تیزی سے گزر رہے تھے میری اور ماروی کی دوستی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اب تو

پچھتاوا

خونفاک ڈائجسٹ 61

اپریل 2016

خونفاک ڈائجسٹ 60

اپریل 2016

پچھتاوا



میں جب تک اس سے بات نہ کر لیتا تو مجھے سکون نہیں ملتا تھا ایک نے پیروی اور گھبراہٹ ہی ہونے لگتی آج بھی اس کا انتظار کرتے کرتے آدمی سے زیادہ رات بیت چکی تھی لیکن وہ ابھی تک نہیں آئی تھی میں پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں کمرے میں کئی بار بند سے اٹھ کر ٹہل چکا تھا میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ آج نہیں آئے گی۔

کمرے میں اب میرا دل گھبرا رہا تھا اس لیے اٹھ کر چھت پر آ گیا لیکن پھر بھی میری پریشانی میں کمی نہیں آئی تھی اچانک ہی مجھے ایک طرف شور کی آوازیں سنائی دیں میں نے جھس جھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے ایک لڑکی دکھائی دی جو جلدی سے ایک گھر کی دیوار پھلانگ کر گلی میں کود گئی وہ لڑکی بہت پھرتیلی معلوم ہو رہی تھی وہ اتنی لمبی نہ دیوار سے ایسے کود گئی جیسے پارس کے لیے کچھ بھی نہ ہو وہ کسی لمبی کی طرح چھلانگیں لگاتی ہوئی اندھیری گلی میں غائب ہو گئی۔ نجائے کیوں وہ باروی لگی اس کی چال بالکل ماروی سے ملتی جلتی تھی۔ اور پھر میری حیرت میں اس وقت اضافہ ہوا جب مجھے دو آدمی اس دیوار سے پھلانگتے ہوئے دکھائی دینے لگے وہ بھی اس لڑکی ہی کی طرح پھرتیلے اوڑھیز تھے وہ آدمی سیاہ لباس میں دو سائے بھی اندھیرے گلی میں غائب ہو گئے۔

اس گھر سے اب چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگی میرے گھر کے تمام افراد بھی اس چیخ و پکار سے اٹھ گئے امی اور ابو اس گھر کی طرف چلے گئے۔ جہاں سے شور اور چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دے رہی تھی میں اپنے کمرے میں آ گیا اور اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا وہ یقیناً ماروی تھی وہ اس گھر میں کیا کر رہی تھی وہ سیاہ لباس میں دو آدمی کون تھے ان کا کیا رشتہ تھا ہماری کے ساتھ ایسے ہی سوالات میرے دماغ کو ابھار رہے تھے ایسی ہی کھٹک میں نیند مجھ پر غالب آ گئی صبح ناشتہ کی ٹیبل پر پتہ چلا کہ رات کو ساتھ والے گھر میں قتل ہوئی ہے قتل کا سن کر میرا دماغ ماؤف ہو گیا نجائے کیوں مجھے ایسا لگا جیسے یہ قتل ماروی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کیا ہے کیونکہ وہ رات کو مجھ سے ملنے بھی نہیں آئی تھی اور یہ سب پہلی بار ہوا تھا۔

کیسے قتل ہوا اور کس نے قتل کیا ہے۔ میں نے ابو سے پوچھا۔

ابو بولے۔ رات کو شازر کو تیز دھار آلے کی مدد سے قتل کر دیا ہے اور قتل کرنے والی کوئی لڑکی تھی وہ قتل کرنے کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں روپوش ہو گئی لوگ ان کو ساری رات ڈھونڈتے رہے لیکن قاتلوں کا کہیں بھی پتہ نہ چلا ان لوگوں کو آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی پولیس بھی آ کر اپنی تحقیقات کر گئی ہے لیکن کوئی بھی ثبوت ابھی تک نہیں ملا اور نہ ہی قاتل لڑکی اور اس کے ساتھیوں کا پتہ چلا ہے۔

ابو کی باتیں سن کر میں پریشان ہو گیا مجھے ماروی سے کوف انے لگا میرا دل کہہ رہا تھا کہ یہ قتل ماروی نے ہی کیا ہے میں نے ٹھیک طرح سے ناشتہ بھی نہیں کیا اور نوٹنگی والے گھر چلا گیا۔

بڑی سرخ آنکھوں سے وحشت فک رہی تھی لمبے سیاہ دانت سرخ ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے لمبے لمبے ناخنوں والے ہاتھ میں تیز دھار خنجر اٹھائے وہ میری طرف بڑھ رہی تھی۔

تم میری حقیقت جان گئے ہو اب تم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اتنا کہہ کر وہ زور زور سے تھپتھپنے لگنے لگی خوف سے میرا جسم کانپ رہا تھا اور میں نہیں نہیں میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے سرک رہا تھا اس نے پھر پٹی سے اپنا ہاتھ لہرایا مجھے اپنی شرک پر تیز دھار خنجر محسوس ہوا اور میں درد کی شدت سے ڈپٹے لگا میرا خون دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھرنے لگی مجھے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں اس نے اپنا منہ میری کٹی ہوئی شرک پر رکھا اور مزے سے میرا خون چوسنے لگی میرا سر چکرانے لگا اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھیں کھل گئیں۔

میں نے ایک چیخ ماری اور اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے گھبراتے ہوئے اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا میرے گلے پر کہیں بھی چوٹ کا نشان نہیں تھا۔

شکر ہے یہ خواب تھا۔ میں اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے لیٹ گیا نیند میری آنکھوں سے غائب ہو گئی تھی میرا شک یقین میں بدل چکا تھا اس قتل کے پیچھے ماروی کا ہی ہاتھ تھا۔

میں رات کا کھانا کھا کر کمرے میں آیا تو میرے کمرے میں تیز ہوا چل رہی تھی کھڑکی کے پٹ آپس میں ٹکرا کر ماروی کے آنے کی خبر دے رہے تھے مجھے خوشی کی بجائے خوف سا محسوس ہونے لگا کچھ ہی لمحوں میں ماروی میرے سامنے تھی۔ وہ بہت ہی اداس لگ رہی تھی اور پریشان بھی اس کا چہرہ مگر جھپٹا ہوا تھا اور چہرے پر زخموں کی نشان بھی واضح تھے گلتا ہے قتل کرتے وقت یہ زخم اس کے چہرے پر سایے ہیں میں نے دل ہی دل میں سوچا ماروی پریشان اور اداس سر جھکائے کھڑی تھی ڈری ڈری نظروں سے کافی دیر مجھے دیکھتی رہی اور پھر مجھ سے بات کے بغیر اٹھ گیا لگا کر غائب ہو گئی میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کھڑکی بند کر دی میں یہی چاہتا تھا کہ وہ میری نظروں سے دور ہو جائے اب تو شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس کے چہرے پر چھپائی اداسی اور پریشانی بتا رہی تھی کہ وہ ہی قاتل ہے میں نے دل میں پکارا ارادہ کر لیا تھا کہ میں ماروی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

مجھے یقین تھا کہ ماروی مجھ سے ملنے کے لیے دوبارہ ضرور آئے گی اس لیے میں نے مٹی چوڑی چھترانی آیات اور آیت الکرسی دم کر کے اپنے پاس رکھی ہوئی تھی مسلسل پانچ روز سے میں ماروی کے انتظار میں تھا لیکن وہ نہیں آ رہی تھی میری پریشانی اور الجھن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ایک رات آخر کار میرا انتظار ختم ہوا ماروی پورے دس دنوں بعد مجھ سے ملنے آ گئی وہ اب بھی پریشان اور ڈری ڈری ہوئی تھی میں اس کے ساتھ



چمک سی۔

بہت پیچھتا نہیں گئے آپ تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو میں نے تو تمہاری دوستی کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں ہیں تم بہت ہی بے وفا ہو تم بے وفا کی امید بھی مجھے میں تو اس لیے تم سے دور جا رہی تھی کہ میری دوستی محبت میں بدل چکی تھی یہ جاننے کے باوجود بھی کہ تمہارا اور میرا ملاپ ناممکن ہے پھر بھی نہ جانتے ہوئے بھی تمہاری محبت میں بہت آگے نکلی آئی تھی لیکن تم سے مجھے اتنی نفرت کی امید نہیں تھی تمہاری دوستی پر میں فخر کرتی تھی میں تو سوچتی تھی کہ تم سے اچھا انسان کوئی نہیں ہے۔ جب بھی مجھے مدد کی ضرورت ہوتی تم دوڑے چلے آؤ گے۔

تم کیا سمجھتی ہو میں تمہاری باتوں میں آ جاؤں گا تو تمہارا خیال غلط ہے تم جھوٹی ہو دوستی کو تم نے ٹھیک سمجھا انسانوں کو قتل کر کے تم نے میری دوستی کا مان توڑا اسے میں تم کو بھی بھی معاف نہیں کروں گا میں نے انہی بات کاٹ کر غصہ سے کہا۔ پیچھتاؤ گے تم میری یادیں ساری زندگی تمہارا میری دوستی تھی ساری انسانوں میں ہی نہیں دو سرے مخلوق میں بھی خلص دوست پائے جاتے ہیں میں اپنی دوستی پر فخر ہاں ہونے کو تیار ہوں اگر میری موت دوستی پر لگا یا الزام چل سکتا ہے تو ایسی دوستی پر ہزاروں دفعہ میں قربان ہونے کو تیار ہوں اب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی کوئی بھی فریاد تم سے نہیں کروں گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور پیچھتاؤ گے تم ساری زندگی احساس جرم کی آگ میں تڑپتے رہو گے۔ وہ طہر کرتے ہوئے بولی۔

یہ تمہاری بھول سے میں نے جلدی سے کہا وہ ہلکا سا مسکرائی لیکن کہا کچھ بھی نہیں میں کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سورج کا انتظار کرنے لگا وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی آخر کار میرے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ سورج نکلتے ہی ماروی تڑپنے لگی اس کی سانسیں بند ہونے لگیں سورج کی کرن جیسے ہی ماروی پر پڑی اس کے جسم سے دھواں اٹھنے لگا اور پھر یکدم ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگی میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے منہ سے ایک تپ تک نہیں نکل رہی تھی ہاں البتہ تکلیف میں ڈوبی ہوئی سسکیاں ضرور سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم سے گوشت پھل پھل کر نیچے کرنے لگا

اتنا بھیاک منظر دیکھ کر میں کانپ کر رہ گیا ایک بات جو میرے لیے بہت حیران کن تھی کہ آگ صرف اس کے جسم کو لگی ہوئی تھی باقی تمام چیزیں آگ سے محفوظ تھیں۔ حتیٰ کہ آگ کی تپش تک مجھے محسوس نہیں ہو رہی تھی کچھ ہی دیر میں وہ جل کر خاک ہو گئی میں نے سکھ کا سانس لیا میں خود کو ایک ہکلا چھکا پر سکون سا محسوس کر رہا تھا میں خوش تھا کہ اب ہمارے گاؤں میں کوئی بھی قتل یا چوری نہیں ہوگی۔

گاؤں کے جنگل سے آج ایک آدمی کی لاش ملی تھی لاش کا حال بہت ہی برا تھا لاش کے جسم سے زیادہ گوشت غائب تھا جو بھی لاش کو دیکھت کانپ کر رہا تھا سب ہی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ قتل کسی جانور یا چڑیل نے کیا ہے سب ہی کہ چرے خوف سے زرد ہو رہے تھے میرے لیے یہ بات بہت ہی تکلیف دے تھی کہ میں جانتا تھا کہ ماروی

اس نے تجس سے میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ ماروی میں آج تم کو کچھ دینا چاہتا ہوں میں نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کہا دینا چاہتے ہو۔ وہ حیرت سے بولی۔ پہلے تم اپنی آنکھیں بند کرو میں نے بھنوس اچکا کر کہا میرے حوصلے بلند تھے

اچھا یہ لو۔ ماروی جھپکی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولی اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں آہستہ سے اٹھا اور دم کی ہوئی مٹی اٹھالایا اور آیت الاکرمی کا ورد کرتے ہوئے اس کے گرد حصار بنا دیا تاکہ وہ صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نہ جاسکے۔

یہ کیا کیا تم نے اس حصار کو ختم کرو مجھے تکلیف ہو رہی ہے ماروی آنکھیں کھولنے ہوئے بولی اس کی آواز رد ہاسی ہو گئی تھی۔ نہیں ماروی نہیں تم کو مرنا ہوگا تم قاتل ہو۔ انسانوں کی دشمن ہو تم۔ میں غصہ سے چیختے ہوئے سخت لہجے میں بولا

یہ تم کیا کہہ رہے ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے مجھے جانے دو یہاں سے میں نے کوئی قتل نہیں کیا ہے ماروی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی اگلی آواز میں لڑکھراہٹ تھی۔ تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک نہیں سکتی گاؤں میں جو تین قتل ہوئے ہیں ان کی ذمہ دار تم ہو تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قتل کئے ہیں میں نے تم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے

میں نے کوئی قتل نہیں کیا ہے۔ تم اس حصار ختم کرو مجھے یہاں سے جانا ہے کچھ ہی دیر میں سورج بھی نکلنے والا ہے ماروی میری بات کا نہ کر بولی۔ سورج کا ہی تو مجھے انتظار ہے میں مسکراتے ہوئے کہا۔ میری آنکھوں میں جیت

اپنا رویہ نازل رکھنا چاہتا تھا کیونکہ میں اپنے پلان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا تھا میں ذرا سی بھی گڑبڑ کر کے یہ اتنا قیمتی موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے اس کو مسکرائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا میں نے اس سے پریشانی اور اتنے دن نہ آنے کی وجہ پوچھی پہلے وہ تو خاموش اور خالی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی پھر گویا ہوئی۔

میرے گھر والوں نے مجھے قید کر دیا تھا وہ جان گئے تھے کہ میں ایک انسان سے دوستی کر چکی ہوں ان کے منع کرنے کے باوجود بھی میں نے تم سے ملنا نہیں چھوڑا انہوں نے مجھے قید کر لیا اور ایک قیدی ہونے کے ناطے میں نے بہت سی تکلیفیں سہی ہیں وہ مجھے ایسی ایسی تکلیفیں دیتے جن سے میرا جسم جلنے لگا ایک ان دیکھی آگ

اندرونی اندر مجھے جلائی رہی۔ وہ اپنی بات کر کے خاموش ہو گئی اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا ایک لمحے کے لیے مجھے اس پر ترس آ گیا اور اس کی باتیں سنا لگنے لگیں لیکن ان لاشوں کو جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کا سوچ کر مجھے اس کی سنائی ہوئی کہانی جھوٹ لگی۔

میرا دل کہہ رہا تھا کہ یہ مگر مجھ کے آنسو بہا رہی ہے اب اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ ہماری آخری ملاقات ہے میں آج کے بعد انسانی دنیا میں نہیں آؤں گی۔ ماروی روتے ہوئے دوبارہ بول پڑی اس کی آواز میں ایک شکست تھی۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو یہ ہماری آخری ملاقات ہے میں نے آنسوؤں سے کہا۔



نے ابھی دوسرا ہی زندہ ہیں جو یہ کاروائی کر رہے ہیں انسپٹر جاوید اس کیس میں بہت ہی دلچسپی لے رہے تھے جگہ جگہ چھاپے مارے جارہے تھے میرے خیال کے مطابق تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ میرے مطابق قاتل کوئی انسان نہیں تھے میں اس مسئلے پر پیچیدہ ہو کر سوچنے لگا اب مجھے کیا کرنا چاہیے یہ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹ رہا تھا اور پھر ایک ہی حل میرے سمجھ میں آیا۔ میں نے سوچا کہ میں کسی پہنچے ہوئے بزرگ سے رابطہ کروں گا جو جنوں بھوتوں کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں۔ اس دن میرے کزن بلال کا حوالی سے فون آیا باتوں باتوں میں اس نے رات کے رانی کے پودے کے مطلق بتایا کہ وہ جل گیا ہے کیونکہ اکثر جب بھی بلال کا فون آتا تھا تو میں اس سے رات کے رانی کے پودے کے بارے میں ضرور پوچھتا تھا بہر حال مجھے اب اس پودے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

انسپٹر جاوید کی خوشنیں رنگ لے آئیں اور انہوں نے تین آدم خور آدمیوں کو گرفتار کر لیا ان آدم خوروں میں دومر اور ایک لڑکی تھی وہ انسانوں کو قتل کر کے ان کا گوشت کھاتے تھے انسپٹر جاوید نے ان آدم خوروں کو روکے گا ہتھوں پکڑ کر ان کے چہرے بے نقاب کر دیئے تھے ہر کوئی انسپٹر جاوید کو مجرم گرفتار کرنے پر داد دے رہا تھا لیکن میرے لیے یہ خبر ابھی کچھ تھی اور بری بھی مجھے رہ رہ کر اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا میں نے ماروی پر جھوٹا الزام لگا کر اسے ختم کر دیا ماروی کی باتیں بار بار میرے دماغ میں گونج رہی تھیں تم بے وفا انسان ہو تم کچھتاؤ گے ایک دن۔ تم نے ابھی دوسرا ہی زندہ ہیں جو یہ کاروائی کر رہے ہیں انسپٹر جاوید اس کیس میں بہت ہی دلچسپی لے رہے تھے جگہ جگہ چھاپے مارے جارہے تھے میرے خیال کے مطابق تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ میرے مطابق قاتل کوئی انسان نہیں تھے میں اس مسئلے پر پیچیدہ ہو کر سوچنے لگا اب مجھے کیا کرنا چاہیے یہ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹ رہا تھا اور پھر ایک ہی حل میرے سمجھ میں آیا۔ میں نے سوچا کہ میں کسی پہنچے ہوئے بزرگ سے رابطہ کروں گا جو جنوں بھوتوں کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں۔ اس دن میرے کزن بلال کا حوالی سے فون آیا باتوں باتوں میں اس نے رات کے رانی کے پودے کے مطلق بتایا کہ وہ جل گیا ہے کیونکہ اکثر جب بھی بلال کا فون آتا تھا تو میں اس سے رات کے رانی کے پودے کے بارے میں ضرور پوچھتا تھا بہر حال مجھے اب اس پودے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

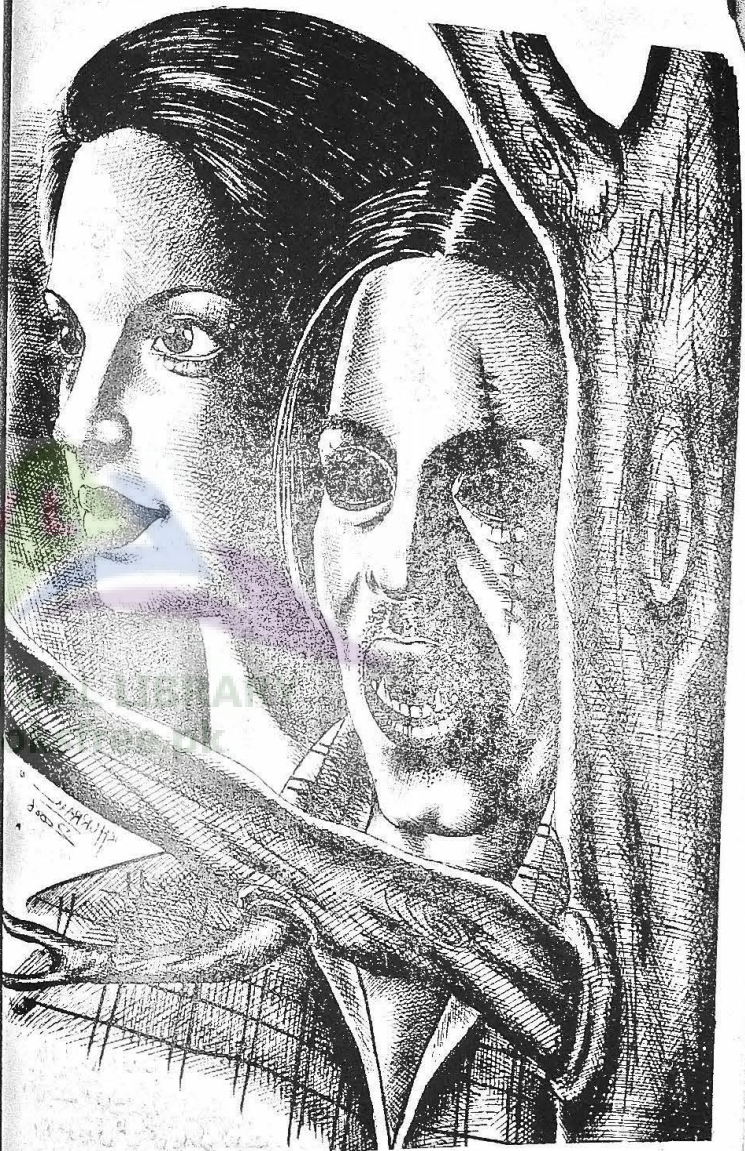
# شش یہاں کوئی ہے

--- تحریر: نداعلیٰ عباس۔ سواہدہ گجر خان ---

میں بھی ایک لڑکے سے پیار کرتی تھی ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت ہی چاہتے تھے مگر میرے باپ نے میری شادی کہیں اور طے کر دی میں لاہور کی چلائی مگر وہ نہ مانے پھر میری شادی والے دن وہ لڑکا آیا جو مجھے پیار کرتا تھا اور مجھے بھگا کر لے گیا ہم نے شادی کر لی اور ہم اسی گھر میں آکر رہنے لگے تین ماہ ہم کبھی خوشی رہے اور ایک دن میرے باپ کو میرے ٹھکانے کا پتہ چل گیا وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ آیا اور ہمیں مار مار کر ہمارے گلے میں رسی ڈال کر ہمیں پکھے سے لٹکا دیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ ہم نے خود کشی کر لی ہے تب سے میری روح اس گھر میں بھٹک رہی ہے جو جو اس گھر میں آیا میں نے سب کو مار دیا سب کو مار دیا پھر بھی مجھے سکون نہیں مل رہا ہے اب اس لڑکی کی باری ہے تم سب کو بھی مار دوں گی میں کیوں آئے ہو تم لوگ یہاں اپنی موت کو خود ہی آواز دی ہے تم کو لوگوں نے مار دوں گی میں سب کو مار دوں گی۔ وہ زور زور سے تھپتھپے لگانی ہوئی روح کا جسم جلنے لگا وہ چلا نہ گئی۔

وہ ابج اور ریا کو نسنے گھر میں شفٹ ہوئے ایک ہفتہ ہو چلا تھا وہ ابج اور ریا کا ایک بچپن کا دوست تھا شہراز۔ شہراز کے دو بچے تھے آیان اور رائیہ شہراز کی بیوی انتہائی خوش اخلاق عورت تھی وہ ابج اور ریا کی ابھی نئی شادی ہوئی تھی ریا بچ سے اس نسنے گھر میں شفٹ ہوئی تھی اس کے ساتھ بہت عجیب ہو رہا تھا۔ لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی وہ ابج کے آفس جانے کے بعد وہ صفائی کرنے میں مصروف ہو گئی اسٹور روم کی صفائی کرتے کرتے اسے ایک کونے میں سے ایک انتہائی خوبصورت گڑیا ملی۔





دہاج صبح نو بجے آفس چلا جاتا تھا پیچھے  
ریا کی ہوتی تو کبھی انتہا گھر آ جاتی یا ریا انتہا کے  
گھر چلی جاتی۔ شام کو دہاج جب واپس آیا کھانا  
وغیرہ کھا یا کر دونوں بیڈروم پر چلے آئے ریا نے  
صبح والا واقعہ دہاج کو بتانا چاہا وہ دہاج کے پاس  
آئی تھی۔

دہاج مجھے تم سے کچھ کہنا ہے  
ہاں کہو ناں ریا اس میں تمہید باندھنے کی کیا  
ضرورت ہے۔ وہ مسکرا کر بولا۔

وہ دہاج۔۔ وہ آج صبح وہ مناسب الفاظ  
تلاش کر رہی تھی جب دہاج کا فون بج اٹھا۔  
ایک منٹ میں آیا وہ کہتا ہوا یا ہر نکل گیا باس  
کا فون تھا۔ یا راب بولو کا کہہ رہی تھی تم پانچ منٹ  
بعد وہ واپس آیا اور بولا۔

نہ نہیں دہاج کچھ نہیں میں تو بس ایسے ہی۔  
ریا بات نال کر اٹھ کر آئی صبح جب وہ اٹھی دہاج  
سور ہاتھ دہاج کو جگا کر خود واش روم میں چلی گئی  
برش کیا پھر صابن لگا کر منہ دھونے لگی جیسے ہی  
انکھیں کھول کر سامنے آئے میں دیکھا خوف کے  
مارے اس کی رنگت بدلی بیگنی سامنے آئے پر  
خون سے لکھاتا۔ ماروں گی میں تم دونوں کو  
ماروں گی کوئی بھی بچ نہ پائے گا ہو بہو وہی الفاظ  
تھے جو اس نے گزریاں کیے تھے۔

ریا یا راجلدی کرو میں بیو شرت نہیں مل رہی  
ہے۔ کرے سے دہاج کی آواز آئی منہ پر الٹے  
سیدھے چھینٹ مار کر وہ ہر نکل آئی۔  
کیا ہوا دہاج ریا کی ہلدی جیسی رنگت دیکھ کر  
پریشان ہو گیا۔

نہ نہیں کوئی کچھ نہیں ہوا یا راجلدی سے بولی  
اور الماری سے شرت نکال کر دہاج کو تھمادی اور

باہر آئی یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ کون ہے جو  
ہمیں مار ڈالے گا وہ سر پکڑ کر رہی بیٹھ گئی۔  
ریا جلدی کر ویٹ ہو رہا ہوں ناشتہ رینڈی  
ہے کیا دہاج اپنی دھن میں بولتا ہوا باہر آیا۔ ریا کو  
پریشان دیکھ کر وہ چلا اٹھا کندھے پر ہاتھ رکھا تو  
ریا گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

دہاج وہ میں ناشتہ بنانے لگی ہوں وہ خوف  
زدہ سی اس کی سائڈ سے ہو کر نکلنے لگی دہاج نے  
اسے کندھوں سے تھام کر سامنے کیا اور کرسی پر  
بیٹھا دیا۔

میری بات سنو ریا کیا ہوا ہے تمہیں کون سی  
بات تمہیں پریشان کر رہی ہے دہاج کے پوچھنے پر  
ریا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ریا بولناں یا ریا کیا ہوا  
۔ دہاج اس کے رونے سے پریشان ہو گیا ریا نے  
روتے ہوئے اسے کل کا اور آج کا واقعہ سنایا۔

دہاج وہ ہمیں مار ڈالنے کی نین چھوڑے گی  
وہ ہم دونوں کو مار دے گی۔ ریا پھر سے رونے لگ  
گئی۔

ریا میں ہوں ناں اور تم رو کیوں رہی ہو۔ ہو  
سکتا ہے تمہارا وہم ہو۔

نہیں دہاج یہ میرا وہم نہیں ہے وہ۔ وہ ہے  
دہاج میرا یقین کرو۔ وہم و دھرو دی۔

اچھا ریا دیکھو رومت۔ دہاج کے نرمی سے  
اس کے آنسو پونچھے اگر ایسی بات ہے تو ریا میں  
آج آفس نہیں جاتا۔ اوکے۔

نہیں دہاج تم چھٹ مت کرو پہلے ہی بہت  
سی چھٹیاں کر چکے ہو ریا بولی۔

ارے ایک چھٹی کرنے میں کیا حرج ہے  
اور اسے بھی آج دیکھ لیتے ہیں جو ہماری پیاری سی  
بیوی کو تنگ کرتا ہے۔ دہاج نے اسے بہلایا تو وہ



سر اثبات میں بلا کر اٹھ کھڑی ہوئی دن کے بارہ بج رہے تھے راجن میں بھی وہاں سامنے لاؤنج میں بیٹھالیپ ٹپ پر کام کر رہا تھا بچن سے فارغ ہو کر وہ اپنے روم میں چلی آئی الماری سے کچھ نکالنے کی غرض سے وہ الماری کی طرف بھی میز پر پڑے پھولوں کا گلہ دستہ زمین پر گر پڑا۔

اسے کیسے گر گیا رہا بڑ بڑائی اور آگے بڑھ کر نیچے سے گلہ دستہ اٹھا کر میز پر رکھنا چاہا بھی ساتھ بڑے بیڈ کے نیچے سے دو ہاتھ نکلے ریا کے پاؤں کو پکڑ کر زور سے کھینچا ریا منہ کے بل زمین پر گر پڑی ایک زوردار چیخ اس کے منہ سے نکلی لاؤنج میں بیٹھے وہاں کے کانوں سے مگرانی وہ لپٹ ناپ صوفے پر پڑھ کر کمرے کی طرف بھاگتا تو سامنے ریا زمین پر پڑے ہوش پڑی بھی وہ گھبرا کر آگے آیا اور ریا کو ہوش میں لانے لگا۔ ریا کو شام کے پانچ بجے ہوش آیا وہاں اسے ہوش میں آتے دیکھ کر اس کی طرف بڑھا۔

ریا تمہیں ہوش آ گیا تم ٹھیک تو ہوناں ریا نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہ پائی لیٹی رہو ریا اور مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا تھا وہاں اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

ریا نے وہاں کو سب کچھ بتایا اور زور دے لگی۔ وہاں میں نے خود دیکھا محسوس کیا وہاں وہ دو ہاتھ تھے وہاں کچھ ہے پلیر یہاں سے چلو ہم کہیں اور چلتے ہیں۔ وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

وہاں نے پہلے تو اس واقعے کو سیریس نہ لیا تھا مگر اب ریا کو اس حالت میں دیکھ کر کچھ سوچنے پر مجبور ہوا انتہا اور شہراز سے مسئلہ ڈکس کیا تو انہوں نے منورہ دیا کہ کچھ دنوں کی چھٹی لے کر

ریا کو گھمانے لے جائے مگر میں اب بھی رہ رہ کر شاید اس کا یہ حال ہوا ہے اگلی صبح ریا کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی شام کو وہاں اسے تیار ہونے کو کہہ کر خود لاؤنج میں آ بیٹھا وہ کپڑے بیچ کر کے بال بنانے کے لیے ڈریسنگ ٹیبل پر آ بیٹھی بال کھول ل کر سامنے آئینے کی طرف دیکھا تو خوفزدہ ہو گئی آئینے میں سے کوئی لڑکی اس کے چہرے سے بہت تیزی سے گزری بھی وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو کمرہ خالی تھا اسے میں وہاں چلا آیا کیا ہے یا رکتی دیر اور ہے۔ وہاں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

بس وہاں دومنٹ میں بس بال باندھ لوں ریا چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے مسکرا کر بولی اور جلدی جلدی بال باندھنے لگی وہ چاہ کر بھی وہاں کو کچھ بھی نہ بتائی۔

آج وہاں کتنا خوش تھا۔ میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں جلدی آنا بس ہو گیا بار اچھی لگ رہی ہو وہاں مسکرا کر بولا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ ریا نے بال بنا کر بیگ اٹھا یا وہاں نکل کر کمرے سے لاک کرنے لگی سب کام نمٹانے کے بعد وہ تیز تیز سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔

تھی جب سیڑھیوں پر پڑی اس گڑیا پر یا کا پاؤں اگیا اگلے ہی لمحے گڑیا کے منہ سے عجیب وغریب آوازیں نکلنے لگیں خوف و دہشت سے ریا لرز گئی ہوئی گئی اسٹپ نیچے جا کر گی اس کے منہ سے زوردار چیخ نکلی جو باہر گاڑی کا کالا کرکھولتے ہوئے وہاں نے بخوبی سنی اور بھاگتا ہوا اندر آیا بار پاؤں پکڑے زور و شور سے روئے جاری تھی۔

ریا آریو او کے کیا ہوا تمہیں وہ بھاگ کر تنک پہنچا۔

وہاں وہاں سیڑھیوں پر وہی گڑیا ہے اس۔ اس نے مجھے دھکا دیا وہاں ریا بتا کر پھر رونے لگی وہاں تیزی سے اوپر آیا مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ ریا سیڑھیاں تو خالی ہیں یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ وہ ریا کے پاس آ کر بولا۔

نہیں وہاں میں نے خود دیکھا میرا پاؤں پڑا اس کے اوپر وہاں مم مجھے لگا جسے میں نے گوشت کے ٹکڑے پر پاؤں رکھ دیا ہو میں سچ کہہ رہی ہوں وہاں میرا لپٹیں کر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بلک اٹھی۔

ریا میری جان مجھے تم پر یقین ہے اچھا چلو اٹھو اب تمہیں اس حالت میں لے کر باہر جانے سے تو رہا۔ چلو کمرے میں چلیں وہ اسے سہارا دے کر بولا تو وہ کراہ کر رہ گئی پاؤں میں ابھی بھی ٹھہر کر اٹھ رہی تھی جیسے کسی نے پتھر کر مڑوڑ دیا ہو۔

اگلے دو دن وہاں اس کی خدمت میں ہی لگا رہا یہ اس سے اگلے دن کی بات ہے شام کو وہاں آگس ورک میں مصروف تھا اور وہ بور ہو رہی تھی وہاں کو بتا کر وہ انتہا کی طرف چلی گئی ایک گھنٹے بعد جب وہ واپس آئی تو طبیعت بوجھ سی تھی۔

اڑے ریا تم اتنی جلدی آگئی وہاں اسے دیکھ کر بولا اتنی خاموشی کیوں ہو چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں وہ اسے مسلسل خاموش دیکھ کر بولا۔ کچھ نہیں وہاں میرے سر میں درد ہے میں روم میں جا رہی ہوں وہ بو جھل سی بولی۔

اچھا ریا سنو تو اس سے پہلے وہاں اسے کچھ کہتا اس کا قون بج اٹھا وہاں کو فون پر مصروف دیکھ کر وہ اندر چل گئی ریا کے کمرے میں جاتے ہی ٹھیک پانچ منٹ بعد کمرہ ریا کی چیخوں سے گونج اٹھا فون پر بات کرتے وہاں نے موبائل پیچھا

شش یہاں کوئی ہے

خوفناک ڈائجسٹ 71

اپریل 2016

اور روم میں چلا گیا ریا کیا ہوا وہ کمرے میں آیا تو کمرے میں گھب اندھیرا تھا ہاتھ مار کر سوچ بوزد سے کمرے کے سارے بن آن کئے کمرہ روشنی سے جگمگا اٹھا۔ سامنے ہی ریا دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی نظر آگئی گھٹنوں پر ہاتھ رکھے سر جھکائے ہوئے بالوں نے اس کا سارا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا ریا میری جان ایسے کیوں بیٹھی ہو رہاں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

دونوں ہاتھوں سے اس کا سر پکڑ کر اونچا کیا چہرے سے بال ہٹائے اور ساکت رہ گیا ریا کی آنکھیں بند تھیں آنکھوں کے گرد بلیک سرکل سے ڈارک تھے جیسے کسی نے کالا رنگ کر رکھا ہو اور ہونٹوں کا رنگ براؤن تھا جگہ جگہ کٹ کے نشان تھے جن میں سے کون رس رس کر جم چکا تھا۔

ریا۔ آنکھیں کھولو کیا ہو گیا ہے تمہیں وہ پریشان ہوا تھا اس کے ذہن میں وہ سب باتیں گونجنے لگی جو ریا اسے بتاتی رہی تھی اور وہ مذاق سمجھ کر نالٹا رہا تھا ریا کو اٹھا کر بیڈ پر ڈالا اس کے ہاتھ پاؤں ملتا رہا مگر ریا تھی کہ ہوش میں آنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ پھر جلدی سے اٹھا اور لاؤنج سے اپنا موبائل اٹھا کر شہراز کو فون کرنے لگا۔

ہیلو شہراز تم کہاں ہو یا ریا پلیر جلدی سے آ جاؤ پتہ نہیں ریا کو کیا ہو گیا ہے وہ آنکھیں ہی نہیں کھول رہی ہے۔

دوسری طرف سے شہراز کے کال پیک کرتے ہی بولا اور انتہا کو بھی لانے کا کہہ کر فون کاٹ دیا اگلے چندہ منٹ میں وہ دونوں اس کے پاس تھے وہاں نے انہیں ساری بات بتائی اور ڈاکٹر کو لینے کو بھاگا۔

نہیں وہاں مجھے نہیں لگتا یہ ڈاکٹر کا مسئلہ ہے

اپریل 2016

خوفناک ڈائجسٹ 70

شش یہاں کوئی ہے



یہ تو مجھے کچھ اور ہی لگ رہا ہے شہزاد نے اسے رد کیا۔  
تو پھر کیا کریں شہزاد۔ وہاں پریشان ہوا۔  
تو فیصلہ من مٹ لے پار میں کچھ کرتا ہوں  
شہزاد بولا۔ اور موبائل پر کوئی نمبر ملا کر بات کرنے  
لگا پانچ منٹ بعد کال ڈراپ کر کے وہ وہاں سے  
بولا وہاں وہاں میرا ایک دوست ہے اسکی فلی میں  
ایک ایسی عورت ہے جو ان دوسری مخلوق کے  
بارے میں علم رکھتی ہے کیا پتہ وہ ہمارا مدد کر دے  
میں نے ان سے بات کی ہے میں انہیں پک  
کرنے جا رہا ہوں۔

میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔ وہاں بولا۔  
نہیں یار تو یہی رک انیتا اور ریا کے پاس میں  
دس منٹ میں واپس آ جاؤں گا یہ پانچ منٹ کا  
رستہ ہے شہزاد بولا۔  
وہاں کو سلی دے کر باہر نکل گیا۔ وہاں  
اور انیتا ریا کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے  
مگر ناکام رہے چند روز منٹ بعد شہزاد آیا تو اس کے  
ساتھ ایک عورت بھی تھی وہ عورت جیسے ہی کمرے  
میں داخل ہوئے لگی دایاں پاؤں کمرے میں رکھا  
اگلے ہی پل جھٹک کھا کر پاؤں پیچھے کر لیا۔ یوں  
جیسے اسے کوئی کرنٹ لگا ہوا ہے پیچھے دیکھ کر کمرے  
میں داخل ہوئی۔

بہت برا سایہ ہے اس گھر پر وہ کمرے کا  
جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ وہاں آگے بڑھا اور اس  
عورت کے قدموں میں جا بیٹھا۔  
دیکھو آپ بونو کی بھی ہو پلیز میری ریا کو بچا  
لو اس کا کوئی قصور نہیں ہے آپ جو ہوگی آپ کو  
دو گنا پر میری ریا کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ چھ  
فٹ کا مرد بچوں کی طرح دور ہاتھ اور عورت آگے

بڑھی اور ریا کے بیڈ کے گرد سات چکر لگا کر کچھ  
پرھنے لگی پھر اشارے سے وہاں کو پاس بلا کر اس  
دائرے کے اندر کھڑا کیا اور اپنے خیلے میں سے  
ایک عطر کی شیشی نکال کر اس پر دم کیا اور وہاں کی  
طرف بڑھایا وہاں نے وہ تمام کی پھر ایک رسی  
نکال کر وہاں کو تھائی اور ریا کے ہاتھ پاؤں  
باندھنے کو کہا۔

وہاں کو برا تو لگا مگر چپ چاپ ریا کے ہاتھ  
پاؤں باندھنے لگا جب باندھ چکا تو اس عورت  
نے عطر کی شیشی ریا کے ناک کو لگائے کو کہا وہاں  
نے ڈھکن کھول کر شیشی ریا کی ناک سے لگا دی  
ریا آہستہ آہستہ پھر تیز تیز سانس لینے لگی۔ اس  
عورت نے وہاں کو ریا سے دور رہنے کا اشارہ کیا  
وہاں پیچھے ہٹ گیا تیز تیز سانس لیتی ہوئی ریا  
ہوش میں آنے لگی تھی اس کے ہونٹوں پر شیطانی  
مسکراہٹ چھانے لگی ریا نے جھٹ سے اپنی  
آنکھیں کھول دیں اور بے سرے قہقہے لگانے لگی  
اس کی آنکھوں کے ڈھیلے بالکل سفید پڑ گئے وہ  
سب ڈر گئے اس لڑکی کے اندر وہ بری روح داخل  
ہو چکی ہے وہ عورت بولی اور اپنے خیلے سے پانی  
کی بوتل نکال کر دم کیا ہوا پانی ریا پر پھینکا نتیجہ  
لگائی ریا نے ایک دم چیخا شروع کر دیا پیچھنا  
بولو کون ہو تم بولو۔ وہ عورت ریا پر مسلسل پانی  
کے چھینٹے گراتے ہوئے پونچھنے لگی۔

نہیں چھوڑوں گی میں اس لڑکی کو مار دوں گی  
ریا کے اندر سے آواز سنائی دی۔  
بولو کیا چاہتی ہو تم۔ اس عورت نے ریا پر  
دوبارہ پانی پھینکا ریا زور سے چلائی جیسے اس کے  
اندروں روح کو تکلیف ہوئی ہو۔  
ویسے ہی مار دوں گی جیسے مجھے مارا گیا ہے

میں اس کو بھی مار دوں وہ روح چلائی۔  
کیوں مارو گی تم اس لڑکی نے تمہارا کیا کیا  
ہے وہ عورت بولی۔  
اس گھر میں جتنے بھی آئے ہیں نے سب کو  
مار دیا ہے ان دونوں کو بھی مار دوں گی وہ بولی۔  
کیا چاہتی ہو تم کیا کہانی ہے تمہاری دوبارہ  
پانی پھینکا اور پوچھا۔ وہ روح زور زور سے رونے  
لگی جیسے بہت سی عورتیں مل کر بین کر رہی ہوں  
آہستہ آہستہ رونے میں کمی آتی گئی پھر خاموشی چھا  
گئی تھوڑی دیر بعد کمرے میں اس روح کی آواز  
گردش کرنے لگی۔

میں بھی ایک لڑکے سے پیار کرتی تھی ہم  
دونوں ایک دوسرے کو بہت ہی چاہتے تھے مگر  
میرے باپ نے میری شادی کہیں اور طے کر دی  
میں لاکھ روٹی چلائی مگر وہ نہ مانے پھر میری شادی  
والے دن وہ لڑکا آیا جو مجھے پیار کرتا تھا اور مجھے  
بھگا کر لے گیا ہم نے شادی کر لی اور ہم اسی گھر  
میں آکر رہنے لگے تین ماہ ہم ہنسی خوشی رہے  
اور ایک دن میرے باپ کو میرے ٹھکانے کا پتہ  
چل گیا وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ آیا اور ہمیں  
مار کر ہمارے ٹھکانے میں رسی ڈال کر ہمیں نیچے سے  
لٹکا دیا تاکہ لوگ تبصیں کہ ہم نے خودکشی کر لی ہے  
تب سے میری روح اس گھر میں بھٹک رہی ہے  
جو جو اس گھر میں آیا میں نے سب کو مار دیا سب کو  
مار دیا پھر بھی مجھے سکون نہیں مل رہا ہے اب اس  
لڑکی کی باری ہے تم سب کو بھی مار دوں گی میں  
کیوں آئے ہو تم لوگ یہاں اپنی موت کو خود ہی  
آواز دی ہے تم لوگوں نے مار دوں گی میں سب کو  
مار دوں گی۔

وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی وہ عورت منہ

ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگی ہاتھ میں کپڑی رسی  
حرکت میں آئی اور قہقہے لگاتی ہوئی روح کے جسم  
پر پڑنے لگی وہ چلائے لگی۔  
تھے جانا ہوگا۔ واپس اپنے دلیس میں جانا  
ہوگا۔ بول چھوڑے گی اس لڑکی کو کہ نہیں۔ وہ  
عورت بولی۔

نہیں سب کو مار دوں گی وہ روح چلائی رسی  
اور اس عورت کا رسی والا ہاتھ چلتا رہا تھوڑی دیر  
بعد کا منظر بڑا خوفناک تھا ریا کے منہ سے کالا  
دھواں نکلا اور فضا میں انسانی شکل اختیار کرنے لگا  
اس عورت نے اپنے خیلے سے ایک بوتل نکالی اس  
کا ڈھکن کھول کر تیز تیز پڑھنے لگی کمرے میں کسی  
لڑکی کی چیخوں کی آواز سن گئی لیکن کالا دھواں  
تیزی سے اس بوتل میں منتقل ہونے لگا اس عورت  
نے جلدی سے بوتل کو ڈھکن لگا کے بند کر دیا۔  
وہاں۔۔۔ ریا کی کراہ سن کر وہاں ریا کی  
طرف لپکا۔

تم ٹھیک تو ہونا زیا۔ وہ بولا۔  
ریا نے سر ہلا کر اپنے ٹھیک ہونے کا ثبوت  
دیا اور خاموشی سے وہاں کی ہاتھوں میں پناہ لے  
لی وہاں نے بھی کسی قیمتی چیز کی طرح اپنے اندر  
چھپا لیا سامنے کھڑے شہزاد اور انیتا نے شکر کا کلمہ  
ادا کیا اس واقعے کے ایک ہفتہ بعد وہاں ریا کو  
لے کر دوبئی چلا گیا اس واقعہ کو وہ دونوں بھولے  
سے بھی نہ یاد کرتے ہیں کیونکہ جو نام وہ گزار  
رہے تھے اور باقی کی زندگی جو وہ گزارنے والے  
تھے وہ بہت خوشگوار گزرنے والی تھی۔  
ہاں تو قارئین کرام کسی لگی میری کہانی اپنی  
سے نوازنا۔ نداعلی عباس۔ سوبادہ غفر خان۔



# شیطان کے پجاری

۔۔۔ تحریر: اسد اللہ بھٹی ۔۔۔ بھکر ۔۔۔

ہم درندہ نے تلاش میں تھے کہ کسی نے ہم سے کدھے پر کوئی ورنی چیز ماری چوٹ اتنی شدید تھی کہ مجھے سینے کے موقع ہی نہ ملا اور میں منہ کے بل گرا میرے پیچھے وہ چادر والا کھڑا تھا اتنے میں دانیال نے اس پر فائرنگ کر دی گولیاں لگنے سے آدم خور لڑکھ ایا ضرور مگر پھر سنبھل گیا میں بہت کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بابا جی کا دیا ہوا خنجر نکال کر آدم خور کی طرف بڑھا میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ آدم خور سے نظریں نہیں ملا میں مصیبت یہ تھی کہ میں جو بھی اسے مارنے کے لیے لپکتا وہ بجلی کی تیزی سے مجھ سے دور ہو جاتا میں نے باواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ لگا یا آدم خور کے سینے کا نشانہ بنا کر خنجر پھینک دیا خنجر ٹھیک اس کے دل کے مقام پر لگا خنجر گتے ہی وہ زمین پر گر گیا اس کا جسم سوھی ہوئی لکڑی کی طرح جلنے لگا۔ حضور ہی دیر میں وہ جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈرائی کہانی۔

دونوں کو دیکھ کر بڑا اور مسکراتے ہوئے بولا۔  
آج کا شکار تو میں لے آیا ہوں لیکن کل کے لیے مجھے شکار تلاش نہیں کرنا پڑے گا کل کا شکار گھر میں سے ملے گا۔

یہ کہہ کر وہ بوڑھا ان کی طرف بڑھا تو وہ دونوں ان کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اس نے ان دونوں کو اپنے کندھے پر ڈالا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا سایہ نے منہ میں کچھ پڑھ کر ہوا میں چھونک ماری تو ایک گھوڑا ہوا میں لہرانے لگا سایہ اس کی کمر پر سوار ہو گیا اور اس کو رنگ ناک کی ٹھکانے پر پہنچانے کا حکم دیا گھوڑا حکم پا کر ہوا میں اڑنے لگا۔

رنگ ناک نے اپنے گھر کے تہہ خانے میں بیٹھا شیطان کی پوجا کر رہا تھا کہ اس کا غلام وہی بوڑھا جس کا نام رنجیت بابا تھا تہہ خانے میں آیا اور بولا۔

آسانی بجلی چمکی اور ساتھ ساتھ ملکی اچانک ہلکی بارش شروع ہو گئی بارش رفتہ رفتہ ہوتی جا رہی تھی اب بارش اتنی زور سے ہو رہی تھی کہ سارے روڈ پر پانی ہی پانی جمع ہو گیا تھا واکرم اور تمام دونوں اپنے گاؤں جارہے تھے جس راستہ سے وہ گاؤں جارہے تھے وہ راستہ بہت ہی خطرناک تھا واکرم اور تمام دونوں پانچ بجے گھر چلے جاتے تھے شہر سے لگاؤں تک کا سفر کوئی تین گھنٹے کا تھا لیکن بارش اور آسانی بجلی کی وجہ سے انہیں دیر ہوئی تھی اور پھر ان کی گاڑی بھی خراب ہو گئی انہیں میں پانی چلا گیا وہ اسی نقش کش میں تھے کہ کہیں رات بسر کرنے کو مل جائے کہ ایک بار پھر آسانی بجلی چمکی اور اتنی زور سے چمکی کہ وہ دھل کر رہ گئے ہوا یوں کہ جیسے بجلی چمکی انہیں روشنی میں ایک سایہ نظر آیا اور وہ سایہ ایک بڑھے کا تھا جس کی کندھے پر ایک بے ہوش آدمی پڑا ہوا تھا ان



اے میرے آقا آپ کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ آج ایک کی بجائے تین آدمی لے کر آیا ہوں تو رنگا خوشی سے اچھلا۔  
یعنی دو دن کے شکار مل گئے ہیں۔  
ہاں میرے آقا دو دن کے شکار گھر بیٹھے ہی مل گئے ہیں۔

رنگا کا نام رنگا تھا لیکن ناگی وہ بعد میں بنا۔ ہوا یہ کہ ایک دن رنگا اپنی جان سے پیاری پوجا کے ساتھ پیار محبت کی باتیں کرتا ہوا اپنے گھر سے دور کھیتوں تک آگیا کھیتوں میں آئے کے بعد وہ ایک درخت کے نیچے آ بیٹھے جس درخت کے نیچے وہ دونوں بیٹھے تھے وہاں ایک ناگی کی غار تھی اور غار کے بالکل نزدیک پوجا بیٹھی ہوئی تھی پوجا اور رنگا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت کی باتیں کر رہے تھے کہ انہیں احساس بھی نہ ہوا کہ ابھی وہ ایک ناگی کا شکار بننے والے ہیں وہ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک پوجا نے ایک فلک شکاف سے بیخ ماری اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا سانپ۔

اس پر رنگا چونک اٹھا اس سے پہلے کہ رنگا کو بھی اپنا شکار بنانا رنگا نے قریب پڑے ہوئے پتھر اٹھا یا اور ناگ کو مارنے لگا ناگ اپنے جسم کو ہلاتے ہوئے پتھر اٹھائے اور اس کی زد سے بچ گیا۔ اور کھیتوں میں چلا گیا۔ رنگا بھی تھوڑا اس کے پیچھے بھاگا مگر بے سود جانے ناگ کہاں گیا تھا تو پھر رنگا واپس آ گیا جب اس نے پوجا کو دیکھا تو مارے غم کے زمین پر گر گیا اور پھر زور زور سے رونے لگا کیونکہ اس کی پوجا مرنے لگی تھی پوجا کی موت کے بعد رنگا سانپوں کا دشمن بن گیا سانپوں کو کھا کھا کر اس میں کچھ کالی

شکلیاں آگئی تھیں۔ شکلیوں کے آنے کے بعد اسے مٹی کا ایک بت بنایا اور اس کی پوجا کرنے لگا۔ دو سال بعد رنگا کا آقا شیطان دیوتا اس سے خوش ہوا اور اسے اور بھی زیادہ شکلیاں دے دیں اور کہا۔

اے پجاری میری بات غور سے سنو۔  
رنگا نے جب بت کو بولتے ہوئے دیکھا تو ادب سے جھک گیا اور کہا۔  
جو حکم میرے آقا فرمائیے۔

بت سے پھر آواز سنائی آئی۔ تو نے دو مہینے کے اندر اندر ایک سو ایک نو جوانوں کی بلی دینی ہے۔ جن کی عمریں اسی سال سے لے کر تیس سال تک ہوں میرے قدموں میں بلی دینی ہے تو پھر تو امر ہو جائے گا تجھ سے بڑا میرا پجاری کوئی نہیں ہوگا یہی نہیں بلکہ تیرے پاس ایک ایسا نو جوان آئے گا جس کی عمر اٹھائیس سال ہوگی اور اس میں پہلے بھی کچھ شکلیاں ہوں گی لیکن اسے خود سے معلوم نہیں اس نو جوان کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ کے سفید میں ڈھیلے میں ایک تل ہوگا تو اس کو میری راہ پر لگا دینا تو تو بھی امر ہو جائے گا اور وہ بھی امر ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر بت کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں۔ اور رنگا سجدے میں گر گیا اور کہا جو حکم میرے آقا جب رنگا اٹھا تو اسے خود میں بہت سی تبدیلیاں محسوس ہوئیں اب اس کو صرف اور صرف اس نو جوان کا انتظار تھا جو اسے امر کر سکتا تھا۔

ادھر شہر میں بھی اور گاؤں میں بھی ہر

طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی کیونکہ آئے دن ایک نہ ایک نو جوان غائب ہوتا تھا ایک دن شہر میں تو دوسرے دن گاؤں میں اس طرح سلسلہ چلتا رہا۔ اور اب تو یہ سلسلہ مسلسل چل نکلا تھا۔ شہر میں کم لیکن گاؤں میں فاقے ہونے لگے تھے گاؤں کے لوگوں کا پیشہ زراعت تھا جب تک کھیتوں میں لوگ جا نہیں گئے تو کھائیں گے۔ لوگوں کے کام کاج نہ کرنے کی وجہ سے گھروں میں فاقے ہونے لگے تھے لوگ خوف سے گھروں نکلتے نہ تھے۔

ریحان خالد آصف احتشام منیب یہ پانچوں آپس میں گہرے دوست تھے ایک دن پانچوں اس موضوع پر بات کر رہے تھے کہ منیب نے پوچھا۔ دوستو یہ سب اس گاؤں میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کون کر رہا ہے۔ باقی سب دوستوں نے کہا ہمیں کیا معلوم کہ کون کر رہا ہے۔

خالد بولا۔ معلوم کرنا پڑے گا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے اور اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔

آصف بولا مجھے تو کچھ گڑ بڑ لگتی ہے کہ کوئی آسیب وغیرہ نہ ہو ہمیں کسی بزرگ کے پاس جا کر بات کرنا ہوگی۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہمیں کسی بزرگ سے رابطہ کرنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے والدین سے بات کرنا ہوگی اس پر سب نے اثبات میں سر ہلادیا کہ ہمیں اپنے والدین سے مشورہ کرنا ہوگا۔ تاکہ وہ ہمیں کسی بزرگ کا ٹھکانہ بتا سکیں۔

رنگا نے جب تین شکار دیکھے تو خوشی سے اچھل پڑا اور ایک نو جوان کو رنجیت سے لیا اور بانی دونو جوانوں کو ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ پھر رنگا نے اس نو جوان کو بت کے سامنے لٹایا اور اس کی گردن پر پتھر رکھ کر اس کی شرک کا بت دی اور خون کو ایک پیالے میں جمع کر لیا۔ اور پھر اس کا گوشت رنجیت بابا کو دے دیا اور خود خون کے پیالے کو اٹھا کر آدھے خون سے شیطان دیوتا کے بت کو غسل دیا غسل کے بعد بانی بجا ہوا خون خود پی گیا۔ شیطان دیوتا کے بت کے آگے ہاتھ باندھ کر جھک گیا اور بولا۔

اے میرے آقا میری یہ بلی قبول کر اور مجھے درشن دے اور یہ بھی بتا کہ وہ نو جوان کب میرے پاس آئے گا۔  
تو اس بت کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور آواز آئی۔ میری بات غور سے سنو۔

فرمائیے میرے آقا۔ وہ خوشی سے بولا۔  
تیری یہ بلی ہم نے قبول کر لی ہے اسی طرح تو میں بلایاں اور دے گا تو تو امر ہو جائے گا اور ہاں وہ نو جوان تیرے تہہ خانے میں موجود ہے اس کا نام واکرم ہے اب تو نے ہی اس کو میری راہ پر لگانا ہے۔

یہ سن کر رنگا سجدے میں گر گیا۔ اور شیطان ان کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں رنگا وہاں سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا تہہ خانے میں گیا اور واکرم کو اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آیا اور اس کو نرم ملام بیڈ پر لٹا دیا۔ اور خود شیطان دیوتا کے سامنے اپنی پالٹی مار کر بیٹھ گیا۔



اور ایک حصار کھینچ کر کوئی منتر پڑھنے لگا۔

احتشام نے پوچھا۔ انگل اس کا نام کیا ہے۔

ریحان کے ابو بولے۔ ان کا نام حاجی عبدالرحمن ہے۔ یہ کہہ کر ریحان کے ابو خاموش ہو گئے ریحان بولا۔

اس علاقے کا نام کیا ہے۔

وہ بولے اس علاقے کا نام سوات ہے۔ خالد بولا۔ تو پھر اس بزرگ کے پاس

کب جائیں گے۔

احتشام بولا۔ کل ہی جائیں گے۔

غیب بولا کل سے کیوں آج ہی کیوں نہیں آج کا کام کل پر مت چھوڑو

خالد بولا ٹھیک ہے ہم آج ہی تیاری کرتے ہیں اور کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ایک گاڑی صبح سوات جاتی ہے کہو تو اسی گاڑی میں چلتے ہیں یا پھر بھائی پھر خالد کی گاڑی پر اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔

ہاں یہ بات ٹھیک ہے اپنی گاڑی پر مزاحیہ کچھ اور ہوگا سب دوست لطف اندوز بھی ہوتے رہیں گے اور سفر بھی جاری رہے گا۔ خالد بولا۔ کہو تو تمہارے ابو کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔

آصف بولا نہیں بھائی انگل تو ایک سفر کے عادی نہیں ہیں اور پھر بڑھاپے میں اور کمزوری کی وجہ سے تو وہ ان حالات کا سامنا نہیں کر سکیں گے ہم دوست ہی جائیں گے بس۔

تو پھر ڈن کل سات بجے میری گاڑی سے سفر شروع کریں گے یہ کہہ کر وہ ریحان کے گھر سے اٹھے اور ریحان بھی ساتھ لے کر باہر

خالد کے ابو نے کہا۔ مجھے ایک عامل کے بارے میں معلوم ہے وہ بہت پیچھے ہوئے بزرگ ہیں انہوں نے ایک سواک چلے کر رکھے ہیں اور اس کے پاس ایک ایسی طاقت ہے جس سے وہ لوگوں کی نظروں سے ہوجھل ہوجاتے ہیں۔ اور پھر وہی عمل کر کے وہ ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اس پر احتشام نے کہا۔ اس کا آستانہ عالیہ کہاں ہے

خالد کے ابو نے کہا۔ ان کا گھرانہ مغرب کی جانب دس میل دور ایک جنگل میں ہے جس کا نام کالا جنگل ہے یہ جنگل بہت ہی خطرناک ہے اس جنگل میں ایسے ایسے خوفناک درندے اور جانور ہیں جو شاید کسی ملک میں دیکھنے نہ گئے ہوں۔ اسی جنگل کے بعد ایک پہاڑی علاقہ شروع ہوجاتا ہے اسی پہاڑی علاقے میں ایک ایسی پہاڑی ہے جس کی چوٹی کے اوپر ایک عقاب کی تصویر بنی ہوئی ہے یہی پہاڑی میں وہ عامل بار بار جتے ہیں اس کی عمر تین سو سال ہے بھی زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بظاہر تو ایک انسان ہے لیکن وہ حقیقت میں ایک نیک روح ہے ایک ایسے انسان کی روح جو لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

پک پک آگئے۔ اور ایک ایک کر کے سب اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح وہ پانچوں دوست خالد کے گھر جمع ہو گئے اور پھر اپنا ضروری سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھا اور پھر گاڑی کو مغرب کی جانب جاتے ہوئے راستے پر ڈال دیا جاتے وہ انہوں نے ریحان کے ابو سے ایک صاف کاغذ پر نقشہ بنوالیا تھا نقشہ کو وہ دیکھتے جاتے اور اپنا سفر جاری کر رہے تھے ابھی انہیں توڑا ہی سفر طے کیا ہوگا کہ ایک ہوٹل آگیا ریحان نے کہا۔

چلو کچھ کھا لیتے ہیں۔

تو سب نے ہاں میں ہاں ملائی اور وہ سب اس ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ داخل ہوتے ہی انہوں نے ایک ٹیبل پر بیٹھے اور کھانے کا آرڈر دے دیا۔ خوب کھانے کے بعد وہ اٹھے اور چھ سامان انہوں نے گاڑی میں بھی رکھ لیا اور ایک بار پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔ اب ان کی گاڑی ایک ایسے روڈ پر سفر کر رہی تھی جو دن کے وقت بھی بالکل سنسان پڑا تھا اسی طرح سفر کرتے کرتے انہیں شام ہوگئی لیکن پھر بھی وہ کالے جنگل کے سامنے ابھی تک نہ پہنچے تھے دن پر رات کی کالی سیاہ چادر دھیرے دھیرے بٹھنے لگی تھی اور سورج بھی غروب ہو رہا تھا۔ وہ اسی طرح سفر کرتے کرتے تھک گئے جس سڑک پر وہ سفر کر رہے تھے اس کے ارد گرد بہت سے شیشم کے درخت تھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کئی ریلوے لائنیں گھومتی ہو رہی ہیں۔ کہ انچانک ان کی گاڑی کے فرنٹ شیشے پر ایک بندر

آگرا بندر کو دیکھ کر پانچوں ڈر گئے کیونکہ یہ کوئی عام بندر نہ تھا اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے زہر وراث کا بلب روشن ہو اور اتنی سرک جیسے اس کی آنکھوں سے خون بہہ رہا ہو ان پانچوں کو دیکھ کر بندر بولا۔

میں ایک مسلمان جن ہوں مجھے رنگا ناگی نے جادو کے زور سے بندر بنا دیا ہے اس لیے کیونکہ یہ مجھے کہتا تھا کہ میں اس کو ایک سواک نوجوان لاکر دوں ہر روز ایک نوجوان لیکن میں نے انکار کر دیا تو اس نے میرے سر میں ایک سوئی چھو دی اور میں بندر بن گیا۔ اب میں سے اگر کوئی میرے سر سے سوئی نکال دے تو میں آپ لوگوں کی مدد کر سکتا ہوں۔

اس کی کہانی سن کر ریحان نے ہمت کر کے باہر نکلا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا کہ اچانک اسے اپنے ہاتھ میں سوئی چبھتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے اس سوئی کو پکڑ کر باہر نکال لیا۔ سوئی نکلتے ہی بندر والی جگہ سے دھواں اٹھا جب دھواں رکا تو وہاں اب بندر کی جگہ ایک جن کھڑا تھا اور سوئی بھی ریحان کے ہاتھ سے غائب تھی جن بولا

آپ نے میری مدد کی مجھے خوشی ہوئی اب اگر آپ کو میری مدد کی ضرورت پڑی تو میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوجاؤں گا۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک پائل ریحان کی طرف پھینکی اور کہا۔ اس کو ہلانا جب ان کی جھنکار میرے کانوں میں پڑے گی تو میں فوراً آپ کے پاس آجاؤں گا۔

ریحان نے وہ پائل پکڑی ہی تھی کہ جن غائب ہو گیا۔ جن کے غائب ہوتے ہی انہوں



نے اپنا سفر جاری کر دیا لیکن اس بندر اور جن کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

گنجنوں وہ شیطان آقا کے بت کے سامنے آتی پالتی مارے بیٹھار باور پھرت کی آنکھیں روشن ہو گئیں آنکھیں روشن ہوتے ہی رنگا سجدے میں گر گیا اور اپنے آقا کی آواز پر سر اٹھایا اور نظریں جھکا لیں۔

فرمایئے میرے آقا۔  
سن بالک وہ لڑکا اب تیرے حوالے ہے تو نے اس کو میرا سیوک بنانا ہے اور اگر وہ کام نہ کر سکا تو میں تیری ساری شکتیاں سلب کر دوں گا بت سے آواز ابھری۔

مجھ پر بھروسہ کیجئے میرے آقا اب تو اس لڑکے کی ایسی کی تیشی اب جیسے ہی اس کو ہوش آئے گا میں اس کو اپنے سامنے بیٹھا کر کال ماما کا سا تو ان منتر پڑھ کر پھونک مار دوں گا تاکہ وہ میری نگرانی میں رہے اور میں اس کو اس کی طاقتوں کو بھی ظاہر کرنے کا عمل بتا دوں گا۔

نہ بالک یہ غلطی مت کرنا اگر تو نے کالی ماما کا سا تو ان منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس کی ساری شکتیاں سلب ہو جائیں گی اور پھر وہ ایک عام انسان بن جائے گا تو اس کو اس کی طاقتیں ظاہر کرنے کا منتر بتا دینا تاکہ وہ شکتیوں کو دیکھ کر اور بھی شکتیاں حاصل کرنے کی کھان لے۔

دیکھ کر شیطان دیوتا کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں اور ایک بار پھر رنگا سجدے میں گر گیا جب وہ سجدے سے اٹھا تو اس کے پاس ایک چبوترے پر سرخ رنگ کا ایک کاغذ پڑا تھا

اور اس پر ایک منتر لکھا ہوا تھا جس کے نیچے لکھا تھا کہ یہ وہ منتر ہے جو تو کرم کو سکھائے گا اس کو پڑھ کر اس کے سامنے اس کی شکتیاں آجائیں گی تو پھر تو اس کو میرا سیوک بنائے گا جب یہ میرا سیوک بن جائیگا تو میں تجھ کو امر کر دوں گا اور پھر پوری دنیا پر تیار ہی راج ہوگا اس سے رنگا ناکی بہت ہی خوش ہوا اور سجدے میں گر گیا۔

انہیں سفر شروع کئے چند ہی منٹ گزرے تھے کہ خالد نے کہا یارات بھی بیت چکی ہے میری مانو تو رات کسی جگہ بسر کر لیتے ہیں صبح ہی صبح اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔

سب نے مل کر فیصلہ کیا اور کہا آگے اگر کوئی ہوٹل ہو تو رات وہیں بسر کر لیں گے ان کا سفر جاری تھا کہ دور کی لائٹ کا احساس ہوا جیسے ریسٹورنٹ کی ادوری منزل پر لائٹ روشن ہو ان سب کی باپیں کھل گئیں کیونکہ واقعی وہ ایک ریسٹورنٹ تھا انہوں نے گاڑی پارک کی اور ہوٹل کے صدر دروازے تک آئے دروازے پر دستک دینے کے بعد انہوں نے چند منٹ انتظار کیا اور پھر ایک شخص نے دروازہ کھولا جس کا چہرہ بہت ہی پر اسرار تھا انکو دیکھتے ہی انکی آنکھیں روشن ہو گئیں اور چہرے پر کچھ ایک مکروہ سی مسکراہٹ بھر گئی انہوں نے اس شخص سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اجازت پا کر وہ ہوٹل میں داخل ہوئے ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد وہ ایک کمرے میں آگئے کمرے میں آ کر انہوں نے سارا سامان گاڑی سے نکال کر کمرے میں منتقل کر دیا۔ اور پھر رحمان نے

خیل فون جو کمرے میں موجود تھا اور نمبر جو دیوار پر لکھا ہوا تھا مایا اور ویٹر کو اندر آنے کے لیے کہا اور کارڈ لانے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ خالد نے کھانے کو کچھ منگوا دیا اور ویٹر چلا گیا۔ انہوں نے کھانا کھانا پیا نے پی اور باتیں کرنے لگے لیکن باتوں کے دوان ہی وہ بے ہوش ہونے لگے چائے میں ایسا کچھ تھا جس نے ان کو بے ہوش کر دیا تھا۔

یہ ہوٹل ایک کھنڈر تھا جس میں رنگا ناکی کا ایک چیلار ہوتا تھا اسکو جب پتہ چلا کہ انہوں نے اس کے آقا رنگا کے دشمن کو آزاد کر دیا ہے تو وہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ باپچوں اسی طرف ہی آ رہے ہیں تو اس نے جادو کے زور پر کھنڈر کو ہوٹل بنا دیا تھا جو انکے بے ہوش ہوتے ہی دوبارہ کھنڈر بن گیا تھا۔

دکرم کو جیسے ہی ہوش آیا اس نے خود کو ایک نرم دھانم بیڈ پر لیٹ ہوئے پایا اور اس کے سامنے کوئی آدمی آتی پالتی مارے بیٹھا ہوا تھا جس کی پیٹھ و کمر کی طرف کچی اور منہ شیطان دیوتا کی طرف تھا جس کی وجہ سے وہ اسے پجانے سے قاصر تھا وہ بیڈ سے اٹھا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کو گھورنے لگا رنگا نے اسے خود کے سامنے کھڑا دیکھ کر کہا۔

کیا ہے ایسے مجھے کیوں گھور رہا ہے۔ اور کیا وہ کرم میری بات مان تو مجھ شیطان کی پوجا کرنے میں ملن ہو جا۔

وہ کہنے لگا میں کیوں اس بت کی پوجا کروں

رنگا بولا اگر تو شیطان دیوتا کی پوجا کرنے لگا تو آقا تجھ سے خوش ہو کر تجھ کو شکتیاں دے گا اور تو دنیا پر راج کرے گا۔

یہ سن کر دکرم خوش ہو گیا اور بولا۔ ٹھیک ہے میں بھی تیرے ساتھ اس شیطان دیوتا کی پوجا کروں گا اس پر رنگا خوش ہو گیا اور اسے شیطان آقا کا دیا ہوا منتر پڑھایا وہ منتر کو یاد کرنے لگا۔ جب اسے یاد ہو گیا تو اسے ہوا میں پھونک ماری تو اس کے سامنے کئی جن آگئے۔ اور وہ خوش سے اچھلنے لگا لیکن اب اس کے دل میں شیطان کی پوجا کرنے کوئی خوشی نہ تھی کیونکہ اس کے پاس طاقتیں تھیں کچھ دن تو وہ رنگا کے ساتھ بے دلی سے پوجا کرتا رہا اور خون دیکھتا رہا لیکن اس پر اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ وہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچنے لگا سوچتے سوچتے اس کے چہرے پر خوشی کی ایک لمبہ دوڑ گئی شاید اس کے ذہن میں کوئی تھکیب آگئی تھی اس وقت جب وہ منصوبہ تیار کر رہا تھا رنگا کہیں باہر گیا ہوا تھا وہ جلدی جلدی اپنی طاقتوں کو ظاہر کرنے کا منتر پڑھنے لگا منتر کے مکمل ہوتے ہی ہوا میں ہی پھونک ماری تو اس کے سامنے کئی جن آگئے اس نے کالے جن کو کہا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کا طریقہ بتاؤ۔

یہاں سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ جس تہہ خانے میں آپ بند تھے اس تہہ خانے میں داخل ہاتھ کی طرف ایک دروازہ ہے وہ دروازہ نذر نے کے بعد ایک کمرے آگیا کمرہ کے بائیں کونے میں ایک سرنگ ہے لیکن وہ سرنگ بہت ہی چھوٹی ہے۔ اور بہت



ہی لمبی ہے وہ سرنگ باہر کی طرف جاتی ہے اس سرنگ کو عبور کرنے کے بعد آپ اپنی دنیا میں پہنچ جائیں گے یہ سکر وکرم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑی۔ اور دل میں سوچا رنگ تو کیا چیز ہے ایک مرتبہ یہاں سے نکل جاؤں پھر میں تیری ایسی خبر لوں گا کہ تو سوچ بھی نہ سکے گا۔

اس نے اپنے ایک جن سے کہا کہ وہ مجھے اس سرنگ تک لے جائے اور دوسرے سے کہا کہ تو مجھے یہ خطے سے آگاہ رکھے۔ یہ کہہ کر وہ تہہ خانہ کی طرف بڑھ گیا تہہ خانے میں پہنچ کر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہاں تقریباً پچاس لاشوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے پھر ان میں سے ایک لاش ان کی طرف بڑھی اور آہستہ آہستہ ان کی طرف آئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس کی آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے ناک پر سے سارا گوشت لوٹھڑے بن بن کر گر رہا تھا غرض یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ وہ اس کا سارا جسم لوٹھڑوں سے بھرا ہوا تھا جگہ جگہ لوٹھڑے ٹپک رہے تھے۔ اس کے قریب اتنے ہی اس نے منہ کھول کر کہا۔

ہمیں آزادی چاہیے۔  
وکرم کہنے لگا کیسی آزادی۔

وہ بولی نہیں یہاں سے نکال کر ہمارے رسم و رواج کے مطابق ہماری چٹا جلا دیں ہم آزاد ہو جائیں گے ہم اور ہمارے ساتھ رنگ کے بت میں تیر ہیں ہمیں آزاد کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ آپ رنگ ناگی کے بت کو توڑ کر میرے ایک ساتھی کے جسم میں ایک بتلا چھپا ہوا

ہے آپ اگر اس بت کو نکال کر اور پھر رنگ ناگی کے بت توڑنے کا تو ہم آزاد ہو جائیں گے اور دنیا بھی ایک بہت بڑے عذاب سے محفوظ ہو جائے گی۔ جو رنگ کے امر ہونے کے بعد کھڑے ہوں گے۔

یہ سن کر وکرم گہری سوچ میں پڑ گیا لاش نے اس کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ لاش نے جب اس کو سوچتے ہوئے دیکھا تو کہا۔  
کیا آپ ہماری مدد کرنے کو تیار ہیں۔  
پہلے تو وہ گھبرا گیا لیکن پھر بعد میں وکرم نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھری اور کہا ٹھیک ہے میں آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔  
تو پھر آپ ابھی اپنی دنیا میں نہ جائیں ہمیں آزاد کرنے اور رنگ ناگی کو ختم کرنے کے بعد کھنڈر خود بخود غائب جایگا اور آپ کو بھی اسانی ہوگی۔

یہ سن کر وہ واپس سی کمرے میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے یکا یک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے اپنے ایک غلام کو حاضر کیا تو وہ پل بھر میں وہاں پہنچا۔ اور کہا۔ حکم میرے آقا تو وکرم نے کہا۔ مجھے وہ بتلا لا کر دو جس میں رنگ کی جان

ہے جن بولا آقا یہ کام آسان نہیں ہے جسے آپ اتنا آسان سمجھ رہے ہیں آپ کی سازشوں کا علم رنگ کو ہو گیا ہے وکرم۔۔۔۔۔  
ابھی جن سے باتیں کر رہا تھا کہ رنگ وہاں آ گیا اور کیا پاک تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس کی تجھے سزا دی جائے گی۔  
یہ کہہ کر اس نے کوئی منتر پڑھا اور پھر

پھونک ماری تو وکرم ایک پنجرے میں بند ہو گیا وہ کسی قیدی پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگا کہ اچانک اسے خیال آیا کہ کیوں نہ میں اپنے غلاموں سے مدد نہ کر لیں یہاں سے نکلوں اور اس سے کوئی تلوار منگو کر پہلے بت کو توڑ دوں تو بت کے ٹوٹنے ہی وہ روٹیں آزاد ہو جائیں گی اور میری مدد کو آجائیں گی اس نے جلدی جلدی منتر پڑھ کر پھونک ماری اور کہا مجھے یہاں سے نکال کر ایک تلوار لا کر دو تو ایک جن غائب ہو گیا اور چند منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ اس نے وکرم کی طرف تلوار بڑھا دی اور دوسرے نے جلدی سے دروازہ کھول دیا دروازہ کھلتے ہی وکرم نے ایک سیکنڈ سے پہلے بجلی کی تیزی سے باہر کو نکلا اور سیدھا شیطان کے بت کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور تلوار سے بت کو ایک ہی وار میں توڑ دیا بت کے ٹوٹنے ہی وہاں تہہ خانے میں سے ساری لاشیں نکل آئیں آخر میں ایک لاش آئی جس کی پسلیوں میں ایک گڑیا جتنا پتلا رکھا ہوا تھا۔

رات کے بجائے کون سے پہرے ریحان کی آنکھ ایک چھناکے سے کھل گئی وہ یہ دیکھنے کے لیے اٹھا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جس رینورٹ میں وہ آئے تھے وہ اب اس رینورٹ کی بجائے ایک کھنڈر نما کمرے میں تھے جس میں چاند کی روشنی اندر آرہی تھی ریحان نے جلدی سے اپنے دوستوں کو اٹھایا تو وہ بھی یہ سب منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ اسی سوچ میں تھے کہ ان کے سامنے ایک جادوگر

اگیا۔ اور بولا کیوں بالک کیا حال ہے۔ آپ کون ہو۔  
میں کون ہوں اس نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا تم نے میرے آقا رنگ ناگی کے دمن کو آزاد کر کے خود کو موت کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ اب تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا ہے۔  
یہ سکر وہ سب خوفزدہ ہو گئے اور جادوگر بولا آج تو اسے آقا کو خوش کرنے کا موقع ہے یہ کہہ کر وہ ان کی طرف لپکا کہ خالد کو ایک چمکی ہوئی چیز نظر آئی اس نے بھاگ کر وہ چیز اٹھائی اٹھاتے ہی اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ وہ ایک تلوار تھی خالد تلوار کو لہراتا ہوا آگے بڑھا اور جادوگر کی طرف آنے لگا اور کہا۔

تو میری نہیں اپنی زندگی کی خیر منا۔ لیکن اس سے پہلے کہ خالد جادوگر پر وار کرتا جادوگر بجلی کی تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے دوستوں کو دبوچ لیا۔ ان کی گردنیں مروڑ دیں اور آنکھیں نکال دیں زبان بھیجی لی وہ چاروں مر چکے تھے خالد سے اپنے چاروں دوستوں کی موت کا صدمہ برداشت نہ ہوا۔ اور وہ یہ سوچ کر آگے بڑھا کہ اگر میں نے اس پر وار نہ کیا تو وہ مجھے مار دے گا اور اگر کر دیا تو وہ مر جائے گا۔ وہ ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ جادوگر ایک خوشی کے روپ میں تبدیل ہو گیا۔ اور اس کی طرف بڑھا اور اپنا پتلا خالد کے منہ پر ماریا اس پر خالد کو غصہ آیا اور اس نے وار پوری ہمت سے گھمادی۔ خالد کا وار خالی نہ گیا اور جادوگر کی گردن کٹ کر دوڑ جاگری اور خالد بھی زمین پر گر گیا کرتے ہی خالد کی دائیں ٹانگ ٹوٹ

شیطان کے پجاری

خونفاک ڈائجسٹ 83

اپریل 2016

خونفاک ڈائجسٹ 82

شیطان کے پجاری

اپریل 2016



گئی۔ جادوگر کے مرتے ہی وہ کھنڈر خود بخود غائب ہو گیا وہاں پر چھ لاشوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے

سے پکڑ کر ایک ہاتھ پسیلوں میں ڈال دیا اور ساتھ میں اپنے غلاموں کو حاضر کرنے کا منتر پڑھ کر پھونکا اور پتلا نکال لیا۔ یہ دیکھ کر رنگ خنودہ رہ گیا اسے اپنی موت جیسی اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتی ہوئی نظر آئی اور وہ وکرم سے معافیاں مانگنے لگا گڑگڑانے لگا تو وکرم بولا۔

منتر پڑھنے لگا کہ وکرم نے پتلے کی گردن  
مزوردی گردن کے ٹوٹتے ہی وہاں دھواں  
پھیل گیا اور بب دھواں ختم ہوا تو وہ ایک  
میدان میں کھڑے تھے اور پھر ساری لاشیں گر  
گئیں وکرم انہیں جادو کے زور سے اٹھایا  
اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ان کو  
قبرستان میں دفنایا اور پھر وکرم گھبرا گیا۔

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہیں  
ہوا ان کے آنے کا سندیہ دیتی رہی  
-----  
بشیر احمد بھٹی۔ بہاولپور  
صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو  
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں  
-----  
اشفاق احمد۔ ارزانی پور  
چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے  
تم بن اگر پھر بھی نہ سبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم  
-----  
اسد شہزاد۔ گوجرہ  
بے نشان منزلوں کے سفر پر نکل گئے تو جانو گے  
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں  
-----  
ابرار احمد۔ گلومندلی  
جب جب اے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے  
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری  
-----  
آر نیازی۔ گوجرہ  
جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے  
سبھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیرے نام



# ویران کھنڈرات

۔۔۔ تحریر: محمد خالد سرور۔ خانیوال۔۔۔

سب بہت ہی پریشان تھے خوف سے سب کے پسینے چھوٹ گئے تھے اگر کسی درخت کا پتہ بھی سرسرا تا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ ہوا کی آواز اس طرح تھی جیسے کسی سنبال کھنڈر میں سے بچوں کے اوپر سے کوئی چلتا ہے اس وقت ہوا کی سرگوشی اس طرح تھی جیسے کسی نے کوئی جاؤ کر دیا ہو۔ وہ سامنے درخت کے اوپر شاخ پر دیکھو احمد نے کہا خوفزدہ اور کاہن ہوئی آواز میں کہا۔ دیکھو دیکھو وہ دیکھو۔ کتنے خوفناک پرندے ہیں۔ سب نے جلدی سے اس سمت دیکھا پہلے تو واضح پتھ دکھائی نہ دیا مگر جب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں سب حواس باختہ رہ گئے ایک خوفناک سمندری مویج طوفان خیز کی مانند بدن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تینوں پرندے جو پہلے احمد نے دیکھے پھر سب نے ان کے سامنے آکر براجمان ہوئے ان لوگوں نے موت کی برصا نیئت کسی سے بھی کے رنگ فق ہو گئے تھے بے شک بھوت۔ ان پرندوں کے چھیں میں تھے مگر ان کی بدی کیفیت کسی سے بھی نیانہ تھی اچانک ان تینوں پرندوں نے انسانی روپ دھار سب لوگ دھنگ رہ گئے اب ان کو آسانی سے شناخت کیا جا سکتا تھا کہ کون مرد ہے اور کون عورت یہ سب کچھ کہ کر مزید نورین سر عمر ان پر گر پڑی لہن تینوں میں ایک لڑکی تھی جس کی رنگت شہر سے پہلے ہوئے پھولوں کی تازگی اور کئے ہوئے سیبوں کی شگفتگی کو امیر و کہا جا سکتا ہے تو بس یہ اس کی رنگت تھی اس کی آنکھیں سیاہ رات کی مانند کالی چھورے رنگ کی بال جن پر گھنٹیں نہیں تھیں کی جھلک نظر آتی تھی قد اتنا لمبا نہیں تھا مگر بے حد تہمت موزوں بے حد تناسب وہ بری طرح دیکھی تھی اس کی نگاہیں متواتر سب پر رہی ہوئی تھیں۔ یہ سب دیکھتے ہی سب لوگوں کے پسینے ایسے چھوٹ رہے تھے کہ جیسے وہ ابھی نہا کر آئے۔ ایک سنسنی خیز اور ذرا ولی کہاں۔

تھے ان کے بچہ زبھی آگئے سر الیاس بولے۔  
آج تو آپ لوگوں بہت خوش ہوں گے  
آپ کے سر سے امتحان کا بوجھ جو اتر گیا ہے  
اور آپ لوگ پڑھ پڑھ کر تھک گئے ہوں گے  
کیوں نہ کہیں سیر کر لیں۔  
سائزہ بولی۔ واؤ سر کیا آئیڈیا دیا ہے آپ کی  
تو بات ہی الگ ہے۔ کاش سر عمر ان آپ جیسے  
ہوتے تو آج کا پیپر ہمارا اچھا ہو جاتا۔ تو سر عمر ان  
نے دور سے کہا۔  
کاموس تھا بلکی بلکی ہوا چل رہی تھی  
برسات آسمان کو کالے بادلوں نے آبی  
لیٹ میں لے رکھا تھا دن کے بارہ بج رہے تھے  
غیاث احمد سائزہ اقرا تمام دوستوں نے ڈی  
فارمیسی کے فرسٹ ایئر کا سالانہ امتحان کا آخری  
پیپر دیا اور پیپر دیکس کرنے کے لیے ایک گراؤند  
میں چلے گئے۔ آج سب پیپر زخم ہوئے کی وجہ  
سے بہت ہی خوش تھے لیکن اداس بھی تھے کہ آج کا  
پیپر بہت مشکل تھا وہ سب باتوں میں مصروف



اچھا تو الیاس سے میری برائیاں کی جارہی ہیں کوئی بات نہیں پیسہ زتو میں نے ہی چیک کرنے ہیں پھر آپ کو بتا دوں گا کہ میں کتنا اچھا ہوں۔ غیاث نے ہنس کر ہم آپ کی تعریف کر رہے تھے کہ آپ جیسا پہننے کی سچیرے کے پاس نہیں۔ سر الیاس نے کہا اچھا تو اب ان کو کھن لگا رہا ہے کیونکہ پیسہ کا اچھی چیک ہونا ہے باقی ہے۔ غیاث نے کہا سر ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم تو سب پیسہ کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے ہیں کسی سے بدتمیزی نہیں کرتے۔ اقرا ابولی۔ سر ہم تو بس آپ کو پسپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ آپ بروقت پریشان اور خط طبیعت میں رہتے ہیں۔ احمد نے کہا۔ سر کون کون جارہا ہے اور کس جگہ کی سیر کرنی ہے۔

چار ماہ میں ان کا ایک سمسٹر ختم ہو جاتا ہے اور تم بارہ ماہ بعد امتحانات دیتے ہو۔ احمد نے کہا۔ سر آپ بتا دیں کہ ہم کسیر کے لیے کہاں جارہے ہیں ان سب کی باتیں بھی ختم نہیں ہوں گی اتنے میں میرا روت مس ہو جائے گا تو سر الیاس نے کہا۔

بیٹا تمہارا گروپ پوری کلاس سے اچھا ہے اس لیے میں تم لوگوں سے زیادہ ہنسی مذاق کرتا ہوں کیونکہ تمہارے گروپ میں تمام سٹوڈنٹ پڑھنے والے ہیں کوئی بھی بدتمیز اور بے ادب نہیں اب میں احمد کے سوال کا جواب دیتا ہوں ورنہ اس کا روٹ مس ہو جائے گا ہم لوگ کشمیر سیر کرنے جارہے ہیں کشمیر کے پہاڑوں کی اور اس کی واد یوں کی اب تم سب اپنے گھر سے اجازت لے کر آنا اتوار والے دن ہم یہاں سے کشمیر روانہ ہو جائیں گے۔

جو کادن تھا سارہ اقرا۔ احمد اور غیاث نے سیر کے لیے گھر سے اجازت لے لی تھی پر شہلا کو گھر سے اجازت نہ مل سکی تھی وہ اقرا کے گھر گئی وہ بہت پریشان تھی اقرا نے کہا۔

تم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم سب شام کو تمہارے گھر آئیں گے اور تم کو اجازت دلا دیں گے۔

شام کو اقرا سارہ دونوں شہلا کے گھر گئیں اور اس کے والد کو کہا کہ انکل آپ پریشان نہ ہوں ہم اس کے ساتھ ہیں اقرا ابولی۔

سارہ ابولی۔ دیکھتے ہیں سالانہ امتحان میں پہلی پوزیشن کون لیتا ہے فڈرم امتحانات میں تو کوئی بھی پڑھائی کے ساتھ سر کی نہیں ہوتا ہے ہر کسی کو یونیورسٹی آنے کی خوشی ہوتی ہے اور وہ اس کا لطف لے رہا ہوتا ہے کہ فڈرم امتحان آجاتے ہیں سر الیاس بولے۔

اب آپ لوگو بھگڑا بند کرو اور شکر ادا کرو یونیورسٹی کا کہ تمہاری ڈاکٹریٹ کی ڈگری سمسٹر وائز نہیں ورنہ تم سب کو ہر روز پڑھنا پڑتا کیونکہ ہر

میرت ہوتے ہوتے اس کو پچھ نہیں ہوگا ہم کون سا یورپ جارہے ہیں اور صرف ایک ہفتہ کی بات ہے۔ ہمارے ساتھ ہمارے پیچھے بھی ہیں اور کچھ فی میل پیچھے بھی ہیں۔

آخر کار شہلا کے والد نے اجازت دے دی ہفتہ کادن تھا سر الیاس نے سب کو یونیورسٹی بلایا تھا شہلا کو نہ اجازت ملنے کی بات سے غیاث بہت پریشان تھا احمد نے کہا۔

تم پریشان مت ہو ہم کچھ کرتے ہیں تم کو اپنے ساتھ لازمی لے کر جائیں گے۔

سارہ اور اقرا اس کے گھر شام کو گئیں تھی اب جب وہ آئیں گی تو پتہ چلے گا کہ اجازت ملی کہ یا نہیں۔ اقرا اور سارہ دور سے اڑیں وہ آپس میں بات کر رہی تھیں جس کی غیاث کو ابھی نہیں بتانا کہ شہلا کو اجازت مل گئی ہے جب غیاث ان کے پاس گیا تو وہ بولی۔

غیاث ہم نے تو بہت کوشش کی ہے مگر اس کے والد نہیں مانے۔

غیاث لڑکھڑا گیا۔ لگ۔ کیا مطلب اقرا نے کہا۔ بس میں ملی۔

یہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ شہلا کہاں ہے۔ وہ اپنے گھر ہے۔ اقرا نے کہا۔

افسوس کی بات ہے اقرا تم اپنی دوست کو اس کے والد کو کنوینس نہیں کر سکتی۔

احمد بولا۔ اقرا کی بیسٹ فرینڈ ہے یا پھر کسی اور کی سارہ بولی۔

پتہ نہیں کسی کو شہلا کے نہ جانے کا افسوس کیوں ہو رہا ہے حالانکہ ہم بھی اس کے بیسٹ فرینڈ ہیں ہم سے زیادہ کسی اور کو افسوس ہو رہا ہے وقار نے دور سے آتے ہوئے کہا۔

میرت ہوتے ہوتے اس کو پچھ نہیں ہوگا ہم کون سا یورپ جارہے ہیں اور صرف ایک ہفتہ کی بات ہے۔ ہمارے ساتھ ہمارے پیچھے بھی ہیں اور کچھ فی میل پیچھے بھی ہیں۔

آخر کار شہلا کے والد نے اجازت دے دی ہفتہ کادن تھا سر الیاس نے سب کو یونیورسٹی بلایا تھا شہلا کو نہ اجازت ملنے کی بات سے غیاث بہت پریشان تھا احمد نے کہا۔

بس کرو کیوں اس کو تنگ کر رہے ہو وہ تو پہلے سے بہت پریشان ہے۔ سارہ بولی۔

تم اس کی حمایت کب سے کرنے لگے ہو وقار نے کہا۔ جب سے اس نے مجھے مشکل ترین پیسہ کروایا ہے

اچھا تو تب سے اس کو کھن لگایا جا رہا ہے سارہ نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ شہلا دور سے آ رہی تھی احمد نے غیاث سے کہا۔

تم اس سے بات کرو۔

اقرا ابولی۔ کیسی باتیں کر رہے ہو احمد اس کی مانگیں کا پتی ہیں جب اس کے سامنے جاتا ہے سال ہو گیا ہے یہ اس سے دل کی بات تو کر نہیں سکتا تو اسکو کنوینس کیسے کرے گا یہ شہلا سے تو بات نہیں کر سکتا ہے تو اس کے والد کے سامنے اس کا کیا حال ہوگا۔

وقار نے کہا غیاث آج تم اس سے بات کرنی پڑے گی۔

سارہ بولی۔ کیا بات کرے گا یہی کہ شہلا تم نے اسائنمنٹ بنائی ہے یا بس بنا دوں

اقرا نے کہا غیاث تم پریشان مت ہو جب تک میں ہوں تمہارا پیغام اس تک پہنچ جاگا رہا سوال اسکا آنے کا تو وہ ضرور آئے گی یہ ہو سکتا ہے

بھلا میں جو کام کیوں وہ ناممکن رہ جائے۔

سارہ بولی۔ اپنے منہ میاں مٹھو مت بھلاؤ

چلو سر بلارہے ہیں۔ اور سب ہی سر الیاس کے پاس چلے گئے سر الیاس نے سب سے سیر کے لیے ٹرانسپورٹ اور کھانے کے لیے پیسوں کی اکاؤنٹنگ کے بعد سرنے سب کو کہا۔

کل صبح سات بجے ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اور پھر اتوار والے دن سب ہی صبح

میرت ہوتے ہوتے اس کو پچھ نہیں ہوگا ہم کون سا یورپ جارہے ہیں اور صرف ایک ہفتہ کی بات ہے۔ ہمارے ساتھ ہمارے پیچھے بھی ہیں اور کچھ فی میل پیچھے بھی ہیں۔

آخر کار شہلا کے والد نے اجازت دے دی ہفتہ کادن تھا سر الیاس نے سب کو یونیورسٹی بلایا تھا شہلا کو نہ اجازت ملنے کی بات سے غیاث بہت پریشان تھا احمد نے کہا۔

تم پریشان مت ہو ہم کچھ کرتے ہیں تم کو اپنے ساتھ لازمی لے کر جائیں گے۔

سارہ اور اقرا اس کے گھر شام کو گئیں تھی اب جب وہ آئیں گی تو پتہ چلے گا کہ اجازت ملی کہ یا نہیں۔ اقرا اور سارہ دور سے اڑیں وہ آپس میں بات کر رہی تھیں جس کی غیاث کو ابھی نہیں بتانا کہ شہلا کو اجازت مل گئی ہے جب غیاث ان کے پاس گیا تو وہ بولی۔



جسے بچہ یونیورسٹی آئے تھے سارہ نے دیکھا تھا  
جیسرہ لیا ہوا تھا اقرار نے بھی لیا ہوا تھا سب اپنی  
مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے سب نے ایک  
ہفتے کے لیے اپنے کپڑے اور گرم جرابیں بھی لیں  
کیونکہ سر الیاس نے کہا تھا کہ موسم کا پتہ نہیں ہوتا  
ہے۔

جب میڈم نورین آ رہی تھیں تو پوری کلاس  
ان کی طرف متوجہ ہوئی خاص کر سر عمران اپنی  
آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے کیونکہ میڈم نورین  
نے جینز کی پینٹ پہنی دفعہ پہنی تھی میڈم جو ریہ ان  
سے ملی اور ان کے پیروں کی تعریف کی سات بجے  
یونیورسٹی کی بس یونیورسٹی سے روانہ ہو گئی سب  
نے بس میں خوب انجوائے کیا اور اقرار نے ایک  
گیم چھلی اور کہا۔

یہ میں سب کے ساتھ کھیلوں گی اس گیم میں  
ہم نے خوب انجوائے کریں گے اور پھر وہ اس گیم  
میں مشغول ہو گئے اور واقعی ان کا انجوائے میں  
گزر رہا تھا۔

شام کے سامنے ڈھلتے جا رہے تھے سورج  
غروب ہو رہا تھا غیاث نے سورج کو غروب  
ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کی تصویر کھینچی۔ شبلا  
نے غیاث کو کہا۔

بہت اچھی تصویر آئی ہے  
غیاث نے اپنی دستکراہت کو دہاتے ہوئے  
کہا جینک پو اقرار اس بات کو سن کر زور سے کھانسی  
اور دونوں شرما گئے۔ ایک ہول پر اتر کر سب نے  
ڈنر کیا اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے ڈنر کے بعد سب  
پر فینڈ طاری ہوئی اور سب ہی سو گئے سوائے سر  
الیاس کے اور ڈرائیور عامر کے صبح کی نماز ہم نے  
کشمیر کے ایک پٹرول پمپ پر ادا کی اور ناشتہ

کے جنگلات کا رخ کیا ایک جنگل کی طرف بس  
روانہ ہوئی ہم نے راستے میں بہت انجوائے کیا۔  
پہاڑوں کی تصویریں کھینچنے لگے اقرار نے میڈم  
نورین سے کہا۔  
میڈم سر نے ہمیں فائنوٹار ہول میں تیار  
ہونے کا زیادہ موقع نہیں دیا ہمیں اپنی تصویریں  
بنانی تھیں۔

میڈم نے کہا کوئی بات نہیں جنگل میں میک  
آپ کر لیں گے کپڑے تو ڈال لیے ہیں  
احمد بولا۔ نیم جنگل میں بندروں نے آپ کا  
میک اپ نہیں کرنے دینا ہے آپ یہاں کر لیں  
میک اپ سے یاد اقرار میں اپنی گرمی نہیں لانی  
سارہ نے کہا۔

احمد بولا۔ کوئی بات نہیں میڈم نورین سے  
لے لینا اور وہ دسے دیں گی۔

ہاتوں کے دوران ہی میں وادی میں جا کر  
رک گئی اور سر نے کہا۔ اب ہم آپ کے گروپ  
بنائیں یا پھر آپ اپنے گروپ خود بنالیں گے یہ  
بات یاد رکھیں ہر گروپ کے ساتھ ایک میجر حضور  
ہوگا۔ اور شام کو چار بجے سے پہلے ہم نے یہاں  
سے نکل جانا ہے آپ سے کہنا ہے کہ برائے  
مہربانی دو بجے یہاں آ جانا لچ کے لیے پھر ہم نے  
ہولیں واپس جانا ہے جہاں ہمارے روم کی بکنگ  
ہے۔ غیاث احمد وقار سارہ اقرار اور شبلا نے ان  
کے گروپ کے ساتھ سر عمران اور سارہ میڈم  
نورین بھی تین گروپ بنے تھے سارہ نے آجنا  
گروپ خود بنایا تھا باقی تین گروپ میں سے چار  
لڑکے اور سات لڑکیاں ہر گروپ میں تھیں غیاث  
نے اپنی کچھ تصویریں اقرار سے بنوائیں اور اس

سے کہا کہ وہ شبلا کو یہاں لے کر آئے میں اس  
سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں سارہ شبلا کو لے کر  
آگئیں اور اقرار کو سارہ کو آواز دی اور سارہ اس  
طرف چلی گئی۔

غیاث نے کہا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تم اس  
جگہ آنا چاہتی تھی ہے ناں۔  
شبلا نے کہا۔ ہاں یہاں آنا چاہتی تھی پھر ابو  
نے روک دیا۔

ویسے شبلا تمہاری آنکھیں بہت ہی خوبصورت  
ت ہیں ان میں ایک چمک سے ایک کشش ہے  
دل کرتا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں کھویا ہوں۔  
شبلا بولی۔ تعریف کر رہے یا مکھن لگا رہے  
ہو۔ اس برغیاث نے کہا۔

تم کو مکھن کی کیا ضرورت ہے تم خود مکھن کی  
طرح ہو سفید رنگ کی مالک ہو۔

شبلا نے کہا۔ اب تعریف بند کرنا باتیں بنانا  
تو کوئی تم سے سیکھ۔

غیاث نے کہا۔ تو سیکھ لو ناں ویسے بھی کوئی  
بھی مجھ سے نہیں سیکھتا ہے اقرار ان دونوں کو باتیں  
کر رہے ہوئے دیکھ رہی تھی اس نے سارہ سے کہا  
دیکھ لیا جینوں کی جوڑی کسی کی نظر نہ لگ جائے  
اس جوڑی کو۔ سارہ مسکرا دی اور کہا۔  
تمہارا بواوے فریڈ کہاں ہے۔

اقرار بولی۔ اس کی تو بس اپنی پڑی رہتی ہے  
جب دیکھو کسی کی تصویر بنارہا ہوگا یا کسی کو اپنے  
جھوٹے قصے سنارہا ہوگا۔ وقار دور سے آ رہا تھا  
مجھے دیکھ کر سارہ نے کہا۔

لو س کو یاد کیا وہ حاضر ہو گیا  
وقار نے کہا۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔  
سارہ نے کہا۔ جناب آپ کے بارے میں

اقرار کو تم سے کچھ شکایات ہیں۔  
مجھ سے وہ کیا جی۔ وقار نے کہا۔  
سارہ نے کہا تم اس کی تصویر نہیں بناتے ہو  
لو جی ابھی بنا دیتا ہوں اور اتنا کہہ کر اس نے  
ان دونوں کی تصویریں بنادیں۔ اور پھر اقرار چلی گئی  
سارہ نے کہا۔

اس کو تمہارے ٹائم کی ضرورت ہے اب وہ  
اکیلی ہے کیسے سیر کرے گی وقار اقرار کے ساتھ  
چلا گیا وہاں سارہ نے کچھ کھنڈرات دیکھے سر  
الیاس سے پوچھا۔

سر مجھے تو یہاں بڑا بدشہر نظر آ رہا ہے آپ اس  
بارے میں کیا کہتے ہیں۔

سر الیاس نے کہا۔ ہاں بیٹا مجھے بھی لگتا ہے  
کہ یہاں کسی کی حویلی تھی یا یہ کسی شہر کی منارت  
ہیں جو برباد ہو گئیں ہیں۔

کچھ دیر بعد غیاث اور شبلا بھی اور وقار اور  
اقرار بھی آ گئے۔ سارہ نے کہا چلو ان کھنڈرات  
میں چلتے ہیں اچھی تصویریں بنے گئیں۔

سر نے کہا نہیں بس اب ہمیں لچ کر کے چلنا  
چاہے۔ سب نے لچ کیا اور سارہ نے سر سے  
اجازت لی اور سر الیاس نے میڈم نورین اور سر  
عمران کو ان کے ساتھ لچ دیا اور ابھی یہ سب ابھی  
یہ سب کھنڈرات جانے کا پلان بنا رہے تھے کہ  
چپے چلا بس خراب ہو گئی ہے بس کے انجن میں خرابی  
تھی عامر نے کہا۔

بھائی الیاس ہمیں کسی میکینک کو بلانا چاہیگا  
اس پاس کوئی میکینک نہ تھا۔ سب پریشان  
ہو گئے وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اسی وقت ایک  
آدمی یہاں سے گزرا تو سر الیاس نے اسے پوچھا  
یہاں کوئی اس پاس کسی بس یا کار کا میکینک کی



کی آواز سنائی دی وہ سب اٹھ گئے سر الیاس یہ جانے بغیر کہ چیخ کس کی تھی بولے رات کے اس وقت کون ہو سکتا ہے جو چیخا ہے۔  
غیاث بولا۔ یہ چیخ یقیناً احمد کی ہوگی اسے ہی روز ڈروانے خواب آتے ہیں سب ایگ خیموں سے باہر آگئے غیاث ایک دم بولا۔  
سر عامر نظر نہیں آ رہا ہے۔

اس کی بات سنتے ہی سب کی زبان سے نکل گیا کیا۔ کیا اور سب ادھر ادھر عامر کو ڈھونڈنے لگے رات کے اس وقت وہ کہاں جاسکتا ہے اقرار نے کہا تو سائرہ بولی۔  
باہر کہیں گھومنے کے لیے نکل گیا ہوگا تھوڑی دیر بعد آجائے گا۔

سر الیاس بولے۔ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہیے کہیں وہ کسی مشکل میں نہ پھنسا ہوا ہو اور اس کی چیخ گواہی دے رہی تھی کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں ہے وقار بولا۔  
ہاں ٹھیک ہے لو اسے تلاش کرتے ہیں۔ سر الیاس کو لڑکیوں کے ساتھ خیمے میں ٹھہرا دیا گیا اور باقی سارے ڈرائیور کی تلاش میں نکل گئے۔  
اقرا بولی۔ اب بس کون چلائے گا۔

سر الیاس بولے۔ ٹینشن نہ لو وہ مل جائے گا احمد اور وقار کے پاس لاشیں تھیں جبکہ باقی سب خالی ہاتھ تھے ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ انہیں ایک درخت کے ساتھ کوئی چیز لٹکی ہوئی دکھائی دی وقار نے درخت کی طرف لائن لگائی تو درخت کے ساتھ کوئی چیز لٹکی ہوئی دکھائی دی اس کو دیکھ کر سب ہی خوف سے کانپ اٹھے ان کے پیچھے چھوٹ گئے۔ کیونکہ درخت کے ساتھ عامر کی لاش لٹک رہی تھی اس کے آدھے جسم سے گوشت

غائب تھا انہوں نے جلدی سے اس کی لاش کو درخت سے نیچے اتارا اور خیمے میں لے گئے اقرار اور شہلا تو عمار کی لاش کو دیکھ کر بے ہوش ہی ہو گئی تھیں جبکہ سائرہ جو کافی بہادر تھی بولی۔  
کیا ہوا ہے عامر کو۔

سر الیاس بولے یہ نہیں اسے کیا ہوا ہے غیاث بولا مجھے تو یہ کام کسی آدم خور کا لگتا ہے احمد بولا۔ جس طرح اسے مارا گیا ہے جس طرح عامر کا گوشت غائب تھا انہوں نے جلدی سے اس کی لاش کو ڈانپا اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی آدم خور جانور ہے جس نے اس کا مارا ہے غیاث نے خوفزدہ ابر کا پتلی ہوئی ادا ز میں کہا۔

وقار بولا۔ لاش کا کیا کریں گے۔ لاش کو ہم واپس عمار کے گھر تو نہیں لے جاسکتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ یہی اسے اسی جگہ دفن دیتے ہیں۔ سر عمران نے کہا تو احمد بولا۔  
کیا اس کو دفن کرنے کا کام بھی ابھی کرنا ہوگا وقار بولا یا راب تو رات بہت ہو گئی ہے اس وقت قبر کھودنا بہت ہی مشکل ہے اس کو دفن کرنے کا کام صبح ہی ٹھیک رہے گا۔

اس کی بات پر سب نے اتفاق کیا اور سب ہی صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے بہت مشکل سے اقرار اور شہلا کو ہوش میں لایا گیا اور ان کی بے ہوشی کو توڑا گیا۔ صبح ہو چکی تھی بھیا ننگ رات گزر چکی تھی ان سب نے مل کر ایک بڑا سا گڑھا کھودا اور عامر کی لاش کو اس میاں دفن کر دیا۔

سر عمران بولے اب ہم سب کو بہت محتاط انداز میں رہنا ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی جانور کسی بھی وقت ہم پر حملہ کر سکتا ہے۔

دیران گھنڈرات



رات سے کوئی رات گزرتا ہے تو وہ زندہ واپس نہیں آتا ہے وہاں بھوتوں کا شہر ہے۔  
 بھوت بھوت۔ احمد نے بڑھ کر کہا۔  
 جی۔ جی بھوت ساڑھ نے کہا۔  
 عامر نے یہ بھی بتایا کہ شہر جانے کا راستہ ان کھنڈرات سے ہو کر گزرتا ہے اور کوئی راستہ نہیں ان کھنڈرات میں بھوتوں کا بسیرا ہے ان جھونپڑیوں والے لوگ بہت ہی خوفزدہ رہتے ہیں۔ کہ وہ رات کو باہر نہیں نکلتے ہیں۔  
 ساڑھ بولی۔ ہم نے ادھر جانا تھا آپ ہمیں ڈرارہ ہے ہیں۔ تو سر الیاس بولے۔  
 یہ بھوت وغیرہ کچھ نہیں ہوتا ہے بس اب سب سو جاؤ رات ہوگئی ہے۔  
 وقار خرمایاں کھارہ تھا۔ جو وہ جنگل سے لے کر آتا تھا کچھ اس نے اقرا کو دیں جیسے جیسے رات ہو رہی تھی سب کے خوف میں اضافہ ہو رہا تھا ہوا کی آواز صاف صاف سنائی دے رہی تھی شہلا اور ساڑھ خوف سے کچنے کی وجہ سے خیمہ میں چلی گئیں اور سر الیاس سر عمران میڈم نورین میڈم جویریہ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور تمام پیچرز سو گئے۔ عامر بہت ہی خوفزدہ تھا جب غیاث نے اس سے پوچھا۔  
 تم ٹھیک ہو غیاث کو ایسے لگا کہ جیسے وہ کچھ چھپا رہا ہو اس نے پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا لیکن غیاث نے نوٹ کر لیا تھا کہ عامر باہر آگ کے پاس بیٹھا ہوا کچھ پریشان ہے وہ اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن نہ گیا بس سونے کی کوشش کرتا رہا۔  
 آدھی رات کا وقت تھا غیاث اور احمد ساڑھ ساتھی خیمہ میں سو رہے تھے کہ اچانک کسی کی چیخ

سنی ہے اس آدمی نے کہا۔  
 یہاں سے سر کلومیٹر کے فاصلہ پر شہر میں ہے۔ اس کی بات سن کر حارب اور پریشان ہو گئے سر الیاس نے ڈرائیور سے کہا جائیں اور مسٹیک کو لے کر آئے عامر چلا گیا۔ سر الیاس نے کہا آپ سب لوگ گڈیاں اکٹھا کریں یہاں آگ جلا کر جیتے جاتے ہیں اور جو لوگ خیمہ لے کر آئے ہیں وہ نہ لے سکیں۔  
 اقرانے کہا شکر ہے سر نے ہمیں پہلے بتادیا کہ ہر کوئی ایک یاد دہانا پنا خیمہ ضرور لے کر آجھا۔ سب نے خیمے لگائے اور آگ کے گرد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔  
 ساڑھ نے کہا۔ مجھے تو ان کھنڈرات جانا تھا اقرابولی وہ تو یہاں سے بندر کلومیٹر دور ہیں وہاں تک اگر پیدل جاتے تو شاید ہماری ٹانگیں لاجواب ہو جاتی تھیں۔  
 احمد بولا۔ صدیقی بوتھ بھلا تم بندرہ کلومیٹر پیدل نہیں چل سکتی ہو ویسے لگتا ہے جیسے وہ پاس ہیں غیاث نے کہا۔  
 اس وقت اتنی بڑی غمار تھی جتنی تین سر الیاس نے کہا اس وقت کے بادشاہوں کو شوق تھا عمارتیں بنانے کا یہ بھی کسی بادشاہ نے بنائے ہوں گے ابھی سب باتیں کر رہے تھے کہ عامر واپس آ گیا اور کہا۔  
 سرانجی تو وہ تھوڑی دور تھا کہ کوئی سانچل یا گدھا گاڑی اس کو مل جائے گی لیکن آگے کوئی بھی نہ تھا میں نے پاس جھونپڑیوں والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت یہاں سے کوئی بھی نہیں شہر جاتا کیونکہ راستے میں ویران کھنڈرات تھیں۔ انہوں نے تو یہ بھی بتایا کہ ان کھنڈرات کے

کی آواز سنائی دی وہ سب اٹھ گئے سر الیاس یہ جانے بغیر کہ کچھ کسی کی تھی بولے رات کے اس وقت کون ہو سکتا ہے جو بیچنا ہے۔  
 غیاث بولا۔ یہ چیخ یقیناً احمد کی ہوگی اسے ہی روز ڈروا نے خواب آتے ہیں سب ابگ خیموں سے باہر آ گئے غیاث ایک دم بولا۔  
 سر عامر نظر نہیں آ رہا ہے۔  
 اس کی بات سنتے ہی سب کی زبان سے نکل گیا کیا۔ کیا اور سب ادھر ادھر عامر کو ڈھونڈنے لگے رات کے اس وقت وہ کہاں جاسکتا ہے اقرار نے کہا تو ساڑھ بولی۔  
 باہر کہیں گھومنے کے لیے نکل گیا ہوگا تھوڑی دیر بعد آجائے گا۔  
 سر الیاس بولے۔ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہیے کہیں وہ کسی مشکل میں نہ پھنسا ہوا ہو اور اس کی چیخ گواہی دے رہی تھی کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں ہے وقار بولا۔  
 ہاں ٹھیک ہے لو اسے تلاش کرتے ہیں۔ سر الیاس کی کولائیوں کے ساتھ خیمے میں ٹھہرا دیا گیا اور باقی سارے ڈرائیور کی تلاش میں نکل گئے۔  
 اقرابولی۔ اب بس کون چلائے گا۔  
 سر الیاس بولے۔ ٹینشن نہ لو وہ مل جائے گا احمد اور وقار کے پاس لائٹس تھیں جبکہ باقی سب خالی ہاتھ تھے ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ انہیں ایک درخت کے ساتھ کوئی چیز لٹکی ہوئی دکھائی دی وقار نے درخت کی طرف لائٹ لگائی تو درخت کے ساتھ کوئی چیز لٹکی ہوئی دکھائی دی اس کو دیکھ کر سب ہی خوف سے کانپ اٹھے ان کے پیچھے چھوٹ گئے۔ کیونکہ درخت کے ساتھ عامر کی لائٹ لٹکی تھی اس کے آدھے جسم سے گوشت

غائب تھا انہوں نے جلدی سے اس کی لاش کو درخت سے نیچے اتارا اور خیمے میں لے گئے اقرار اور شہلا تو عمار کی لاش کو دیکھ کر بے ہوش ہی ہو گئی تھیں جبکہ ساڑھ جوکانی بہادر تھی بولی۔  
 کیا ہوا ہے عامر کو۔  
 سر الیاس بولے۔ یہ نہیں اسے کیا ہوا ہے غیاث بولا مجھے تو یہ کام کسی آدم خور کا لگتا ہے احمد بولا۔ جس طرح اسے مارا گیا ہے جس طرح عامر کا گوشت غائب تھا انہوں نے جلدی سے اس کی لاش کو ڈانٹا اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی آدم خور جانور ہے جس نے اس کا مارا ہے غیاث نے خوفزدہ اور کانپتی ہوئی اوا ز میں کہا۔  
 وقار بولا۔ لاش کا کیا کریں گے۔  
 لاش کو ہم واپس عمار کے گھر تو نہیں لے جاسکتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ یہی اسے اسی جگہ دفن دیتے ہیں۔ سر عمران نے کہا تو احمد بولا۔  
 کیا اس کو دفن کرنے کا کام بھی ابھی کرنا ہوگا وقار بولا یا راب تو رات بہت ہوگئی ہے اس وقت قبر کھودنا بہت ہی مشکل ہے اس کو دفن کرنے کا کام صبح ہی ٹھیک رہے گا۔  
 اس کی بات پر سب نے اتفاق کیا اور سب ہی صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے بہت مشکل سے اقرار اور شہلا کو ہوش میں لایا گیا اور ان کی بے ہوشی کو توڑ دیا گیا۔ صبح ہو چکی تھی بھیا تک رات گزر چکی تھی ان سب نے مل کر ایک بڑا سا گڑھا کھودا اور عامر کی لاش کو اس میں دفن کر دیا۔  
 سر عمران بولے اب ہم سب کو بہت محتاط انداز میں رہنا ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی جانور کسی بھی وقت ہم پر حملہ کر سکتا ہے۔



وقار بولا۔ ایک بار وہ جانور میرے سامنے آجائے میں اس سے عامر کی موت کی ایسا بدلہ لوں گا کہ اسی موت ماروں گا کہ اسے اس کی روح قیامت تک تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔

اس طرح کی باتوں میں دن کے بارہ بج گئے سر الیاس نے کہا کہ اب بس تو ٹھیک نہیں ہوگی ہم سب کو پیدل ہی چلنا ہوگا ورنہ ہم سب یہاں پھنس کر رہ جائیں گے۔

سب کے موہاں کی بیڑی بھی ختم ہو چکی تھی کسی کو فون کر کے بلا بھی نہیں سکتے تھے سب لوگ پیدل ہی چلنے لگے خوف اور ہشت سے ان کے پاؤں لڑکھڑاہے تھے سب لوگ پریشان تھے بار بار اسی واقعہ کا سوچ رہے تھے شہلا اور اقرا کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔

میڈم نورین نے کہا۔ خراب ہو رہے رکھو وہ ہر کام صحیح کر دیتا ہے وہ ناممکن کو ممکن کر دیتا ہے اب تم لوگ روانہ نہ کرو اور خدا کا نام لو۔

سب لوگ خدا کا نام لے رہے تھے آخر کار سب لوگ ویران کنڈرات پہنچ گئے اور اسی وقت سورج غروب ہو رہا تھا سب لوگ پریشان تھے کیونکہ عامر نے کہا۔

رات کے وقت یہاں سے جو گزرتا ہے وہ مر جاتا ہے یہ جوتوں کا شہر ہے۔

احمد نے کہا ہم سب بھولوں کے درمیان ہیں یہ بات سن کر شہلا رونے لگی غیث نے اس کو چپ کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس نے شہلا کو کچھ حوصلہ ملا۔ میڈم نورین بھی رونے لگی اور اقرا جھنجھوٹا رہی۔

اقرا خدا کا نام لو اس سے بڑا کوئی نہیں ہے رونے سے یہ بھوت جاگ جاتے ہیں۔ وقار کی

بات سن کر اقرا نے رونابند کر دیا۔ سر عمران نے میڈم نورین کو کہا۔ اگر آپ رونے لگ جائیں تو ان سٹوڈنٹ کوئی کون دے گا۔ اب ہم ان کنڈرات میں داخل ہو رہے ہیں سب بہت ہی پریشان تھے خوف سے سب کے سینے چھوٹ گئے تھے اگر کسی درخت کا پتہ بھی سر راتا تو سب کے رونے کھڑے ہو جاتے۔ ہوا کی آواز اس طرح تھی جیسے کسی سنان کنڈر میں سے چوں کے اوپر سے کوئی چلتا ہے اس وقت ہوا کی سرکشی اس طرح تھی جیسے کسی نے کوئی جادو کر دیا ہو۔ وہ سامنے درخت کے اوپر شاخ پر دیکھو احمد نے کہا خوفزدہ اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ دیکھو دیکھو وہ دیکھو۔ کتنے خوفناک پرندے ہیں۔ سب نے جلدی سے اس سمت دیکھا پہلے تو واضح کچھ دکھائی نہ دیا مگر جب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں سب حواس باختہ رہ گئے ایک خوفناک سمندر کی موج طوفان خیز کی

مانند بدن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تینوں پرندے جو پہلے احمد نے دیکھے پھر سب نے ان کے سامنے آکر براجمان ہوئے ان لوگوں نے موت کی پرچھائیوں کو دیکھا ان کے رنگ فق ہو گئے تھے بے شک بھوت ان پرندوں کے تھیں میں تھے مگر ان کی بدلتی کیفیت عکس سے بھی پہنا نہ ہی اچانک ان تینوں پرندوں نے انسانی روپ دھار سب لوگ دھچک رہ گئے اب ان کو آسانی سے شناخت کیا جاسکتا تھا کہ کون مرد ہے اور کون عورت یہ سب کچھ دیکھ کر میڈم نورین سر عمران پر گر پڑی ان تینوں میں ایک لڑکی تھی جس کی رنگت بنیم سے بھلے ہوئے چھوٹوں کی تازگی اور کپے ہوئے پیسوں کی شگفتگی کو آمیزہ کہا

جاسکتا ہے تو بس یہ اس کی رنگت تھی اس کی آنکھیں سیاہ رات کی مانند کالی بھورے رنگ کی بال جن پر انہیں کہیں تانے کی جھلک نظر آتی تھی قندالبا نہیں تھا مگر بے حد نہایت موزوں بے حد مناسب وہ بری طرح زخمی تھی اس کی نگاہیں متواتر سب پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ سب دیکھتے ہی سب لوگوں کے سینے ایسے چھوٹ رہے تھے کہ جیسے وہ ابھی نہا کر آئے ہوں شہلا نے غیث کو مضبوطی سے گلے لگایا جبکہ سر عمران نے میڈم نورین کو ایک جگہ بیٹھا دیا وہ لڑکی اور وادی بھی ہمارے آگے آئیں اور غائب ہو کر بھی ہمارے پیچھے کھڑے ہوں سب لوگ چیخنے لگے اقرا نے زور زور سے چیخنے لگی جبکہ سائرہ بھادر بھی اس نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ ان اندر سے باہر نکل جاتا اگر ان پر ڈنڈا مارا جاتا تو وہ ڈنڈا ہوا میں لہر جاتا۔

سر الیاس نے تلاوت شروع کر دی۔ جبکہ وہ لوگ زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے ان کے قہقہوں کی آواز سے سب کے کان چننے لگے وہ لوگوں کو اپنے ہاتھوں کے تیز ناخنوں سے کاٹنے لگے پانچ چھ سٹوڈنٹ کی انہوں نے گردنیں کاٹ دیں اگر یہ دیکھ کر تیزی سے وقار کی طرف دوڑی اس کے پیچھے لڑکی لگی ہوئی تھی۔ وقار نے جب یہ دیکھا اس نے جلدی سے اس طرف دوڑ لگا دی اور اس کے سامنے خدا کا نام لینے لگا جس سے وہ بھاگ گئی سر الیاس کی تلاوت جاری تھی ان کے پاس سورت یسین تھی جو ہر وقت انکی جیب میں رہتی تھی انہوں نے نکال کر شروع کر دی تھی اس آواز سے وہ بھاگ گئے جو سٹوڈنٹ ڈر کی وجہ سے منتشر ہو گئے تھے اکٹھے ہوئے اور ان کو دیکھ کر رونے لگے جن کی گردنیں اترتی ہوئی تھیں میڈم

نورین کو ہوش نہ آیا۔ احمد کہاں ہے احمد کہاں ہے۔ یکدم وقار نے کہنا شروع کر دیا۔ سب ہی احمد کی وجہ سے پریشان ہو گئے تھے کہ وہ کہاں جاسکتا ہے۔ احمد کا پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے سب اس کی تلاش میں نکل گئے آخر کار وہ ایک درخت کے پاس بے ہوش ملا سائرہ نے اسے پکڑا اور وہاں لے آئی جہاں سارے تھے اب پھر خاموشی چھا گئی سب خاموش تھے اور ان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو نکل رہے تھے۔ کسی کو کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا کہ اب کیا کرے احمد نے اپنا دم توڑ دیا تھا۔

آدھی رات ہوئی سب سٹوڈنٹ اور ٹیچرز ان لاشوں کو دیکھ کر پریشان تھے کہ اچانک سر الیاس کے سامنے ایک چیز مل نمودار ہوئی قہقہے لگاتے ہوئے اس چیز کی شکل بہت بھیانک تھی اس کے بالوں کی جگہ کانٹے لگے ہوئے تھے آنکھوں سے آگ برس رہی تھی زبان کی جگہ سانپ تھا اس کا منہ جلا ہوا تھا اور قد تقریباً فٹ لمبا تھا وہ بولی۔

تم سب نے اس کنڈر میں آکر اپنی موت کو دعوت دی ہے تم میں کوئی بھی اس کنڈر سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتا ہے اس جزیرے پر بھی میرا راج ہے اور اس کنڈر پر بھی میرا راج ہے اور تم سب میرے شکار ہو کر ایک آدمی نے کنڈر آکر میرے کنڈر میں گندگی پھیلائی تھی اس جگہ جہاں میں اپنے بچے کو کھانا کھلا رہی تھی اس کی گندگی کی وجہ سے میرے بچے کا کھانا خراب ہو گیا اور جب اس نے کھانا کھایا تو وہ درد سے جلانے لگا اس کا درد ختم ہونے سے پہلے اس کی گردن کاٹ دی اور باہر





کر کے پھونک ماری پھر کچھ نہ ہوا سائرہ نے سورہ  
یسین کی زبانی تلاوت کی اور خدا کے نام لیے  
جس نے اس ڈھانچے نے اس کو گرا دیا جبکہ وقار  
نے اقرار کو اٹھایا ہوا تھا دوسرے ڈھانچے نے اقرار  
کی طرف ہاتھ بڑھایا وقار تیزی سے بھاگا غیاث  
نے شہلا جو زور زور سے چیخ رہی تھی اس کا ہاتھ  
پکڑا اور سائرہ کو پکڑا وہ بھاگ گئے بھاگتے  
بھاگتے ان کی ٹانگیں درد کر رہی تھیں پر وہ نہ  
روکے آخر کار وہ شہر کے قریب آگئے اور صبح آزان  
فجر کا وقت آگیا آزان فجر شروع ہوئی تو پانچوں کو  
سکون ملا ان کا خوف کچھ کم ہوا لیکن آنسو جاری تھے  
انہوں نے نماز ادا کی اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کی  
جان بچ گئی۔

شہر سے انہوں نے اپنے فون چارج کئے  
اور سب کو اطلاع کی اپنے حادثے سے کی اگلے  
دن صبح پولیس اور تمام لاشوں کے اہل خانہ آگئے  
تھے غیاث شہلا سائرہ وقار اقرار اپنے گھر کو چلے  
گئے۔

آج بھی وہ جب اس واقعہ کو سوچتے ہیں تو  
ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پانچ سال  
بعد غیاث اور شہلا نے شادی کر لی اور اقرار اور وقار  
نے اور سائرہ کی بھی شادی ہو گئی پانچوں دوست  
آج بھی اس واقعہ کو بھول نہ سکے۔ اور ان باتوں کو  
ان کو اپنے پروفیسر بہت یاد آتے ہیں پانچوں کو  
اچھی نوکریاں مل گئیں اور وہ اپنی زندگی میں  
مصروف ہو گئے پر سر الیاس کی موت کو نہیں  
بھولے۔ قارئین کرام یہی گلی میری کہانی مجھے  
آپنی رائے سے ضرور نواز دینے گا مجھے آپ کی  
رائے کا شدت سے انتظار رہیگا۔

پھینک دیا۔ درخت پر اب وہ چڑیل سر الیاس کی  
طرف بڑھی خوف سے سر الیاس کے منہ سے ایک  
لفظ نہ نکلا اور اس نے سر الیاس کی شہرگ کاٹ  
دی اور ان کا خون پینے لگی اپنی پیاس بجھانے لگی  
اپنے بچے کو بھی پلاری تھی یہ سب دیکھ کر تمام  
سٹوڈنٹ جوتھی گئے تھے بھاگنے لگے سائرہ وہاں  
تلاوت کر رہی تھی جس سے وہ چڑیل غائب ہو  
جاتی پھر وہ چڑیل میڈم جو ہریہ کی طرف گئی ان کی  
شہرگ کاٹ دی پھر وہ سر عمران اور میڈم نورین  
کے پیچھے گئی وہ بھاگ رہے تھے اچانک وہ ان  
کے سامنے نمودار ہوئی اور ان کو بھی بری طرح  
مار دی ان کا خون پی لیا۔ اور کچھ دیر بعد لے لے  
ڈھانچے آگئے وہ غیاث اور شہلا کی طرف بھاگ  
رہے تھے شہلا زور زور سے چیخ رہی تھی غیاث نے  
تلاوت کی تو وہ منتشر ہو گئے۔ پھر وہ چڑیل اقرار  
اور وقار کی طرف گئی اقرار بے ہوش تھی وقار نے  
سورت یاسین اور الناس پڑھی جس سے وہ غائب  
ہو گئی اب یہ چاروں بھاگ رہے تھے جبکہ سائرہ  
وہاں کھڑی تلاوت کر رہی تھی اس کے قریب کوئی  
بھی نہ گیا۔

غیاث اس کے پاس گیا اور اس کو پکڑا اور وہ  
پانچوں بھاگے۔ لگے ان کے پیچھے قہقہوں کی آواز  
س اور دھاڑیں آرہی تھیں لے لے ڈھانچے ان  
کے پیچھے تھے اور جو آہستہ آہستہ اور بھی لے ہو  
رہے تھے یہ سب دیکھ کر اقرار ہوش ختم ہو گئے وقار  
نے اسے اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا اور بھاگ رہے  
تھے غیاث نے سائرہ اور شہلا کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا وہ  
اتنے تیز بھاگ رہے تھے جتنی تیز بھاگ سکتے تھے  
اچانک سائرہ گر گئی اور ڈھانچے نے اس کو اوپر  
اٹھالیا اور یہ دیکھ کر وقار اور غیاث نے تلاوت



# الفت پری

ملک این کا کاوش اعوان - سلا نوالی - سرگودھا - قسط نمبر 1

سیانے کہتے ہیں کہ دوسروں کے لیے کھائی کھودنے والے اکثر خود ہی اس میں گرا کرتے ہیں۔  
سیاہی پچھتی سرور کے بھائیوں کے ساتھ ہو چکا تھا۔ انہوں نے بھائی کو سلطنت عالیہ سے دور کرنے کے  
لیے کتنے ہی داؤچ کھیلے لیکن وہ سارے داؤچ اٹھ لے ہوئے چلے گئے اور ہوس کے مارے نئی سرور کے  
بھائی بیویوں کی باتوں میں آکر بالکل گنگال ہو چکے تھے۔ ان کی رحم طلب نگاہیں خان زادہ بادشاہ، ملکہ  
اور نئی سرور پر پڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فرمان شاہی جاری ہو چکا تھا اور اس کے مطابق اب  
انہیں بوجھ کرنا تھا۔ بندر یا سے ایک نوہسورت دو شیر ہوتے تھے سرور نے خود ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ جلدی سے  
واپس کمرے میں آیا اور بندر یا کے اس ماسک کو نذر آتش کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی ہونے والی بیوی  
اب دوبارہ بھی بندر یا کا روپ نہ دھارے۔ وہ بس اب اسے اپنی اہلیہ بنانے کی دھن میں تھا لیکن  
قسمت ابھی اسے سزا دے کر زمانے کے دھن میں تھی۔ دوسری طرف جیسے ہی بندر یا اپنی بہن اور سہیلیوں کے  
ساتھ واپس آئی تو یہ دیکھ کر گنگ رہ گئی تھی سرور نے اس کا ماسک نذر آتش کر دیا تھا۔ وہ تیغ بانگا ہوں  
سے نئی سرور کو کھینچے گی۔ ”میں نہیں چاہتا کہ اب تم مزید یہ دھونگ رچاؤ بس اب سب کھیل ختم۔“ نئی  
سرور نے معصومیت سے کہا۔ ”یہ تم نے کیا کر دیا ہے نئی سرور؟“ بندر یا نے انکشت بدنداں  
ہو کر پوچھا۔ ”تم نے بہت جلد بازی کی ہے۔ میں نے کہا بھی تھا جلد بازی نہ کرنا۔ تیغ کیسے سوئیٹھا۔ تم نے  
جلد بازی کر کے آج سب کچھ کھود بائے نئی سرور میں جاری ہوں تم سے دور۔ ہمیشہ کے لیے اب بھی بھی  
دوبارہ تمہاری زندگی میں نہیں آؤں گی۔“ اکتاہ کر بندر یا سمیت اس کی بہن اور سہیلیاں بھی یوں غائب  
ہوئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ یہ سب دیکھ کر نئی سرور شیشا سا گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ  
ایک لمحے میں اتنا کچھ ہو جائے گا۔ اس نے تو ماسک اس لیے چلا تھا کہ اب وہ چاہتا تھا کہ وہ خوبصورت  
دو شیر دوبارہ بندر یا کے روپ میں نہ جائے بلکہ بس ویسی ہی خوبصورت دو شیرہ کے روپ میں رہے۔  
لیکن یہاں تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو چکا تھا۔

ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔ 0302-2305767

پرانے قوتوں کی بات ہے کہ ایک بڑی سلطنت یہ خان زادہ نام کا بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ خان زادہ  
بادشاہ ایک نہایت ہی شفیق، نیک اور بزرگ دیدہ انسان تھا۔ اس نے تبلیغ اسلام کے لیے بہت  
کچھ کیا تھا۔ اسلام کی دولت کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے اس نے اپنی سلطنت میں مسلمانوں کے  
لیے بڑی بڑی درس گاہیں تیار کروا رکھی تھیں۔ جہاں مسلمانوں کے بچوں کو دین کی تعلیم، حفظ القرآن،  
درس نظامی کے علاوہ اہم دنیاوی امور سے بھی روشناس کروایا جاتا تھا۔ پھر ان علمائے کرام کو خان زادہ  
بادشاہ دنیا کے مختلف کنوئیں میں بھیج دیا کرتا تھا۔ خان زادہ بادشاہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا بہت گرویدہ تھا۔

الفت پری - قسط نمبر 1

خونفاک ڈائجسٹ 98

اپریل 2016





حضرت خالد بن ولیدؓ کی تاریخ سے اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کے اصول و قوانین کو اس نے اپنی سلطنت میں رائج کیا ہوا تھا۔ اس نے بھی اپنی سلطنت میں پناہ گزین غیر مسلموں کے حقوق کی پامالی نہ کی تھی نہ ہونے دی تھی۔ خان زادہ بادشاہ کسی کے حقوق کی بھی پامالی برداشت نہ کرتا تھا۔ ملکہ شمیم خان کی کوکھ سے اللہ تعالیٰ (عز و جل) نے خان زادہ بادشاہ کو چار چاند جیسے پسران سے نوازا تھا۔ چاروں پسران ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔ رحیم خان، کریم خان، ضیاء الرحمن اور سحر چار برادران تھے۔ ان سب میں سے سحر سرور باپ کا ناٹا تھا۔ سحر سرور نہایت ہی قابل اور ذہین تھا۔ اس نے جلد ہی دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم میں اپنا آپ منوالیا تھا۔ وہ ایک نہایت ہی اچھا عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ امور سلطنت سے متعلق تمام اہم امور سے آشنا تھا۔ دوسرے پسران کے مقابلے میں اکثر خان زادہ بادشاہ اس سے اہم امور پر رائے طلب کیا کرتا تھا۔ اس کی رائے کو پتھر پر لکھ کر جیسے گردانا جاتا تھا۔ سحر سرور غریب لوگوں کے لیے دل میں بہت احساس کے جذبات رکھتا تھا۔ سحر سرور کی ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ وہ غریب اور مسکین لوگوں کی جس قدر ہو سکے مدد کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جلد ہی وہ اپنی عوام کی آنکھوں کا ستارہ بن گیا تھا۔ عوام نے اسے مستقبل کا بادشاہ مان لیا تھا۔

چاروں برادرز جوائی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ آئے دن چاروں کے حسن میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ جب چاروں نے جوائی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت بادشاہ اور ملکہ کے بالوں میں سفیدی کے آثار نمایاں ہونے لگ گئے تھے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ وہ اب اجل کے بہت قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ دونوں میاں بیوی کو اب ایک ہی فکر لاحق ہوئی کہ کس طرح چاروں پسران کے ہاتھ پیلے کر دیں۔ دوسری طرف خان زادہ بادشاہ چاروں پسران میں سلطنت کا بوارہ کر کے منقسم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی زیت میں ہی بوارہ کر جائے کیونکہ اگر اس نے آنکھیں میوند لیں تو ایسا نہ ہو کہیں چاروں بھائی ایک دوسرے کی جانوں کے دشمن ہو جائیں۔ بے شک اس نے اولاد کو ایسی تربیت دی تھی کہ ان کے دلوں میں کسی بھی قسم کا کوئی لالچ نہ چھپتا لیکن حقیقت یہی تھی کہ ہر دور میں عہدے کے لیے جنگیں لڑی جاتی رہی ہیں۔ ایک شام اس نے باغیچے میں ٹہلتے ہوئے اپنی وزیر کو بلوایا۔ وزیر بادشاہ کا حکم ملتے ساتھ ہی سارے کام کا منجھوڑ چھاڑ کر آگیا۔ اس نے آتے ساتھ ہی ہاتھ باندھ کر خان زادہ بادشاہ کو سلام کیا۔

”السلام علیکم! مہاراج! اللہ آپ کو عمر و دراز عطا فرمائے۔ غلام کو یاد فرمایا تھا۔“

خان زادہ بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر ہنسی اچکا نہیں۔

”وہائیکم السلام! میرے نہایت ہی قابل اعتبار اور نہایت ہی ذہین وزیر شیر احمد۔“ بادشاہ نے آگے

بڑھ کر وزیر کے بالکل سامنے ایستادہ ہو کر اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ جبکہ دوسری طرف وزیر شیر احمد نے دل میں خٹکا سا پیدا ہوا کہ شاید اس سے کوئی تفسیر سرزد ہوئی ہے۔

”میرے آقا! کیا مجھ سے کوئی تفسیر سرزد ہو گئی ہے؟“ وزیر نے تھوک ٹٹکتے ہوئے پوچھا۔

الفت پری۔ قسط نمبر ۱

خونفاک ڈائجسٹ 100

اپریل 2016

”نہیں نہیں میرے اعتماد دوست۔ تم میرے نہایت ہی قابل اعتماد دوست ہو۔“ خان زادہ بادشاہ نے اس کا دایاں کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

بادشاہ کی بات سن کر وزیر شیر احمد نے فوراً دایاں گھٹنا زمین پر ٹیک کر خان زادہ بادشاہ کا دایاں ہاتھ تھام کر پہلے بوسہ لیا پھر پیشانی سے لگایا۔

”میرے آقا! میری کہاں اتنی اوقات یہ تو آپ کا بڑا بین اور کرم نوازی ہے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں میرے آقا کہ آپ نے بندہ ناچیز کو اتنا اعلیٰ مقام دیا ہے۔ آپ کا صیب خاص ہونے کا شرف نصیب ہوا تا زیست آپ کا احسان رہے گا۔ میری جان و مال سب کچھ آپ کا دیا ہوا ہے۔ میں ایک نہایت ہی غریب انسان تھا۔ آپ نے فرش سے عرش پہ بٹھایا۔ میرے آقا آپ کے اتنے احسانات ہیں کہ ناتواں کندھوں میں اتنی جسارت نہیں کہ ان احسانوں کا بوجھ اتار سکوں۔“ وزیر شیر احمد نے متواتر ہاتھ کو پیشانی سے لگائے رکھ کر کہا۔

”ہوں۔“ بادشاہ اس کی بات سن کر زریب مسکرایا۔ ”شیر احمد تم ایک نہایت ہی قابل اور با اعتماد انسان ہو۔ آج میں کچھ ایسی پریشانی میں مبتلا ہوں جس کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا ہے۔“

”مہاراج آپ حکم تو فرمائیے۔“ وزیر نے مذہبانہ لہجے میں کہا۔

”میں اپنے پسہ ان کی شادی کرنے کا مقصد ہوں۔ لیکن میری دلی خواہش ہے کہ میرے پسران کی شادی اس گھر میں ہو جس گھر کی چار و دختر ان ہوں۔ تم خود بھی جاؤ اور اپنے با اعتماد لوگوں کو بھی لے جاؤ اور تلاش کرو کہ کوئی ایسا گھر نہ مل جائے تو فوراً مجھے اطلاع کرو۔ یہ نہ دیکھنا کہ وہ امیر کبیر ہیں یا غریب ترین۔“ بادشاہ نے حکمانہ لہجے میں کہا

”جو حکم مہاراج“ کہتا ہوا وہاں سے چلتا بنا۔

☆.....☆

دوسرے دن وزیر سارے کام کا ج نینا کر سلطنت کے چند اہم لوگوں کو ساتھ لے کر گھوڑوں پر پروانہ ہوا۔ وہ لوگ گھوڑوں کو سر بیت دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ پوری سلطنت کا انہوں نے چپے چپے چھان مارا لیکن کوئی ایسا گھر نہ ملا جس کی چار و دختر ان ہوں۔ اس سفر پر انہیں آج تیسرا دن تھا۔ دوپہر کے وقت سب درختوں کی چھاؤں میں نڈھال ہو کر تفریباڑھے سے گھٹنے تھے۔ گھوڑوں کو انہوں نے مکلی فضاؤں میں چھوڑ دیا تھا۔ گھاس پھوس کی بہتات تھی۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی ندی بھی بہہ رہی تھی۔ جب سب کی سانس میں سانس آتی تو سب نے اس ندی میں خوب جی بھر کے نہایا۔ ندی کے صاف اور ٹھنڈے پانی سے اپنی پیاس بجھائی اور ایک بار پھر جا کر درختوں کے سائے میں براجمان ہو گئے۔

”گستاخی کی معافی وزیر اعظم صاحب لیکن بادشاہ سلامت کی بھی یہ بے جا ضد ہے۔ اب اگر ان کی بات پوری نہ ہوئی تو ہوا یا بچا دیں گے۔ اودھم مچا کر رکھ دیں گے۔“ ایک وزیر نے تھکے ہوئے لہجے میں وزیر اعظم شیر احمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں تم لوگ اس بات کی قطعاً چٹان نہ کرو۔ ہمارے مہاراج ان بادشاہوں میں سے نہیں

الفت پری۔ قسط نمبر ۱

خونفاک ڈائجسٹ 101

اپریل 2016



میں تیر چھڑوانے کا کہا۔ چاروں شہزادگان نے ہوا میں تیر چھڑوے۔ تیر ہوا کے دوش اڑتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ فوراً سلطنت میں ڈھنڈورا بجا دیا گیا کہ جس کے گھر میں تیر گرے وہ فوراً لے کر دربار میں حاضر ہو۔ لوگوں کے دل و دماغ میں خوف کی ایک سرد لہر تیر دھار نشتر کی طرح پھس گئی۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید کوئی مسئلہ درپیش آ گیا ہے۔ ایک پورا دن گزر گیا لیکن کوئی بھی نہ آیا لیکن دوسرے دن علی آج ایک شخص پہلے کریم خان کا تیر اٹھائے آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نساء الرحمن کا تیر اٹھائے ایک شخص آ گیا۔ دوسرے کے ایک بندو یا تیری رحیم خان کا تیر اٹھائے آ گیا۔

دوسری طرف خان زادہ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ تیری سرور کا تیر بھی کوئی لے کر آ جائے تاکہ سب کی ایک ساتھ شادیاں کر دی جائیں لیکن دور و زمرید گزر جانے کے باوجود کوئی نہ آیا تو تنویش لاحق ہو گئی۔ بادشاہ نے اپنی فوج کو بھیج دیا کہ سلطنت کے اندر پھیل کر ہر گھر سے پتہ کر کے آئیں کہ تیر کس گھر میں گرا ہے لیکن بے سود۔

تدبیر کے مطابق بڑے تینوں پسران کی شادیاں کر دی گئیں۔ بندو یا تیری کی دختر کو بھی دین اسلام کی دولت سے مالا مال کیا گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کی بیٹی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ خان زادہ بادشاہ کے بڑے پسر رحیم خان کی اہلیہ کا نام ریشم بی بی جبکہ کریم خان کی اہلیہ کا نام زہرا شہنشاہ اور نساء الرحمن کی اہلیہ کا نام عالیہ ارم تھا۔ تینوں شہزادگان کی بیویاں ایک سے بڑھ کر ایک کو خوبصورت تھیں۔ حسن کی دولت ان پر خوب برسی تھی۔ خان زادہ بادشاہ جہاں اپنے تینوں بچوں کے ایسے مقدر پر خوش تھا وہیں تیری سرور کی وجہ سے انتہائی مضطرب بھی تھا۔ سلطنت عالیہ میں اعلان کروادیا گیا تھا کہ جو تیری سرور کا تیر ڈھونڈھ کر لائے گا اسے منہ مانگا انعام ملے گا لیکن کئی روز گزر جانے کے باوجود سب کچھ لا حاصل تھا۔ تیری سرور کی بھانجیاں اب اسے طعنے مار رہی تھیں کہ اس کی قسمت میں خلوت ہی لکھی ہے۔ اس جائیداد اور سلطنت سے اس کا کوئی لین دین نہیں ہے۔ خان زادہ بادشاہ اور ملکہ شہنشاہ کی سماعت سے بھی یہ باتیں ملکر اچکی تھیں لیکن سوائے چپ سادھنے کے اور کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

ایک دن ایک غریب چرواہا اپنی بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے ایک ویران جگہ جہاں سبزہ بھی بہت تھا۔ اور درختوں کی بھی بہتات تھی لیکن وہاں لوگوں کا آنا جانا بہت کم رہتا تھا۔ چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ جب یکبارگی اس کی نگاہ ایک درخت کی طرف پڑی۔ اس نے دیکھا کہ درخت کی جڑ میں ایک تیر چھڑا تھا۔ وہ سرمت سے بڑھا اور بغور اس تیر کو دیکھنے لگا۔ جب اس نے بغور اس تیر کو دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا۔

وہ جانتا تھا کہ ایسے تیر سلطنت عالیہ کے دربار سے منسلک خاص لوگوں کے پاس ہی ہوا کرتے ہیں۔ بھی اس کو یاد آیا کہ بادشاہ سلامت کی طرف سے اعلان کروادیا گیا تھا کہ شہزادہ تیری سرور نے فضا میں ایک تیر چھڑا کا تھا۔ جس کو وہ تیر لے جائے وہ لے کر دربار میں آئے تو اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے

جو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آسان سر پہ اٹھالیں۔ انہوں نے بس ایک خواہش کا اظہار کیا ہے۔ آپ لوگوں کو شک نہ ہوئے گی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود جا کر ان سے بات کر لوں گا۔ اب بھلا ایسا گھرانہ ملے تو اس میں ہماری نصیر کیا ہے۔ وزیر اعظم شیر احمد نے محل مزاجی سے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر سب کی سانس میں آئی۔ پہلے جہاں سب مضطرب اور متشکر تھے وہیں اب سب کی جان میں جان آئی تھی۔

”وزیر اعظم صاحب! اب ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے۔ ویسے بھی سلطنت کی ساری اہم شخصیات ہمارے ساتھ ہیں۔ مہاراج بھی وہاں تنہا ہوں۔“ ایک دوسرے وزیر نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ ”ہاں بس تیری کرواہے ہمارے یہاں رکنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ ہمیں بہر صورت لوٹنا ہے۔“ وزیر اعظم نے اپنی جگہ سے استادہ ہوتے ہوئے کہا۔ تو اس کی دیکھا دیکھی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ دوسرے ہی سے ان کے گھوڑے ہوا کے دوش اڑتے چلے جا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

”مہاراج آپ جتنا مت کیجئے۔ خدا کے ہاں دیر ہے۔ اندھیر نہیں شاید اسی میں شہزادگان کے لیے بہتری ہوگی۔ اب آئیں ان کی قسمت آ زمانے کا موقع دینا چاہیے۔ جو جتنا قسمت کا دھنی ہوگا اس کے مقدر میں دیکھتی ہی البتہ آئے گی۔“ وزیر اعظم نے ساری بات سے خان زادہ بادشاہ کو آگاہ کرنے کے بعد کہا تو اس کی بات سن کر سب نے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ ”شیر احمد نے شک نہ کیا نہایت ہی قابل اور ذہین انسان ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں تمہاری بات کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔“ خان زادہ بادشاہ نے حیرت کا ٹھنڈہ بن کر پوچھا۔

اس وقت بادشاہ اپنے تخت پر براجمان تھا۔ اور اس کے سامنے اس کے وزیر اور اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وزیر اعظم شیر احمد کی بات کا مطلب کوئی بھی نہ جان سکا تھا۔

”گستاخی کی معافی مہاراج!“

وزیر اعظم شیر احمد نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔

”مہاراج میں چاہتا ہوں کہ شہزادگان کو کل کی چھت پہ لے جایا جائے اور چاروں شہزادگان کو ایک ایک تیر لمان دیا جائے۔ ہر تیر پہ متعلقہ شہزادے کا نام لکھا جائے۔ پھر شہزادگان کو کہا جائے کہ وہ سلطنت کی چاروں سمتوں میں اپنا اپنا تیر چھڑویں۔ اور سلطنت میں اعلان کروادیا جائے کہ جس کے گھر میں جس شہزادے کا تیر گرے وہ لے کر فوراً دربار عالیہ میں حاضر ہو۔ یوں ہر تیر شہزادوں کے مقدر کے ساتھ واپس آئے گا اور پتہ چل جائے گا کہ کس شہزادے کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ آپ جتنا مت کر سکتے ہو اور اتنے سے مہاراج کہ ہمارے شہزادگان قسمت کے حتمی ہیں۔ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا مقدر لکھیں گے۔ اور ان کا مقدر اچھے سے اچھا ہوگا۔“

وزیر اعظم کی بات سن کر سب نے اسے سراہا۔ خود خان زادہ بادشاہ نے بھی اس کی بات سن کر داد دی۔ وزیر اعظم کی تدبیر کے مطابق سب شہزادگان کو کل کی چھت پر لے جا کر ان سے مختلف سمتوں



طارانہ نگاہ دونوں درباروں پر ڈالی اور زور سے چلایا۔

”وزیر اعظم صاحب!“ اس کی سماعت شکن آواز وزیر اعظم کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ رک کر مبہوت نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی اس حرکت پر دونوں درباریان حیرت کے تجسس بن گئے۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وزیر اعظم بشیر احمد ایستادہ تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں چرواہے کو اندر آنے کا حکم دیا تو دونوں درباریوں کا ہاتھ ٹکا۔ انہوں نے رحم طلب نگاہوں سے چرواہے کی طرف دیکھا۔

”کردمیر اس قلم۔ دیکھتا ہوں کس کا سر قلم ہوتا ہے۔“ چرواہے غصے سے بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ جبکہ دونوں درباریان تھوک نکل کر رہ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ وزیر اعظم بشیر احمد نہایت ہی غصے والے انسان ہیں۔ ان کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ اگر اس چرواہے نے ان کی اس حرکت کے بارے میں وزیر اعظم کو بتا دیا تو فوراً ان کے سر قلم کر دیئے جائیں گے۔ دوسری طرف چرواہا وزیر اعظم کے پاس پہنچ چکا تھا۔

”کون ہو تم اور تم نے ایسی گستاخی کیوں کی جانتے ہو تم اس کی سزا کیا ہوگی؟“ وزیر اعظم نے سامنے ایستادہ چرواہے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرے آقا!“ چرواہے نے ادب سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ ”جان کی امان پاؤں تو کچھ کہنا چاہتا ہوں؟“ چرواہے کی بات پر وزیر اعظم نے بھنویں اچکائیں۔ اس کے دیکھنے کا انداز بڑا عجیب تھا۔ جیسے وہ کچھ کچھ سمجھ چکا تھا کہ چرواہا اس سے کیا کہنے والا ہے۔

”کیا درباریوں نے تم سے کچھ کہا ہے؟“ وزیر اعظم نے اس سے پوچھا تو چرواہے نے مڑ کر درباریوں کی طرف دیکھا۔ درباریوں کی نگاہیں بھی اسی پر مرکوز تھیں۔ جب انہوں نے اسے مڑ کر طائرانہ نگاہ ان پر ڈالتے ہوئے دیکھا تو ان کے حلق خشک ہو گئے۔

”نہیں میرے آقا!“ چرواہے نے درباریوں کی حالت سے اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ ”انہوں نے تو دربار خاص کے اصول و قواعد کے مطابق اپنی جانکاری حاصل کی تھی مجھے آپ دکھائی دیے۔ میں زیادہ جھجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتا تھا اسی لیے گستاخی کر بیٹھا۔“

”بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟“ وزیر اعظم نے پوچھا۔

”میرے آقا! میں اس بات سے آشنا ہوں کہ شہزادے سخی سرور کا تیر کہاں ہے۔؟“ چرواہے نے بدستور نگاہیں جھکائے ہوئے کہا۔

”بتاؤ کہاں ہے؟“ وزیر اعظم نے جھٹ سے پوچھا۔

”گستاخی کی معافی چاہتا ہوں لیکن یہ بات میں بادشاہ سلامت کے علاوہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“ چرواہے نے ضدی لہجے میں کہا۔ وزیر اعظم نے پہلے اسے کھا جانے والی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوبارہ مخاطب ہوا۔

”اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ شرط کے مطابق تمہیں کچھ نہیں ملے گا تو اس خام خیالی کو ذہن سے نکال دو۔ بادشاہ سلامت اپنی بات کے پکے ہیں اور وعدے کے مطابق تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔“



گا۔ اس نے ایک نظر اپنی بھینچ بکریوں کو دیکھا۔ دوسرے ہی سے وہ خیالوں کی گینڈنوں پر وزیر خاص بنا ہوا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں عبد کرلیا کو بادشاہ سلامت کے دربار میں حاضر ہو کر وہ اس شرط پر بادشاہ سلامت کو تیر کے بارے میں بتائے گا اگر اسے دربار عالیہ میں وزیر خاص کے عہدے پر فائز کیا تو دیں اٹھا۔ وہ اس تیر کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گا۔

وہ آگے بڑھا اور تیر کو کھینچنے کی سعی کی مگر بے سود۔ اس نے باربسی کی کہ تیر کو باہر کھینچ نکالے لیکن تیر تھا کہ جز سے باہر نکلے کو تیار نہ تھا۔ اس نے اپنی کلباڑی اٹھائی اور تیر والی جگہ پر وار کیا تو تیر ان و ششدر رہ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اس نے کسی بڑی چیز پر کلباڑی ماری ہو۔ درخت کی جڑ میں رنی برابر بھی فرق نہ پیدا ہوا۔ بلکہ اس کی کلباڑی جڑ سے اتنی سپید سے ٹکرائی نہیں جتنی سپید سے ٹکرا کے واپس مڑی اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کے دوڑ جاگئی۔ چرواہا انگشت بدنداں آنکھوں سے اس جڑ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس جڑ میں سے تیر نکلا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس نے سب کچھ دیکھ چھوڑا اور رات بھی بیٹھ دربار عالیہ کی طرف چل پڑا۔ دربار عالیہ کے پاس پہنچا تو درباریوں نے اسے روک لیا۔

”کہاں منہ اٹھائے گئے چلے جا رہے ہو۔ یہ تمہارا گھر نہیں بادشاہ سلامت کا دربار ہے۔“ ایک دربان نے اس کو روک کر کہا۔

”مجھے بادشاہ سلامت سے ملنا ہے۔“ اس نے گردن اٹھا کر کہا۔  
”ذات کی چھٹی اور پچھترہویں سے چھٹے۔“ دوسرا دربان اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔  
”دکس لیے ملنا ہے؟“ پہلے دربان نے دوبارہ پوچھا۔  
”مجھے بادشاہ سلامت کو بتانا ہے کہ شہزادے کی سرور کے تیر کے بارے میں میں جانتا ہوں کہ وہ

کہاں ہے؟“ چرواہے نے اس کی بات سن کر منہ بسوڑتے ہوئے جواب دیا۔ اندری اندر چرواہا غصے سے بیچ رہا تھا۔ وہ خود کو بادشاہ سلامت کا وزیر خاص سمجھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ جلد ہی جب وہ وزیر بنے گا تو ان دونوں درباریوں کو بھی اس کا سبق یاد دلے گا۔

”کیا سوچ رہے ہو بتاؤ نہ کہاں ہے وہ تیر۔“ وہی پہلے والا دربان اس کے قریب آ کر سرگوشیاں لہجے میں بولا۔

”میں بادشاہ سلامت کے علاوہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“ اس نے غصے سے جواب دیا۔  
”ہم نہیں اندر جانے دیں گے تو بادشاہ سلامت کو بتاؤ گے۔“ دوسرے دربان نے میان سے شمشیر نکال کر اس کا رستہ روکتے ہوئے کہا تو اس کو دیکھا دیکھی پہلے دربان نے بھی شمشیر نکال لی۔  
”تم لوگوں کو بادشاہ سلامت سے ایسی سزا دلواؤں گا کہ تمہارے بوش ٹھکانے آجائیں گے۔“ چرواہے نے آگے بڑھنے کی سعی کرتے ہوئے کہا۔  
”آمرمزی قدیم بڑھانے کی سعی کی تو سر قلم کر دیں گے تمہارا۔“ دوسرے دربان نے شمشیر اس کی گردن کے قریب ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔ بھی چرواہے کی نگاہ وزیر اعظم پر پڑ گئی۔ اس نے آگے

خونفاک ڈا بجسٹ 104

طائرانہ نگاہ دونوں درباریوں پر ڈالی اور زور سے چلا یا۔  
”وزیر اعظم صاحب!“ اس کی سماعت ٹھکنے لگا۔ وزیر اعظم کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ رک کر مہبوت نگاہوں سے اسے سننے لگا۔ اس کی اس حرکت پر دونوں دربان حیرت کے تجسس بن گئے۔ انہوں نے مز کر دیکھا تو وزیر اعظم بشیر احمد ایستادہ تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں چرواہے کو اندر آنے کا حکم دیا تو دونوں درباریوں کا ہاتھ ٹھکا۔ انہوں نے حرم نگاہوں سے چرواہے کی طرف دیکھا۔  
”کرومیرا سر قلم۔ دیکھتا ہوں کس کا سر قلم ہوتا ہے۔“ چرواہے غصے سے بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ جبکہ دونوں دربان ٹھوک نکل کر رہ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ وزیر اعظم بشیر احمد نہایت ہی غصے والے انسان ہیں۔ ان کے سامنے کسی کی نہیں جاتی۔ اگر اس چرواہے نے ان کی اس حرکت کے بارے میں وزیر اعظم کو بتا دیا تو فوراً ان کے سر قلم کر دیے جائیں گے۔ دوسری طرف چرواہا وزیر اعظم کے پاس پہنچ چکا تھا۔

”کون ہو تم اور تم نے ایسی گستاخی کیوں کی جانتے ہو تم اس کی سزا کیا ہوگی؟“ وزیر اعظم نے سامنے ایستادہ چرواہے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
”میرے آقا!“ چرواہے نے ادب سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ ”جان کی امان پاؤں تو کچھ کہنا چاہتا ہوں؟“ چرواہے کی بات پر وزیر اعظم نے ہنسنے لگا۔ اس کے دیکھنے کا انداز بڑا عجیب تھا۔ جیسے وہ کچھ کچھ سمجھ چکا تھا کہ چرواہا اس سے کیا کہنے والا ہے۔

”کیا درباریوں نے تم سے کچھ کہا ہے؟“ وزیر اعظم نے اس سے پوچھا تو چرواہے نے مڑ کر درباریوں کی طرف دیکھا۔ درباریوں کی نگاہیں بھی اسی پر مرکوز تھیں۔ جب انہوں نے اسے مڑ کر طائرانہ نگاہ ان پر ڈالتے ہوئے دیکھا تو ان کے صق خشک ہو گئے۔  
”ہمیں میرے آقا!“ چرواہے نے درباریوں کی حالت سے اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔  
”انہوں نے تو دربار خاص کے اصول و قواعد کے مطابق اپنی جانکاری حاصل کی بھی مجھے آپ دکھائی دیے۔ میں زیادہ جستجست میں پڑنا نہیں چاہتا تھا یہی لیے گستاخی کر بیٹھا۔“  
”بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟“ وزیر اعظم نے پوچھا۔  
”میرے آقا! میں اس بات سے آشنا ہوں کہ شہزادے کی سرور کا تیر کہاں ہے۔“ چرواہے نے بدستور نگاہیں جھکائے ہوئے کہا۔

”بتاؤ کہاں ہے؟“ وزیر اعظم نے جستجست سے پوچھا۔  
”گستاخی کی معافی چاہتا ہوں لیکن یہ بات میں بادشاہ سلامت کے علاوہ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“ چرواہے نے ضدی لہجے میں کہا۔ وزیر اعظم نے پہلے اسے کھانچنے والی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوبارہ مخاطب ہوا۔  
”اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ شرط کے مطابق تمہیں کچھ نہیں ملے گا تو اس خام خیالی کو ذہن سے نکال دو۔ بادشاہ سلامت اپنی بات کے پے ہیں اور وعدے کے مطابق تمہیں منہ انگا انعام دیا جائے گا۔“

خونفاک ڈا بجسٹ 105



”معدرت وزیر اعظم بادشاہ! لیکن میں بادشاہ سلامت کے علاوہ کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔“  
چرواہے نے بہت دھڑکی کا بھر پور مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر وزیر اعظم تاؤ کھا کر رہ گیا۔  
اس کا من چاہا کہ فوراً چرواہے کا سر قلم کر دے۔ لیکن اس نے خود پر ضبط رکھا اور اسے لیے بادشاہ کے حضور  
پیش ہو گیا۔

خان زادہ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں ملکہ کے ساتھ براجمان لغت و شنیدہ کر رہا تھا۔ جب  
بادشاہ کو پیغام ملا کہ وزیر اعظم شہزاد احمد ان سے ملاقات کے متنبی ہیں۔ اور یہی نہیں ان کے ساتھ ایک شخص  
بھی ہے جو کہتا ہے کہ اسے پتہ ہے شہزادے کی سرور کا گشتہ تیر کہاں ہے؟ یہ بات سننا کسی کے دونوں نے  
جس سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جلد ہی وزیر اعظم اور چرواہے کو اندر بھیج دیا گیا۔ دونوں نے  
بغور اس آنے والے شخص کو دیکھا تو وہ کوئی غریب انسان لگ رہا تھا۔ اس کی خست حالت اس کی کیفیت  
عمیاں کر رہی تھی۔

”کیا یہ بات سچ ہے کہ تم نے اس تیر کو دیکھا ہے۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟“ خان زادہ بادشاہ  
نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرے آقا! میرے لیے یہ بات باعث شرف ہے کہ آج میں آپ کے حضور ایستادہ ہوں۔ میں  
اس نوازش پر آپ کا مشکور ہوں۔“ چرواہے نے نہایت ادب سے کہا تو اس کی بات سن کر خان زادہ  
بادشاہ نے گردن ہلائی۔ ”میرے آقا! میں ایک نہایت ہی غریب انسان ہوں۔ جھینڈکریاں چرا کر پیٹ  
پو جا کرتا ہوں۔ آج جب میں اپنی جھینڈکریوں کو لے کر گیا تو وہاں ایک درخت کی جڑ کے ساتھ میں نے  
تیر پھنسا ہوا دیکھا۔ میں نے اس تیر کو بغور دیکھا تو اس پر دربار عالیہ کی شاہی مہراؤیں لکھی تھیں۔ میں جانتا  
ہوں میرے آقا کہ ایسے تیر صرف دربار عالیہ سے منسلک خاص لوگوں کے پاس ہی ہوا کرتے ہیں۔  
اور ضرور وہ شہزادے کی سرور کا منی تیر ہے۔ میں نے اس تیر کو کھینچ نکالنے کی بہت سعی کی لیکن میرے  
نا تو اس بدن نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ میں نے کہا بڑی سی اس جڑ پر وار کیا لیکن جڑوں کی توں سلامت  
رہی گویا اس پر وار ہوا ہی نہ ہو۔“

چرواہے نے وضاحت سے بات بتائی تو خان زادہ بادشاہ نے وزیر اعظم کو فوراً کبھی تیار کروانے  
کا حکم دیا۔ اور ساتھ میں چاروں پسران سمیت اس جگہ پہنچ گیا جہاں چرواہے نے بتایا تھا۔ سب آگے چرواہے  
کا گھوڑا تھا۔ اس کے بعد کچھ پیادہ فوج آگے درمیان میں بادشاہ کی بھی اور اس کے پیچھے اپنی پیادہ فوج  
تھی۔ چرواہے کی نشاندہی پر اس درخت کی جڑ میں تیر ڈھونڈ لیا گیا۔ تیر کو نکالنے کی بہت سعی کی لیکن وہ  
جوں کا توں ہی پھنسا ہوا۔ پھر جڑ کو کاٹ کر تیر نکالنے کی سعی کی مگر لیکن بے سود۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس  
جڑ پر فوجیوں کے کاری داروں کا کوئی اثر ہی نہیں تھا۔ فوجی کہا بڑیوں کے وار کر کے تھک گئے لیکن بحال  
ہے جڑ پر بری برابر آج بھی آئی ہو۔ خان زادہ بادشاہ بہت مضطرب تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ جب کوئی حل

نکل سکا تو وزیر اعظم شہزاد احمد نے بادشاہ کے کان میں کانپ بھری کرتے ہوئے کہا کہ آپ شہزادے کی  
سرور سے کہیں کہ وہ خود اس تیر کو نکالنے کی سعی کریں مگر اس سے اس طرح سے تیر نکال آئے خان زادہ  
بادشاہ کو وزیر اعظم کی تجویز دل کو بھائی۔ اس نے فوراً اپنے پسر کی سرور کو کہا کہ وہ از خود اس تیر کو باہر کھینچے۔  
حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شہزادے کی سرور نے اس تیر کو پکڑ کے جیسے ہی کھینچا تیر باہر نکل آیا لیکن  
اگلا منظر دیکھ کر سب کی حیرت ہو بدہ ہو گئی۔ جہاں سے شہزادے کی سرور نے تیر کھینچا تھا وہاں سے درخت  
میں ایک بڑا سا شکاف پیدا ہو گیا تھا۔ شہزادے کی سرور ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک جب کوئی پیش  
رفت نہ ہوئی تو خان زادہ بادشاہ کے حکم پر اس شکاف میں دونوں نے مارچ چھائی تو انہیں ایک زینہ نیچے  
کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ انہوں نے فوراً آکر بادشاہ کو ساری سچائی بتائیں۔ خان زادہ بادشاہ  
اس کے پسران کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عہدیداران بھی ساکت و جامدہ گئے۔ الغرض اس شکاف میں  
اتر کر حقیقت جاننے کا ارادہ طے پایا۔ سب سے آگے تھی سرور، اس کے پیچھے خان زادہ بادشاہ  
اور وزیر اعظم شہزاد احمد، پھر خان زادہ بادشاہ کے پسران اور چند بچی اندر داخل ہوئے۔ جلد ہی وہ زینہ  
عبور کر کے ایک بڑے سے تیر خانے میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں کا منظر دیکھ کر سب حیران و ہوشدار رہ  
گئے۔ تیر خانے میں نہایت ہی قیمتی ساز و سامان بڑی ترتیب سے سجایا گیا تھا۔ الغرض ہر چیز بیش قیمت  
تھی۔ اچانک سب کی نگاہ ایک طرف براجمان بندہ پر ٹپک سی گئی۔ بندہ یا کو کچھ کر سب حیرت کے  
سمندر میں غوطہ زن ہوئے۔ آخر کس نے ان کو ایوں اس بندہ یا کو اس تیر خانے میں مقید کر رکھا تھا اور پھر  
اقتاب قیمتی ساز و سامان بھی تیر خانے میں رکھا تھا؟ انہوں نے ستنے ہی سوال تھے جو ہر کس و نا کس کے دماغ  
میں گردش کر رہے تھے۔ کسی کے پاس کسی سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

”میرے آقا! وزیر اعظم شہزاد احمد نے منو دہانہ کچھ میں خان زادہ بادشاہ کو مخاطب کیا۔  
سب کی نگاہیں وزیر اعظم پر ٹپک سی گئیں کہ کیا اب وزیر اعظم کیا کہنے والا ہے۔ خود خان زادہ  
بادشاہ نے زنجی اس کی طرف سوالیہ آنکھوں سے دیکھا۔  
”کیا اب سے شہزاد احمد؟“ خان زادہ بادشاہ نے پوچھا۔

”میرے آقا! چھوٹے شہزادے کی سرور کی قسمت اس بندہ یا سے منسوب ہے۔ اب چونکہ یہی  
بندہ یا معصوم شہزادے کی سرور کے مقتدر کا ستارہ ہے تو ہمیں اسے ساتھ لے جانا چاہیے۔“ وزیر اعظم نے  
اطمینان سے کہا۔ اس کی بات سن کر بادشاہ سمیت وہاں موجود ہر کس و نا کس کے کان کھڑے ہو گئے۔  
وزیر اعظم نے ایک بہت بڑی بات کہی تھی۔ اس نے ایک بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہر کس و نا کس  
کو یقین تھا کہ اس کی اس گستاخی پر خان زادہ بادشاہ اس کا ضرور سر قلم کر دے گا۔ کیونکہ اس نے خان زادہ  
بادشاہ کے جیتے اور جان سے پیارے شہزادے کی سرور اور بندہ یا کو ایک دوسرے کے ساتھ منسوب  
کر دیا تھا۔ بادشاہ نے اس کی طرف خفگی بھرے انداز میں دیکھا۔ لیکن خان زادہ بادشاہ خود بھی  
جانتا تھا کہ وزیر اعظم کی بات ٹھیک ہے۔ سب شہزادگان نے اپنے ہاتھوں سے اپنے مقتدر رکھے تھے۔ اب  
اس میں کسی کا تو کوئی دوش تھا نہیں۔ لکھنے والے نے اس کی قسمت میں ایک بندہ یا کو لکھ دیا تھا۔ بادشاہ



نے وزیرِ عظم کی بات کی تصدیق کی تو سب انگشت بندناں رہ گئے۔ خاص کر شہزادہ بختی سرور۔ اسے اپنے باپ کے فیصلے پر یقین نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس نے ایک نگاہ بھائیوں کے چہروں پر ڈالی تو بھائیوں نے اس کی طرف طنز یہ نگاہوں سے دیکھا۔

بختی سرور کا دل گر چیاں گر چیاں ہو چکا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی قسمت میں ایک بندر یا کبھی گئی تھی۔ اس نے ایک کھا جانے والی نگاہ بندر یا ڈالی۔ بندر یا کی نگاہیں پیچم اسی پر گئی ہوئی تھیں۔ دوسرے ہی سے بندر یا کے گٹھے میں رنجیز ڈال کر رنجیز کا دیر اسرا تھی سرور کے ہاتھ میں پکڑا دیا گیا تھا۔ بختی سرور نے قسمت کا کھنکھاتہ کر اس بندر یا کی رنجیز تمام لی تھی۔ جہاں پہلے وہ سب سے آگے تھا۔ وہاں اب وہ سب سے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے بندر یا چلی آ رہی تھی۔ اس درخت کے شکاف سے باہر نکلنے کی دیر کی کہ شکاف ایک بار پھر بھر گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس درخت میں بھی شکاف ہو ہی نہ تھا۔ بادشاہ نے اس شکاف سے باہر نکلنے ساتھ ہی چرواہے کو بلوایا۔

چرواہا فوراً بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔

”ماٹکو کیا نکلتے ہو۔“ بادشاہ نے سامنے ایسا دو چرواہے کو کھد کر کہا۔

”میں آپ کی غلامی میں رہنا چاہتا ہوں میرے آقا! اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مزید میری کوئی خواہش نہیں ہے۔“ چرواہے نے دوزانوں پیٹھ کر خان زادہ بادشاہ کا شاہی کرسیہ آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ خان زادہ بادشاہ نے ایک نگاہ وزیرِ عظم شیر احمد پر ڈالی۔ وزیرِ عظم نے نگاہیں جھکا لیں۔ بادشاہ نے اس چرواہے کے سر پر دست شفقت رکھا اور اسے کھڑا ہونے کا حکم دیا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔

”ٹھیک ہے چلنے کی تیاری کرو۔“ بادشاہ نے کہا اور پھر وزیرِ عظم کی طرف متوجہ ہوا۔ ”اس کے لیے مدرسہ کا انتظام کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ شیر احمد جو اسے درباری ادب و آداب اور طور طریقوں سے آشنا کرے۔“

”جیسا آپ کا حکم۔“ وزیرِ عظم نے ادب سے سر جھکا کر کہا اور پھر سب محل کی طرف چل دیے۔

☆ ☆ ☆

بندر یا والی جنگل میں آگ کی مانند پھیل گئی۔ ہر کس و ناکس کی زبان پر یہی بات شروع ہو گئی کہ بختی سرور کی منکوہ ایک بندر یا ہے۔ بختی سرور اندر سے گر چیاں گر چیاں ہو چکا تھا۔ اس کا سن چاہ رہا تھا کہ اسے آپ کو نیست و نابود کر ڈالے۔ لیکن صبر کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اسے یہ بات بھی اچھے سے معلوم تھی کہ اب اس کے بھائی اور بھائیوں اس کا جینا دھرم کر دیں گی۔ دل پر پتھر رکھنے وہ سب کے ساتھ چلا جا رہا تھا لیکن اس کی سوچوں کا مسکن ایک طرف بندر یا تھی تو دوسری طرف بھائی اور بھائیوں۔ اس کا سن محل میں جانے کو نہیں کر رہا تھا۔ اس میں اتنی جسارت پیدا نہ ہو پا رہی تھی بھی میں براجمان باپ باجمانیوں میں سے کسی کو کدیکھ سکتا۔ اس کی نگاہیں بدستور چمکی ہوئی تھیں۔ بندر یا کو بھی اسی کبھی میں براجمان کیا تھا۔

دوسری کمرت خان زادہ بادشاہ کا دل خون کے آغوشوں میں تھا۔ وہ اپنے بھائیوں اور بھائیوں سمیت اس آفت ناگہانی سے بہت متغیر تھا۔ خان زادہ بادشاہ سوچوں کے حضور میں کبھی بری طرح سے بھنسا ہوا تھا۔ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ محل میں وہ اس بات سے ہمہ وقت پریشان رہتا تھا کہ بختی سرور جو تھوڑے اور ایسا نہ ہو اس کے بھائی اقتدار کی خاطر اس کو ادبی نیند نہ سلا دیں۔ وہیں اس آفت ناگہانی نے اس کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کر کے رکھ دیا تھا۔ جلد ہی سب محل میں پہنچ گئے۔ بختی سرور سر جھکا کر چل رہا تھا۔ بندر یا کی رسی اسی نے تھامی ہوئی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ہزاروں لگاؤں اس پر گڑی ہوں اور ان لگاؤں میں اس کی بھائیوں کی نگاہیں بھی شامل ہیں۔ اس کا سن چاہ رہا تھا کہ اڈ کر کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچ جائے۔ ملکہ شیم خان نے مٹیے کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا کہ اڈ کر کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچ جائے۔ ملکہ شیم خان کے بچوت چھوٹ کے روئے۔ لیکن وہ سب کے سامنے آغوشوں کو خود بے نول کرنا نہیں جانتا تھا۔ اچھی وہ بندر یا کی رسی تھامے اپنے کمرے خاص سے تھوڑے فاصلے پر تھا جب یکبارگی اس کی قوت سماعت سے اپنی بھائی زہرا شہزادہ کے الفاظ نکلے۔

”ارے واہ! بادشاہ اللہ! اتنی پیاری دلہن! صدقے جاؤں بختی سرور تمہارے ارے اتنی خوبصورت! اپنی تو قسمت والوں کو نصیب ہوئی ہے۔“ زہرا شہزادہ کے الفاظ اسے اپنے کانوں میں سیسے کی طرح پھل کر داخل ہوتے محسوس ہوئے۔

”ارے اب تو بختی سرور کے ہاں جو بیچہ پیدا ہوں گے پتہ ہے۔ ان کے نام کیا ہوں گے۔؟“ یہ آواز اس کی بھائی عالیہ ارم کی تھی۔ جو بات کہہ کر تھوڑے دیر کے لیے چپ کر گئی پھر دوبارہ گویا ہوئی۔

”بختی سرور کے چھوٹے چھوٹے چھوٹے پیارے بیچے ہوں گے۔ کسی کا نام چھوٹا ہوگا تو کوئی بن ماس۔ کسی کا نام کنگ کا کنگ ہوگا تو کوئی بندر اور بندر یا۔ اس کی بات سن کر بانی دونوں بھائیوں نے سماعت کھنکھاتے ہوئے بختی سرور کے پاس ان کو جواب دینے کے لیے کوئی الفاظ نہ تھے۔ اس لیے دل پر پتھر رکھ کر سب کچھ بھتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی اس نے اندر سے بختی لگاؤں کی بندر یا کی رسی چھوڑ دی۔ رسی چھوٹنے ساتھ ہی بندر یا ایک طرف رکتے بیڑ پر چڑھ کر براجمان ہو گئی۔

”تمہاری وجہ سے..... صرف تمہاری وجہ سے آج سب کی باتیں سننا پڑ رہی ہیں مجھے۔“ بختی سرور نے بندر یا کی طرف دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو بندر یا نے اس کی بات سن کر کان کھڑے کیے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس کو سننے لگی۔

”پہلے جو کچھ تھی وہ تمہارے آنے سے پوری ہو گئی۔“

”تو نہ لے آتے مجھے۔“ اچانک کمرے کی خاموش فضا میں نسوانی آواز گونجی۔

آواز میں نجانے کیسی تاثیر تھی کہ بختی سرور کو اپنا دکھ بھول گیا اور وہ نیرت کے سمندر میں غوطہ زن



دور سر۔ میں پہاڑ سے لگا۔ چہرہ چاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں بندر پار پر جا لیں۔ وہ بغور اسے  
تکتے لگا۔

”کیا یہ تم نے بات کی ہے؟“ خدی سرور نے بندر یا کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
”میرے خیال میں اس کمرے میں ہمارے سوا کوئی اور نہ نہیں ہے۔“ بندر یا نے اب کی بار دوبارہ  
جواب دیا تو خدی سرور انگشت بندن اور گہرا۔ اسے اپنی قوت سماعت پر شواہد نہیں ہو رہا تھا۔ وہ حیرت  
کے سمندر میں غوطہ زن متواتر بھی سوچے جا رہا تھا کہ آیا ایک بندر یا بھی انسان زبان میں گفتگو کرنے کی  
صلاحیت رکھتی ہے۔ اس نے شکار کی خاطر ہی کی دن جھگڑے میں جیتا ہے لیکن اس کی زندگی میں اس  
سے قبل ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا کہ کبھی اس نے کسی بے زبان جانور کو بولتے دیکھا ہو یا کسی سے سنا ہو۔

”کون ہو تم۔“ خدی سرور نے حیرت سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جلدی تمہیں پتہ چل جائے گا۔“ بندر یا نے دھستے لہجے میں جواب دیا۔

جواب میں خدی سرور کچھ بھی نہ بولا۔ وہ یتیم حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی  
تھی کہ یہ سب کیا ہے۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایک بندر یا انسان زبان میں بات کر سکتی ہے۔ آخر  
سرور جھولا بھلا انسان تھا۔ دکھوں کو جھول کر سوچوں کے سمندر میں پھنس گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

”میرے آقا! ہمارے پھر عظیم کا مقدر اتنا برا کیسے ہو سکتا ہے۔“ ملکہ شیم خان نے خان زادہ بادشاہ  
سے پوچھا۔ دونوں اس وقت اپنے کمرہ خاص میں اپنے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ خان زادہ بادشاہ بیڈ  
کمرائوں سے ٹیک لگائے براجمان تھا جبکہ ملکہ شیم خان اس کی گود میں سر رکھے کسی گہری سوچ میں  
پرتابھی۔

”تم چتا مت کہ دبییری جان سے پیاری ملکہ! خدی سرور نام کی طرح خدی ہے۔ اور اس کی خاوت کے  
پیچھے ان گنت لوگوں کی دعا میں ہیں۔ اتنی دعاؤں کے ہوتے ہوئے ہمارے تخت تک کا مقدر خراب نہیں  
ہو سکتا۔ اس میں ضرور اس پروردگار کا کوئی چھپ چھپا ہوا۔ ہمیں چنا کرنے کی بجائے اپنے بہتر عظیم کے  
لیے دعا میں مانگی جا رہی ہیں۔“ خان زادہ بادشاہ نے کہا۔

”ہوں۔“ ملکہ متواتر سوچوں کے سمندر میں پھنسے ہوئے بادشاہ کی بات سے اتفاق کیا۔

”انشاء اللہ! ہمارا تخت جگر سب سے اچھا مقدر پائے گا۔“

”انشاء اللہ۔“ ملکہ کی بات سن کر بادشاہ نے کہا۔

☆.....☆.....☆

”ہماری ایک تو پریشانی حل ہو گئی۔ اب جلد ہی خدی سرور اس سلطنت کے چوتھے حصے سے فارغ  
ہو جائے گا اور سلطنت عالیہ کے مالک ہم تمہیں بھائی ہوں گے۔“

”فیاء الرحمن نے لپکا ہے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آف کورس۔“ مراب ہمیں جلد ہی کچھ ایسا کرنا چاہیے جس کی وجہ سے خدی سرور کو آقا اس کے حصے

سے دستبردار کریں۔“ زہر شقمان نے فیاء الرحمن کی بات سن کر کہا۔ اس وقت سب لڑیم خان کے کمرہ  
خاص میں بیٹھ تھے۔ جب سے خدی سرور کے ساتھ بندر یا واقعہ پیش آیا تھا۔ ان کے وارے نیارے  
ہو گئے تھے۔ خدی سرور اپنے کمرے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ اور اگر کبھی کبھار وہ اپنے کمرے سے باہر نکل  
بھی آتا تو یہ تاک میں رہتے اور اسے آن دیتے اور پھر اس پر فخر سے کہتے۔ خدی سرور بچ و تاب کھا کر رہ  
جاتا تھا۔ لیکن ان کے لب و لہجے میں کوئی فرق نمایاں نہ ہوتا تھا۔ چھوٹا بھائی ہونے کے ناطے اسے  
جو پیار محبت بھائیوں اور بانی سب سے ماننا چاہیے تھی۔ وہ اس سے بالکل محروم ہوتا جا رہا تھا۔ بھائی  
انداز کی خاطر اسے مسل ڈالنے پر تے ہوئے تھے۔ ایک والدین تھے جو ہمہ وقت اس کی طرف داری  
کرتے رہتے تھے۔ اگر اللہ نہ کرے کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ بادشاہ اور ملکہ گزر جائیں تو فوراً سے بھی  
پیشتر اس کے بھائی اسے نذر زندان کر ڈالی۔ یا پھر فوراً ہی اس کا سر قلم کر دیں۔

”کرنا کیا ہے۔ وہ لہن طعن سے ہی گھٹ گھٹ کر مر جائے گا۔“ عالیہ ارم نے کہا۔

”نہیں ایسے ہم لوگ آقا اور ملکہ کی نظروں میں گر جائیں گے۔ آپ لوگ ایتھے سے جانتے ہو کہ آقا  
اور ملکہ کی پوری حمایت خدی سرور کے ساتھ ہے۔ لہذا کچھ ایسا کرنا چاہیے کہ سانپ بھی مر جائے اور لالہ بھی  
بھی نہ ہو۔“ زہیم خان نے کہا

”تمہاری بات میں وہ دم پر حیرم۔ ہمیں واقعی کوئی لائحہ عمل اپنانا چاہیے۔ ورنہ جسے ہماری کا پیارا  
سمجھ رہے ہیں۔ کسی دن وہ ہمارے لیے رکاوٹ بن جائے۔ جس طرح آقا اور ملکہ کی حمایت اسے  
حاصل ہے۔ ہمیں وہ ہم سے سب کچھ چھین ہی نہ لے۔“ فیاء الرحمن نے پریشان کن لہجے میں کہا تو اس  
کی بات سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے۔

”سب لوگ سوچو کہ ہم ایسا کیا کریں کہ خدی سرور کی چھٹی ہو جائے۔“ پہلی بار شیم بی بی نے لفظ  
دہرایا اس کی بات سن کر سب سوچوں کے سمندر میں پھنس گئے۔ سب خدی سرور کو راستے سے ہٹانے کی  
زنجیریں سوچ رہے تھے۔ بھی عالیہ ارم چپک اٹھی۔

”ایک طریقہ ہے۔“

”کیا؟“ کریم خان نے پوچھا۔

”ہم تینوں (ریشم بی بی، زہر شقمان اور عالیہ ارم) آقا اور ملکہ کے پاس جاتی ہیں۔ اور ان سے  
کہتی ہیں کہ میرے آقا ہم لوگ آپ کے لیے گڑیاں بنانا چاہتی ہیں۔ جس نے آپ کے لیے سب سے  
نوبہوت گڑی تیار کی اسے سلطنت عالیہ کے درصوں کی ملکیت حاصل ہوگی۔“

آقا انشاء اللہ اس تجویز کو رد نہیں کریں گی۔ یوں ہم لوگ آقا کے شانایاں گڑیاں بنا کر لے  
ہائیں گے۔ اور خود سوچوہ بندر یا کیا گڑی بنائے گی۔ خود خود راستے کا پتھر ٹھٹ جائے گا۔“ عالیہ ارم  
نے جھپٹے ہوئے کہا۔ اس کی تجویز سب کو بھائی۔ دوسرے دن جب آقا شانایاں بیٹھے میں ملکہ کے ساتھ  
نیل ندی کر رہے تھے تو تینوں مکانوں میں آقا اور ملکہ کے روبرو حاضر ہو گئیں۔ یوں تینوں کو بیک وقت  
پنے سامنے دیکھ کر آقا اور ملکہ کو شوشا لاحق ہوئی لیکن دونوں زبان سے کچھ نہ بولے۔



”میرے آقا! عالیہ ارم لے ادب سے ہوا۔“

”کوہمیری دختران عظیم کیسے آنا ہوا؟“ آقا نے الفت بھرے لہجے میں پوچھا۔

جواب میں عالیہ ارم نے اپنی تجویز سے آقا کو آگاہ کیا۔ خان زادہ بادشاہ اور ملکہ شمیم خان کی پیشانیاں بھیگ گئیں۔ ان کے جیتے جی ان کی اولادوں نے ہوا روں کا سوچنا شروع کر دیا تھا۔ آقا نے ان کی بات سن کر ملکہ کی طرف دیکھا اور پھر گویا ہونے:

”بہت خوب ٹھیک ہے ہم بھی تو دیکھیں کون اچھی پگڑی بنا کے لاتا ہے۔“

آقا کی بات سن کر تینوں دبے قدموں واپس پلٹ گئیں۔ جبکہ آقا اور ملکہ وہیں باغیچے میں ہی رکھے بیچ براجمان ہو گئے۔

”میرے آقا! آپ نے انہیں ہاں کر دی۔ جانتے ہیں آپ کہ اس طرح ہمارے لخت جگر کا مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔“ ملکہ نے پر تشویش لہجے میں کہا

”میری جان تمنا..... میرے دل کا نور..... میری سانسوں کی روانی..... میرے دل کی دھڑکن۔“

یاد رکھنا پریشانی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہوتی۔ حتیٰ سرور کا مقدر اسے یا تو لے ڈوبے گا یا پھر سلطنت عالیہ کے تخت پر لا بٹھائے گا۔ ایک نہ ایک دن تو ہمیں انھیں موندنی پڑے گی اور تو اعدا و ضوابط کے مطابق سب سے بڑا پھر ہماری جگہ لے گا۔ لیکن اب جب قسمت خود ہی حتیٰ سرور کو اپنا مقدر آزمانے کا موقع دے رہی ہے۔ تو تم چتا کیوں کرتی ہو۔ بس دعا کرو کہ اس سلطنت عالیہ کے حق میں کوئی بہتر حاکم آئے۔ لاچلی

اور خود غرض حاکم اس سلطنت عالیہ کا حاکم نہ بن سکے۔“ خان زادہ بادشاہ نے ساتھ براجمان ملکہ کو اپنے دائیں بازو کے حصار میں بھرتے ہوئے کہا۔

☆.....☆.....☆

سختی سرور کو اس بات کا علم ہوا تو اس کے پیروں نے زمین سرک گئی۔ آقا اور ملکہ نے اسے اپنے کمرے خاص میں بلوا کر سب کچھ بتایا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور مشعل طبیعت کے ساتھ وہ ہمشکل ہی آکر کمرے میں پڑے اپنے بند پرتقریباؤ سے سا گیا تھا۔ بندر یا جو اس وقت ایک

سایہ پڑ کھے صوفے پر براجمان تھی۔ ستواڑ اسے کئے جارہی تھی۔

”کہا ہوا حتیٰ سرور؟“ بندر یا نے حتیٰ سرور کو مخاطب کیا۔

”جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔“ حتیٰ سرور نے اسے دیکھے بنا کہا۔

”پھر بھی بتاؤ تو سہی۔“ بندر یا نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ایک ساتھ رہتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے عادی ہو گئے تھے۔ حتیٰ سرور بندر یا سے بہت حد تک مانوس ہو گیا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اس کے ساتھ ہم کلامی کر لیا کرتا تھا۔ اب جو پریشانی لاقح تھی حتیٰ سرور نے اول تا آخر بندر یا کو کہہ سنائی۔ جسے سن کر بندر یا بولی:

”اتنی سی بات کے لیے تم اتنے مضطرب کائے کوہورے ہو حتیٰ سرور۔“

اس کی بات سن کر حتیٰ سرور نے غصے سے بیچ کتاب کھا کر دیکھا۔ ”اسے تم اتنی سی بات کہہ رہی ہو۔“

جاتی کوہمیری جان پہ بنی ہوئی ہے۔“

”ہاں تو اتنی سی ہی بات ہے ناں۔“ بندر یا ستواڑ پر اتنی بات پڑی رہی۔

”تمہیں مذاق سوچ رہا ہے کیا۔ ہماری اس حالت کو مذاق سمجھ رہی ہو۔ جاتی ہو سلطنت عالیہ سے

تو میرا جینا دو بھر کر دیں گے۔ اول تو یہی فرصت میں ہی میرا سر قلم کر دیں گے۔“ حتیٰ سرور نے پریشان

کن لہجے میں کہا۔

”ایسا بھی نہیں ہو گا حتیٰ سرور میں ہوں نہ تمہارے ساتھ۔“ بندر یا نے کہا۔

”تم تو بھی تو یہ سب ہو رہا ہے۔“ حتیٰ سرور تقریباً دھاڑتے ہوئے بولا۔

”سنوٹی سرور۔“ اس نے پاس بیٹھ کر لیلے ہوئے حتیٰ سرور کو مخاطب کیا۔

”اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ تم ہار جاؤ گے میری وجہ سے تو یہ تمہاری تم عقلی ہے۔ میں ایسی پگڑی

آقا کے حضور پیش کروں گی جو آقا کے اصل شایان شان ہوگی۔ اور دیکھنا مقدر تمہارا ساتھ دے گا۔“

بندر یا کی بات سن کر حتیٰ سرور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے بے یقینی سے بندر یا کو دیکھا۔ ”کیا

ایسا ممکن ہے؟“ حتیٰ سرور کی بات سن کر بندر یا نے اس میں سر ملایا۔ تو حتیٰ سرور نے بتابی سے دوبارہ

پوچھا: ”لیکن تم بندر یا ہو۔ پگڑی کیسے تیار کرو گی۔ تمہیں شاہی اصول و ضوابط کا کیا پتہ؟“

”اس بات کو چھوڑ حتیٰ سرور بلکہ اب میری بات ہم تن گوش ہو کر سنو۔“ بندر یا نے اسے تنبیہ کرتے

ہوئے کہا۔ ”تم ابھی یہاں سے نکل جاؤ جس درخت سے نکل کے مجھے لے آئے ہو۔ اسی درخت کے

پاس جانا۔ اور عین اس جگہ جہاں تمہارا تیر پھنسا تھا اور دروازہ بنا تھا۔ دستک دینا دروازہ خود بخود کھل

جائیگا۔ وہاں میری بڑی بہن رہتی ہے۔ اسے جا کر ساری بات سے آگاہ کرنا۔ اور میری طرف سے اسے

پیام دینا کہ سلیبانی پگڑی تمہارے حضور پیش کرے۔ وہ لے آؤ کل جب تمہاری بھیمیاں پگڑیاں

پیش کریں گی تو تم بھی وہ پیش کر دینا۔“ بندر یا کی بات سن کر حتیٰ سرور انگشت بدندان پر لگا۔

”و کیا وہ تمہارا گھر ہے۔ وہاں تمہاری بہن کے علاوہ اور کون رہتا ہے؟“ حتیٰ سرور نے حیران

و ششدر ہو کر پوچھا لیکن اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے بندر یا نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

”خیر سرور فوراً سے بھی بیشتر اصطبل میں سے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس نے کسی کو ساتھ لے جانا بہتر

نہ سمجھا۔ گھوڑے کو دوڑائے وہ اس درخت کے پاس پہنچ گیا۔ جس میں اس کا تیر آکر پھنسا تھا۔ اس نے

ایک نظر اس درخت کو دیکھا۔ وہ درخت بائی درختوں کی نسبت بہت گھٹا اور چوڑا تھا۔ حتیٰ سرور گھوڑے

سے نیچے اتار گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود اس جگہ جا کر ایسا تہ ہو گیا جہاں اس کا

تیر آکر پھنسا تھا۔ پھر حتیٰ سرور نے جیسے ہی اس جگہ کو کھٹکانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دروازہ خود بخود کھل

جائیگا۔ حتیٰ سرور حیران و ششدر رہ گیا۔ یہ اس کے لیے کسی عجوبہ سے قطعاً نہ تھا۔ اسے اپنی قوت عینائی پر

وہاں نہ ہو پار ہا تھا۔ وہ درخت سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہو کر ایک بھر پور نگاہ سے درخت کو کھٹکے لگا۔ درخت

الٹ پڑی۔ قضا نمبر ۱

خونفاک ڈائجسٹ 113

اپریل 2016



میں کالی گھنٹی پیکوں والی لڑکی..... محل کے باغچے میں کھلے سارے پھولوں سے زیادہ مختلف لگ رہی تھی۔ موسم کا جو بن اس پر ٹوٹ کر برسنا تھا۔ اس کی نیلگوں آنکھوں سے شباب جھانک رہا تھا۔ نئی سرور اس کے لیے اپنے دل میں ایک طوفان اٹھاتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا۔ معلوم نہیں اس کے سینے میں جذبات کی حدت کیوں بڑھ گئی تھی؟

”نئی سرور“ اس نے نئی سرور کو کھوئے ہوئے دیکھ کر اسے مخاطب کیا تو نئی سرور چونکا اور پھر شرمندہ سا ہو گیا۔ ”کیا تم اس بندر یا“ ابھی نئی سرور نے انتخابی کہا تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ کر دیا۔

”وہ میری بہن ہے اگر تم نے دوبارہ اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے تو زندہ درگور کر کے رکھ دوں گی۔“ اس نے نہایت ناگوار سے جواب دیا۔ جواباً نئی سرور نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے وہ بیگ تھام لیا۔

”یہ بیگ تمہیں کیوں دے رہی ہو؟“ نئی سرور نے بیگ تھام کر اسے ہلاتے ہوئے کہا۔ ”کیونکہ تمہیں یہاں یہی بیگ لینے بھیجا گیا ہے۔ اس بیگ کے اندر وہ سیلیانی چوڑی ہے۔ جو بادشاہ سلامت پہنتے ساتھ ہی اپنے تمام پسران کو پس پشت ڈال کر تم پر فریفتہ ہو جا میں گے۔“ اس نے اب کی بار زور دے دیا۔

”معدرت چاہتا ہوں تم ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔“ نئی سرور نے اس کی طرف رحم طلب آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس حسین وکیل دو شیر نے اسے طائرانہ نگاہ سے دیکھا اور پھر بولی۔ ”بولی کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“ نئی سرور نے اس کی بات سن کر ایک لمبا سانس خارج کیا۔ جیسے وہ خود کو کسی مے کے لیے تیار کر رہا ہو۔ پھر اس نے اس دو شیر پر ایک اچھٹی سی نگاہ ڈالی۔ لیکن اس دو شیر نے ان آنکھوں میں غصے کے آثار نہ پا کر اس کی ڈھارس بندھ گئی۔

”اچھٹی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کیسے معلوم ہو کہ میں یہ سیلیانی ٹوپی لینے آیا ہوں؟“ نئی سرور کی بات سن کر وہ زریں مسکرا دی۔ ”مسکرائی کوئی نیلگوں کی بارش ہو گئی ہو مسکراتے ہوئے ہیلے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔“ ”ذہن پر زیادہ زور مت دو نئی سرور۔ تم میرے ہونے والے بہنوئی ہو۔ میری بہن کی پسند ہو۔ وہ تمہیں بہت چاہتی ہے۔ خیال رکھنا اس کا۔“ اس دو شیر نے متواتر مسکراتے ہوئے کہا تو نئی سرور کو بہت حیرت ہوئی۔

”مطلب یہ کہ ایک بندر یا اس سے پیار کرتی ہے۔ ہاؤس پر سیل۔ نئی سرور ہیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ ”تمہارا ماراغ تو خراب نہیں ہے۔ کیا میں ایک بندر یا سے شادی کروں گا۔“ نئی سرور تقریباً ہلاتے ہوئے بولا۔

”نورائے پیشتر یہاں سے دفعہ دو ہوا جو گرہزاروں سن مٹی تلے دفن کر کے رکھ دوں گی۔ تمہاری آنکھیں بھی ہوش بھٹکانے لگ جائیں گے۔ نورائے سیلیانی چوڑی کو لے کر گل میں پہنچ جاؤ یہ نہ تمہاری آنکھیں کی طرح تمہارے بھائیوں میں سے کسی کو ہو جائے۔ اور سارے کیسے کرتے پر پانی پھر جائے۔“ اس نے کالم تھما کر اس کے ساتھ ہی وہ بیگ نئی سرور کی طرف بڑھا دیا تھا۔ میرون پھولوں والے زرد دھبے

دوسرے درختوں کی نسبت نہایت ہی گھٹا اور چوڑا تھا۔ برگدے درخت کے جیسے اس کی شاخیں کئی اطراف سے تو زمین سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ نئی سرور کی پیکوں میں خوف کسی تیز دھار نشر کی طرح سرایت کر گیا تھا۔ لیکن جہاں وہ پہلے کی مصائب کا شکار ہو چکا تھا۔ وہیں اب اس کی آفت ناگہانی سے بھی نبرد آزما تو بہر کیف ہونا ہی تھا۔ اس نے بناسوچے اس درخت کے دروازے کے جیسے کھلے پٹ سے نیچے جاتے زینے پر قدم رکھا۔ اور پھر ایک ایک کر کے وہ زینہ عبور کر کے تہ خانے نما اس خوبصورت گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ جو اس گھنے درخت کی جڑ میں بنا ہوا تھا۔ جہاں سے ایک انسانی زبان میں گفت و شنید کرنے والی بندر یا اس کا مقدر ٹھہری تھی۔ تہ خانے میں پہنچ کر اس نے متلاشی نگاہوں سے چہارہ دیکھا۔ کمرے کے آگے نہایت ہی خوبصورت ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ جبکہ باہر سن میں جہاں وہ ایسا دہ تھا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ کیا اگر اس کی نگاہ ایک کمرے کی طرف اٹھی جس کا پردہ معمولی سا ہلکا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اندر ہوا کا کوئی جھوک تو آیا نہیں ضرور اس کمرے میں کوئی ہے۔ جس نے پردے کو کش دی ہے۔ اس کا دل دھکا دھک دھڑک رہا تھا۔ اس میں اتنی جرات پیدا نہیں ہو پا رہی تھی کہ وہ آگے بڑھ کر پردہ ہٹا کر اندر موجود انسان کو دیکھ سکے۔ آٹا فانا اس کے ذہن کے درپوں میں ایک ترکیب سر اٹھانے لگے۔ تو وہ زور سے بولا:

”کوئی ہے کیا۔ مجھے اس بندر یا نے بھیجا ہے۔ جو انسانی زبان میں بات کر سکتی ہے۔ وہ ہمیں یہاں سے لٹی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ یہاں اس کی کوئی بہن رہائش پذیر ہے۔ مجھے اس سے کام ہے۔ اس بندر یا نے مجھے بھیجا ہے۔“ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد نئی سرور نے اپنی نگاہیں اسی جنبش کرنے والے پردے پر گاڑ دیں۔ ابھی اس کے ہتھوں سے نہایت ہی دل و دماغ کو معطر کرنے والی خوشبو کا جھوک ٹھہرایا۔ اس نے زندگی میں اس سے قبل ایسی پیاری دل کو مودہ لینے والی خوشبو نہ سونچی تھی۔ حالانکہ دربار میں ہر طرح کی خوشبو دستیاب تھی۔ لیکن یہ خوشبو ان سب خوشبوؤں سے مختلف قسم کی تھی۔ اچانک اس کمرے میں سے ایک دو شیر برآمد ہوئی۔ اس نے نقاب سے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ نقاب نے چہرے کا بالائی حصہ مستور کر رکھا تھا۔ پھر بھی ٹھوڑی کی گولائی۔ ہونٹوں کی کمان، چھوٹے چھوٹے کنوؤں کی خوبصورت جگمگ بادلوں میں سے جھانک رہی تھی۔ نئی سرور سے تھوڑے سے فاصلے پر پرک کر اس دو شیر نے نقاب چہرے سے اتار دیا تھا۔ بے نقابی نے اس دو شیر کے چہرے کا جو سن آشکار کر رکھا تھا۔ وہ اس کی توقع سے بالآخر تھی۔ باریک نقیب اسے، جسے کسی خوش مذاق مصوری قلم طرازی، نیلی نیلی خوبصورت آنکھیں، لمبی لمبی خوب بلیکس اور آنکھیں کی نیلی گول گرائیاں۔ گلے میں ارغوانی نعل کا سا دہ لبادہ اس پر پیش قیمت قائم (نیو لے کی شکل کا ایک جانور جس کی کھال سے ٹوپیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں) کا دوہرہ کار اور باندھنے کو سنہری تسے لگے ہوئے تھے۔ نیچے سفید جرابوں اور دیدہ زیب پیلے پٹوں میں اس کے خوشنما چھوٹے پاؤں داغ فریب مخنہ نہایت موزوں نظر آتے تھے۔ اور ہاتھ میں ایک پرانی ساخت کا بنا ہوا پیارہ سا بیگ تھا۔ بے شک بیگ پرانی طرز کا تھا لیکن نہایت ہی خوبصورت تھا۔ دیکھنے کو سن کرتا تھا۔ اس نے آتے ساتھ ہی وہ بیگ نئی سرور کی طرف بڑھا دیا تھا۔ میرون پھولوں والے زرد دھبے



دو شیرہ نے ناسحا نہ انداز میں کہا۔  
 ”سالی صاحبہ کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔“ سخی سرور نے سالی کے لفظ پر زور دیتے ہوئے  
 کہا تو وہ دو شیرہ تہقہہ مار کر لکھی۔

”خزینہ پری۔“ اس نے مختصر جواب دیا۔

”خزینہ پری۔“ سخی سرور نے اس کی بات کو دہرایا۔

”خزینہ پری۔“ جی سرور نے اس کی بات دودھرایا۔  
”کیا صرف نام کے ساتھ پری وری ہے یا ہونچھی پری؟“ جی سرور نے اس کی طرف سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تو اس دوشیزہ نے انھیں اچکامیں اور ناک بسوڑتے ہوئے اس کو دیکھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز اور پیشانی پر رونما ہونے والی سلوٹیں اس بات کا اعلان کر رہی تھیں کہ وہ دوشیزہ مزید گفٹ و شنید سے معذرت خواہ ہے جی سرور نے بھی کوئی زد نہ دیا۔ بلکہ اس بیک کو تھامے وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس نے ایک سرسری نگاہ گھوڑے پر ڈالی تو وہ جوں کا توں اپنی جگہ پر ایستادہ تھا۔ پھر اس نے گردن کھما کر درخت کو دیکھا تو اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔ درخت کا کھلا پتہ بند ہو چکا تھا۔ یہ بھی ننگ رہا تھا۔ کٹھوڑی دریل اس درخت میں کوئی شگاف بھی تھا۔ لیکن جی سرور کو گھنٹیلوں سے کیا غرض ہے اسے تو مطلب آموں سے تھا۔ وہ گھوڑے پر براجمان ہوا اسے ایڑہ لگائی اور اس کا گھوڑا اسیول اڑاتا ہوا نکل کر طرف لپکنے لگا۔

☆.....☆.....☆

تختی سرور بندر یا کی جگہ خود وہ بیگ لے کر دربار میں حاضر ہوا تھا۔ دربار میں اعلیٰ عہدے سے دارا کو بھی بلوایا گیا تھا۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اگر وہ اخوند فیصلہ کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی محبت کا دائرہ کسی کی طرف بڑھ جائے اور زبانی ہو جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے بیٹوں کی بیویوں کی طرف سے ملنے والی سب سے پیاری گھڑی کا فیصلہ اس کے وزراء کریں۔ سب سے پہلے شہزادے رحیم خان اور اس کی اہلیہ شہزادی ریشمی بی کو بلوایا گیا۔ انہوں نے نہایت ہی پیاری گھڑی بادشاہ کے حضور پیش کی۔ گھڑی جگہ جگہ چاندی کی تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی۔ کہیں انہیں سونے کی باریک دھاریں بھی دکھائی پڑ رہی تھیں۔ اس گھڑی کی جتنی بھی تعریف کی جانی کہ تھی۔ خان زادہ بادشاہ کو بیسے ہی اس کے تحت جگر نے گھڑی پہنائی سب وزراء تعریف میں تالیاں بجانے لگے۔ اس گھڑی کو سب نے پسند کیا تھا۔ پھر خان زادہ بادشاہ نے اس گھڑی کو اتار کے ساتھ براہمان ملکہ شمس خان کو پکڑ پایا۔ ملکہ نے اس گھڑی کو ساتھ میں ایستادہ ایک ملازم کو کھدایا۔ شہزادے رحیم خان کے بعد شہزادے کریم خان کو بلوایا گیا۔ دونوں میاں بیوی سامنے آئے۔ انھوں نے ان کی بنائی ہوئی گھڑی بھی کچھ کم تھی۔ فیاض الرحمن اور اس کی اہلیہ کو بلوایا گیا تو انہوں نے جو گھڑی پیش کی وہ بھی قابل تعریف تھی۔ وزراء نے خوب جی بھر کر داد دی تھی۔ اب باری تھی تو شہزادے تختی سرور کی۔ سب کی نگاہیں اس راستے پر تنگ گئی تھیں جہاں سے باری باری شہزادے آ رہے تھے۔ جلد ہی شہزادہ تختی سرور ہاتھ میں ایک نہایت ہی خوبصورت بیگ تھا جسے اندر داخل ہوا۔ شہزادے تختی سرور کے بھائیوں اور بھائیوں کے چہروں پر طرزی میسر اکہٹ جلوہ گر تھی۔ اس نے آتے ساتھ پہلی نگاہ

المفت یری۔ قسط نمبر ۱

116 خوفناک ڈائجسٹ

اپریل 2016

انہیں بھائیوں اور بھائیوں پر ڈالی۔ جوانانہوں نے غور سے گردنیں مزید اٹرائیں۔ شہزادے کی سرور  
نے تھوڑا دم ہوتے ہوئے سب کو سلام کیا اور بادشاہ کے حضور پیش ہو گیا۔ سب جانتے تھے کہ وہ اس  
بندہ کو نہیں لایا لیکن کسی نے بھی اس بات کا کوئی نوٹ نہ لیا تھا۔ بلکہ سب یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ شہزادے  
کی سرور کی قسمت اب کیا نکلیں تھی۔ اس کے ساتھ ملکہ کے اشارے پر دو خانا آگے بڑھے لیکن  
شہزادے کی سرور نے آگے بڑھ کر پہلے خان زادہ بادشاہ واپس اپنی جگہ پر جا کر ایستادہ ہو گئے۔  
پھر اچھا کھنکھوں سے لگایا۔ دونوں نے اپنے چھوٹے بیٹے کی محبت کو دیکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔  
دوبار میں براہمن سب وزراء نے شہزادے کی اس محبت کو سراہا تھا۔ شہزادے نے پھر بیگ سانسے  
الٹا اور اس میں سے ایک پگڑی نکالی۔ بیگ میں سے پگڑی کی لٹکی پورے دربار میں دل دماغ کو  
کھڑکھڑاتے والی نہایت ہی پیاری خوشبو پھیل گئی۔ ایسی خوشبو بادشاہ، ملکہ اور دربار میں موجود لوگوں کو  
اس سے پہلے کی نہ سونگھی تھی۔ کوئی اس کے بارے میں جانتا تھا۔ ہر کس و ناکس بہت لگانوں  
نے آفتاب نے سر نہ نکالا تھا۔ پورا دربار سفید و دودھیا رنگ میں نہا گیا تھا۔ شہزادے نے آگے بڑھ کر  
خان زادہ بادشاہ کے سر پر پگڑی رکھی۔ سیلانی پگڑی کا خان زادہ بادشاہ کے سر پر لٹکنے کی دھڑکی کہ اسے  
آفتاب پگڑی سر پر رکھنے کی دہشتی کہ خان زادہ بادشاہ کا چہرہ بھی کسی جودوں کے چاند کی مانند چمکنے  
لگا۔ ملکہ سارے وزراء اپنی نشستوں سے ایستادہ ہو گئے تھے۔ پورے دربار میں تالیوں کی پر زور آواز گونج  
نے پورے دربار میں پھیلی خوشبو نے سب کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ حتیٰ سرور کے تینوں بھائی  
بھائیوں خود ہی اپنی شکست قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے آؤد کھانہ تازہ ناک بوڑھے وہاں سے  
لگے تھے۔ شاید ان میں اپنی شکست قبول کرنے کی سکت نہ تھی۔ شہزادہ کی سرور سلطنت کے  
میں کاروائی بن چکا تھا۔ خان زادہ بادشاہ نے اسے تخت جگہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ خان زادہ  
والی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔ ملکہ نے بھی اپنے پر نظم کو سینے سے لگایا۔ شہزادہ کی ایک  
دروازوں نے شاید لباس کے کوٹوں کو تھا اور دونوں کو ایک ساتھ چارو چوم کر کھینچوں سے لگایا۔  
اس کی سرور کی آنکھیں خوشی کے مارے سادھن بھادوں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے تویش میں بھی نہ  
اٹھا کہ ایک بندہ یا اس کی عزت کو ایسے چارچاندلوں کے پاس سے لگے کھولے تک اس کا دل بری طرح  
اڑا کر بٹا تھا۔ اس کا تو سن ہی نہیں کر رہا تھا کہ وہ اس بیگ کو کھولے لیکن جب اس نے بیگ  
اٹاک بارو خود بھی انگشت بدندان رہ گیا تھا۔ کیونکہ پگڑی میں سے جو خوشبو نکل رہی تھی یہی  
بندہ یا کسی بہن کے پاس سے بھی آ رہی تھی۔ حتیٰ سرور بازی لے گیا تھا۔ ہر وزیر نے اسے مبارک  
باد دیا۔ اپنے بھائیوں کی طرح خود غرض اور مغرور نہیں تھا۔ وہ ہر چھوٹے بڑے دزیر کے گلے بول لگا

بلا - قسط نمبر ۱

خوفناک ڈائجسٹ 117

اپریل 2016



گو یا اس کے بہت ہی قریبی ہوں۔ وزیروں نے بھی پھر کھل کر اسے داد دی۔ شہزادے کی سرور کے حق میں دربار میں نعرے بازی کی گئی۔ خان زادہ بادشاہ اور ملکہ شیم خان کی خوشی کے مارے برا حال تھا۔ خوشی سے دونوں بچوں نے نہ مارے تھے۔

”میں نے کہا تھا نہ کہ ہمارے پسر عظیم کا مقدر اس کا ضرور ساتھ دے۔ یقین مانو میں نے اس سے قبل ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ جب سے میرے سر پر یہ پگڑی پہنائی گئی ہے۔ خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔ میرے دوسرے پسر ان کی پگڑیاں بھی اچھی تھیں لیکن کشیدہ کاری کے باعث اتنی وزنی کہ بمشکل ہی تھوڑی ڈیر سر پر لگا سکا۔ لیکن اب دیکھو (پگڑی کا ایک کونڈا پڑ کر ملکہ کو دکھاتے ہوئے) تو اس پر بھی کسی قدر کس خوبصورتی سے کشیدہ کاری کی گئی ہے۔

لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود پگڑی اتنی ہلکی ہے کہ اس کا وزن بھی محسوس نہیں ہو رہا۔“ خان زادہ بادشاہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے ملکہ کو دیکھ کر کہا۔

”جی ہاں۔ انشاء اللہ ہمارا تخت جگہ پر آپ کا جانشین بنے گا۔ اس سلطنت عالیہ کو ایک رحیم دل، احساس مند اور اچھے انسان کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ آپ ہیں۔ آپ کی ساری خوبیوں ہمارے تخت جگہ میں ہیں۔“ ملکہ نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا لیکن خوشی کے اتھر دھتھے کے تھکنے کا نام تک نہ لے رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

غصے کے مارے سب کا بہت برا حال تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کئی سرور نے ایسی پیاری پگڑی کہاں سے حاصل کر لی تھی۔ یہ تو حقیقت تھی کہ وہ بندر یا کسی کام کی نہیں ہے۔ کوئی تو ہے جو کئی سرور کی مدد کر رہا ہے لیکن کون؟؟

”یہ ساری بے کاری پلاننگ تمہاری تھی جس کی وجہ سے آج منہ کی کھانی پڑی۔“ زہریش لقمان نے عالیہ ارم پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

جواباً عالیہ ارم ہنر کا اٹھی۔ ”ایکسیکوزی! تم سب کو کئی سرور سے اس کا حصہ تھیلانے کی چٹا لائق تھی۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اتنا خالاک نکلے گا کہ الٹا ہمارا ایک حصہ غبن کر جائے گا۔“

”جو بھی ہوا بہت برا ہوا۔ اب کچھ ایسا سوچو جس سے ہم سب کچھ واپس لے سکیں ورنہ یہ نہ ہوکل کو تہی دامن ہو جائیں۔“ رحیم خان نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پٹختا ہوتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ سب سر جھکا کر اس درپیش مسئلے کا ابائے تلاش کرنے میں لگے رہے۔

”ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جو حکم ٹھلا ہو۔ کئی سرور ہماری آنکھوں کے سامنے رہے۔ پھر پتہ بھی چل جائے گا کہ کون اس کی معاونت کر رہا ہے اور ہم اسے راستے سے ہٹانے میں بھی پھسل ہو جائیں گے۔“ ضیاء الرحمن نے کہا۔

”ایسا بھی کیا کیا جاسکتا ہے؟“ عالیہ ارم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مہی تو ہمیں سوچنا ہے۔“ ضیاء الرحمن نے کہا۔

”ہاں یہ طریقہ ٹھیک ہے۔ اس طرح کئی سرور پر ہم کھلی نگاہ رکھ سکتے ہیں۔ وہ ہماری نظروں کے سامنے رہے گا اور اگر کسی نے اس کی اب کے بار معاونت کی ہے بھی کئی تو اس کا قلع قوع کر کے رکھ دیں گے۔ اول تو اب کسی میں اتنی جرات ہی پیدا نہیں ہو سکتی کہ کوئی کئی سرور کا ساتھ دے۔“ کریم خان نے ضیاء الرحمن کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

”آئیڈیا۔“ رحیم بی بی نے چپک کر کہا۔

”کیا؟“ زہریش لقمان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یوشٹ اپ زہریش لقمان۔ خود ہی کرلو جو کرنا ہے۔ اتنی ہی ٹھنڈ ہو تو خود کیوں نہیں کھیتے۔“

”بجائے ایک دوسرے سے منہ ماری کرنے کے اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ کھیتے ہیں وہ واپس کیے لینا ہے۔“ کریم خان نے کہا۔

پھر سب رحیم بی بی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ”تم بولو کیا پلان ہے تمہارے دماغ میں۔“

کے لیے مستعد ہیں تو اس نے گلا کھارا اور گویا ہوئی۔ ”ہمیں ایک بار پھر آقا کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ ہم ان سے استدعا کریں گے کہ ہم چاہتی ہیں کہ ہم باغ لگائیں۔ ایسے باغ جہاں ہر فرد دستاب ہو۔

بارہی ہماری بات کو بہترین گوش ہو کر سنیں گے۔“

اور ایک بار پھر کئی سرور اور اس کی بندر یا ہمارے مد مقابل ہوں گی۔ تب ہم بھی جان پائیں گے کہ کون کئی سرور کی معاونت کر رہا ہے۔ اور یہ بھی آشکار ہو جائے گا کہ کئی سرور کس کس سے ملتا ہے۔ ہم

گا ملکہ وہ جو کچھ بھی کرے گا سب کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ دودھ پیتا لوٹا اس بار کیے ہمارے مقابلے میں بازی جیت کے لے جاتا ہے۔

بار لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہم تینوں (زہریش لقمان، عالیہ ارم اور بذات خود) کا تعلق غریب گھرانوں سے ہے۔ ایسے کاموں کی خوب جانکاری ہے ہمیں۔“ رحیم بی بی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

سب نے اس کی بات کو سراہا۔

یوں ایک بار پھر ان کے شیطانی دماغوں نے انہیں دو غلامیاں۔ وہ کئی سرور سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ان کی برداشت سے باہر تھا کہ کئی سرور نے ان سے ان کا حصہ چھین لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

تینوں نے ایک بار پھر خان زادہ بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ باغ لگانا چاہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ کئی سرور بھی ایک بار پھر اس کھیل میں شرکت کرے۔ یہی نہیں پہلے سلطنت کا ایک حصہ تھا تو اب کی بار اصول کی حصول کی بات کی گئی۔ خان زادہ بادشاہ کو اندر ہی اندر بہت تاؤ پڑ چکا کہ یہ ابھی تک

اپریل 2016

الفت پری۔ قسط نمبر 4

خونفک ڈائجسٹ 119

اپریل 2016

الفت پری۔ قسط نمبر 4



سدرہ نے کانام تک نہیں لے رہے۔ اب کی بار یہ ٹھیل ان کی ضد تھا۔ لیکن اسے بھی اپنے لڑتے بگڑے پر پور اٹھنا تھا کہ وہ ان کے ہاتھوں بارے نہ دلانا تھا۔ حتیٰ سرور کے ساتھ ماں باپ کی دعائیں اور نیک دلی تمنائیں تھیں۔ دنیا میں وہی خوش قسمت انسان ہے جسے اس کے والدین دل سے دعا دے دیں۔ جس کی پشت پناہی والدین کی دعائیں کرتی ہیں وہ شخص کبھی بھی نہ تو نقصان اٹھاتا ہے اور نہ ہی کبھی کوئی مشکل اس کے راستے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ بلکہ ہر مشکل کو وہ چٹکی میں حل کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ایک طرف گئے بھائیوں اور بھائیوں کی مخالفت تھی تو دوسری طرف ماں باپ کی نیک اور دلی دعائیں اور تمنائیں۔

☆ ☆ ☆

حتیٰ سرور کو جب اس ساری بات کا علم ہوا تو اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ خان زادہ بادشاہ نے جب پیادوں بھائیوں کو دربار میں بلوا کر سب کو برابر حصوں میں زمین بانٹ کے دی جہاں سب نے باغ لگانے تھے حتیٰ سرور کے سر سے آسمان ہٹ گیا تھا۔ اسے دن و بیارے تارے دکھائی دینے لگے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ باغ لگانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑی سازش تھی اسے مات دینے کی لیکن نہ جانے کیوں جب سے اس نے پہلی بار فتح حاصل کی تھی اس کے دل میں ایک چپقلی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اب بھی امیدی ایک کرن سر اٹھانے لگی تھی۔ چاروں بھائیوں کو ایک ایک مربع زمین باغ لگانے کے لیے دی گئی تھی۔ اور ساتھ میں یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ جس نے ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے حصے کی زمین میں باغ لگالیا تو پہلے لگانے والے کو شرط کے مطابق سلطنت کے دو حصے مل جائیں گے۔ وہ سلطنت کے دو حصوں کا کھانا لگ ہوگا۔ اس کام کے اندران کی اہلیہ کے علاوہ کوئی تیسرا انسان مداخلت نہیں کرے گا۔ اور اگر کسی تیسرے انسان کو درمیان میں دیکھ لیا گیا تو نہ صرف اسے اس شرط سے باہر نکال دیا جائے گا بلکہ اس سے اس کا متعلقہ حصہ بھی واپس لے لیا جائے گا اور وہ جیست ہوتے ہوئے نہیں گا۔ یہی نہیں اسے ہمیشہ کے لیے ملک بدر بھی کر دیا جائے گا۔ یہ ایک ایسا سخت حکم تھا جو سب کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ انہیں بادشاہ سلامت سے ایسے جواب کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی۔ وہ تو شہزادے حتیٰ سرور کو مات دینا چاہتے تھے لیکن ان کے اپنے ہی راستے ٹھک ہونا شروع ہو گئے تھے۔ حالات کشیدگی اختیار کرتے جا رہے تھے لیکن انہیں اس بات سے کوئی غرض نہ تھی۔ ان کو بس حتیٰ سرور کو کوٹ لگا کر دے کی فکر تھی لیکن دوسری طرف قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ شہزادہ حتیٰ سرور اس نئی افتادے آگے حاصل کرنے کے بعد پریشان پریشان اپنے کمرہ خاص میں پہنچا۔ بندر یانے اس کی پریشانی تاک کی اور فوراً ہی بولی:

”کیا کوئی مسئلہ ہے حتیٰ سرور؟“

حتیٰ سرور نے اس کی طرف طائرانہ نگاہ ڈالی اور ہاں میں سر ہلا کر دونوں ہاتھوں میں سر کو تھام کر بیڈ پر براجمان ہو گیا۔ بندر اچھلتی ہوئی اس کے پاس آکر براجمان ہو گئی۔

”کیا بات ہے۔ مجھے بتاؤ؟“

اس نے اول تا آخر ساری روداد بندر یا کو کہہ سنائی جسے اس نے بغور دیکھا۔ بندر یا بھی ہمارے پاس بہت ناظم ہے۔ یہ سارا کام ایک چھپکے میں ہو جائے گا۔ تم سے فکر ہو جائے۔ پتا بھی یہ سازش ہے۔ اور اس لیے کھلی گئی ہے تاکہ وہ شخص سامنے آجائے تو تمہاری ہر موثر معاونت تو حتیٰ سرور کے دل میں اس بندر یا کے لیے احساس بندر یا کے لیے احساس الفتنے سے سراٹھایا۔

”تم کون ہو مجھے بتائی کیوں نہیں۔ دیکھو تو تمہاری بہن کی اپسر اسے کم نہیں ہے؟“ حتیٰ سرور نے احتجاج کرتے ہوئے پوچھا۔

”ابھی کچھ بتانے کا وقت نہیں ہے حتیٰ سرور۔ وقت آنے سے میں خود تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ بہت جلد۔“ بندر یانے دھیمے گمر ترخ سنائی دینے والے لہجے میں کہا۔

”ایسا بھی کیا ہے؟“ حتیٰ سرور نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔“ بندر یانے متواتر ایسی لہجے میں جواب دیا۔

”میرے صبر کا پتا نہ لہریز ہوتا جا رہا ہے۔“ حتیٰ سرور نے اپنی یہی بیان کرتے ہوئے کہا۔

”حوصلہ رکھو بیڑ۔“ بندر یانے اس کے نرم و نازک ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ حتیٰ سرور کو مجبوراً چپ سا دھن پیڑی۔

☆ ☆ ☆

دن رات سب نے حتیٰ سرور پر گہری نگاہ رکھی لیکن اس کوئی استفادہ نہ ہوا۔ حتیٰ سرور نے اس تمام عمر سے میں ایک بار بھی جا کر اس پر زمین کو دیکھا تک نہ تھا۔ جس پر باغ کا کشت کیا جانے والا تھا۔ تینوں بھائیوں اور ان کی بیویوں کو اپنی فتح منترج دکھائی دے رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی فتح کا جشن منا رہے تھے۔ حتیٰ سرور ایک بار بھی بھائیوں کی طرف نہ گیا تھا۔ گویا اس بار حتیٰ سرور نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ حتیٰ سرور آج کا دودھ پیتا بچہ اور وہ خود کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخری رات آن پہنچی تھی۔ اب بھی نے حتیٰ سرور پر دھیان دینے کی ضرورت نہ محسوس کی تھی۔ تینوں بھائیوں نے دن رات ایک کر کے باغ لگا دیے تھے۔ اس تمام کام میں ان کی بیویاں بھی ان کی معاونت میں رہی تھیں۔ ان کے شاہد بٹانہ کام کرتی رہی تھیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حتیٰ سرور ایک بار بھی اس طرف نہیں آیا تو وہ کچھ گئے کئی سرور کی معاونت کرنے والے کو ظلم ہو گیا ہے کہ اب کی بار اس پر نظر رکھی جا رہی ہے اور اگر اس نے حتیٰ سرور کا ساتھ دیا تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ جبکہ دوسری طرف حتیٰ سرور کی پریشانی میں دن بدن اضافہ ہونے لگ گیا تھا۔ آخری رات کیا آئی اس کی آنکھوں سے نیند کو سوں دور تھی۔ وہ پریشانی سے بیڈ پر لیٹا کر ویں بدل رہا تھا۔ اسے کچھ نہ آ رہی تھی۔ وہ خود کو اس محل میں آخری رات کا مہمان سمجھ رہا تھا۔ اس کا دل کر چپاں کر چپاں ہو چکا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا لیکن باوجود اس کے دموئے مومنہ اصرار اس کی آنکھوں کے پردوں سے باہر بھاہٹنے لگے تھے۔ اس کے پاس ہی تھوڑی فاصلے پر لیٹی بندر یا کی نگاہیں ابی ہر مرکز تھیں۔ اصرار دیکھ کر فوراً ہی اسی پکارا۔



”خجی سرور“ خجی سرور اس کی آواز سن کر بڑا کر اٹھ بیٹھا۔  
 پھر جلدی سے اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور اس کی طرف دیکھا۔  
 ”تم اتنے مضطرب کیوں ہو خجی سرور؟ اور یہ تہااری آنکھیں ساواں بھادوں کیوں بنی ہوئی ہیں؟“  
 بندر بانے پھر سوال کیا تو خجی سرور ہنستے ہوئے بھینچ کر رہ گیا۔  
 ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج آخری رات ہے اس شرط کی؟“ خجی سرور نے اس کی طرف انگارہ  
 اگلی لگا ہوں سے دیکھ کر پوچھا۔  
 ”تو؟“ بندر بانے سوالیہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے انبان بنے ہوئے پوچھا۔  
 اس کی بات سن کر خجی سرور کا دل چاہا کہ فوراً اسے بھی پشتراس کی تکہ بولی کر کے رکھ دے۔ لیکن اس

نے بمشکل حرام اپنے آپ پر ضبط پایا۔  
 ”تو کیا؟“ اس نے کھا جانے والی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”تمہیں یاد ہے کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ پریشان نہ ہوؤ اس کا واپس نکل آئے گا۔ لیکن آج  
 آخری رات آگئی ہے۔ اور ابھی تک کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے۔ مطلب میں یہ شرط ہار گیا۔ اور تم  
 جانتی ہو اس شرط کے بارے کا انجام کیا ہوگا مجھے نہ صرف سلطنت عالیہ سے بے دخل کر دیا جائے گا بلکہ  
 ہمیشہ کے لیے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے میرے بھائی میرا قلع قمع کر کے رکھ دیں۔“ خجی  
 سرور نے بڑے گراؤں سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ اور اس سہی میں وہ کسی  
 حد تک سچل بھی ہو گیا۔  
 ”ہاں تو میں ٹکرب رہی ہوں۔ اور تم کہے کہ سکتے ہو کہ کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے۔ کیا تم ان  
 زمینوں کی طرف گئے ہو۔ دن آگے دوپھر دیکھنا کہ میں نے وعدہ خلافی کی ہے یا اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔“  
 بندر بانے کہا۔ جواباً خجی سرور منہ سے تو کچھ نہ بولا لیکن تشکرانہ دنگا ہوں سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں  
 موند لیں۔

☆.....☆.....☆

پہلی بار کی طرح اب بھی پہلے رجم خان کو دی جانے والی زمینوں کی طرف بادشاہ اپنے وزراء کے  
 ساتھ گیا۔ زمینوں میں نئی دکھائی دی اور باغوں کے لگانے گئے ہوئے سراٹھاتے دکھائی دیئے۔ اسی طرح  
 کریم خان اور شیراز۔ الرحمن والی زمینوں میں بھی صورت حال خجی۔ چاروں شہزادگان بادشاہ کے ساتھ  
 تھے۔ لیکن جب یہ قافلہ شہزادے خجی سرور کو دی جانے والی زمینوں کی طرف گیا تو سب مبہوت رہ گئے۔  
 خود خجی سرور بھی حیران و ششدر رہ گیا تھا۔ اس کو دی جانے والی زمینوں میں پورا باغ دکھائی دے رہا تھا۔  
 ڈالیاں پھیلوں سے لدی ہوئی تھیں۔ اور ایسے ایسے پھل دکھائی دے رہے تھے جن کے بارے میں کسی  
 نے خیال میں بھی نہ سوا تھا۔ خجی سرور کے بھائی تو خاص کر جل جہنم کر رہ گئے تھے۔ وہ خجی سرور کو جاوگر  
 گردانے لگے تھے۔ ایک بار تو خود خان زادہ بادشاہ بھی مضطرب ہو گیا۔ ہر کس و ناکس کی زبان پر یہی  
 الفاظ تھے کہ یہ سب جاوگر کی کمالات ہیں۔ لیکن ہر کس و ناکس شہزادے خجی سرور سے آشنا تھا۔ سب

جانتے تھے کہ خجی سرور کوئی جاوگر نہیں ہے لیکن کوئی تو ہے جو غائبانہ اس کی مدد کیے جا رہا تھا۔ سب نے  
 باری باری اس باغ کے پھل کھائے۔ پھل اتنے لذیذ اور خوش ذائقہ تھے کہ سب نے جی بھر کے کھائے  
 لیکن بحال ہے جی بھرے۔ من چاہ رہا تھا کہ وہ بس کھاتے جائیں۔  
 ایک بار پھر قسمت شہزادے خجی سرور پر مہربان ہو چکی تھی۔ اس کے بھائیوں کا غم و غصہ کی وجہ سے  
 برا حال ہوا جا رہا تھا۔ انہیں تاؤ پے تاؤ چڑھ رہے تھے۔ جبکہ دوسری طرف شہزادہ خجی سرور متواتر یہی سوچے  
 جا رہا تھا کہ بندر یا حقیقت میں بندر یا نہیں ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی جھید کار فرما ہے۔ وہ اس  
 جھید کو جاننے کے لیے بے تاب ہوا جا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

جب اس بات کا علم شہزادے خجی سرور کی بھائیوں کو ہوا تو سب اپنے اپنے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ اب  
 تو انہیں بھی پورا پورا اوشواس ہوا جا رہا تھا کہ کوئی غائبانہ خجی سرور کی مدد کیے جا رہا ہے۔ لیکن وہ ہے کون؟ یہی  
 سوالیہ نشان سب کے لیے وجہ اضطراب بنا ہوا تھا۔ کسی کو کچھ بھائی نہ دے رہا تھا۔ بالآخر سب کے  
 شیطانی ذہنوں نے ایک اور شیطانی پلان بنایا۔ کہ سب شہزادگان کی بیویاں بن سنور کر خان زادہ بادشاہ  
 کے سامنے آئیں گی۔ اور پھر سب کی موجودگی میں جو سب سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہے ہوگی  
 اس کے خاوند کو سلطنت عالیہ کا جانشین مقرر کر دیا جائے گا۔ خجی سرور کو مات دینے کا یہ سب سے بہتر طریقہ  
 تھا۔ تینوں شہزادیاں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھیں۔ اس بار واپسی خان زادہ بادشاہ اور ملکہ شیم  
 خان کو پریشانی لاحق ہوئی۔ کیونکہ شہزادہ خجی سرور اب اس بندر یا کو جتنا بھی سجا سنوار لے رہے گی تو وہ  
 بندر یا بنی نہ۔ اب کے بار انہیں پختہ یقین ہوا چلا تھا کہ شہزادہ خجی سرور سب کچھ سے تھک دھو بیٹھ گیا۔

دوسری طرف جب شہزادے خجی سرور کو اس بات کا پتہ چلا تو اس کے بھی رنگ پھٹے کھڑے ہو گئے  
 تھے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے طوطے اڑتے دکھائی دے رہے تھے۔ اب کی بار پوری سلطنت داؤ پر لگ  
 چکی تھی مطلب اسے مات دینے کے لیے اب جو بال بچھایا گیا تھا اس میں سے بمشکل ہی وہ بچ پاتا۔ بلکہ  
 خجی کی تو کوئی امید ہی دکھائی نہ پڑتی تھی۔ اب کی بار پھر وہ اپنے کفر خاص میں گیا اور جاتے ساتھ ہی  
 سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ہمیشہ کی طرح بندر بانے اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے ساری بات اسے کہہ سنائی  
 جسے سن کر ایک بار تو بندر یا کی زبان کو بھی قفل لگ گیا لیکن جلدی وہ گویا ہوئی۔

”ٹھیک ہے شہزادے، تم ایسا کر دو کہ فوراً میری بہن کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ اپنے سمیت میری  
 تین سہیلیوں کو، سونے کے زیورات اور ہیرے جو اہرات لے کر یہاں پہنچ آئے تاکہ آج شام تمہاری  
 بھائیوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے۔ ان کے دماغ ہمیشگی الٹی چال چلتے ہیں۔ انہیں جب تک اچھے  
 سے مات نہ ہو جائے وہ سدھرنے والی نہیں ہیں۔“ شہزادے نے اس کی پوری بات سنی تو اس کا ماتھا  
 ٹھنکا۔ اسے کچھ کچھ بات کی سمجھ آگئی تھی کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ لیکن اسے یہ سمجھ پھر بھی نہ آئی کہ  
 آیا یہ بندر یا جی رہے گی۔ یا کوئی انسانی روپ اپنائے گی۔



”کہا تم بندر یابن کے ہی بنو سونو گی؟“ نئی سرور نے بالآخر ہنسل تمام دل میں اٹھتے سوال کو لفظوں کی بالا پہنائی۔

”شہزادے وقت کی قلت کے باعث آپ فضول باتوں میں وقت کا ضیاع کرنے کی بجائے اگر فی البدھ نکل جائیں تو بہتر رہے گا۔“ بندر یابن اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ بنا کچھ کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ جلد ہی شہزادہ نئی سرور بندر یابن کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اور اسے ساری بات سے آگاہ کر چکا تھا۔ ساری بات سننے کے بعد اس نے شہزادے کی نئی سرور کو کہا کہ ”شہزادے آپ تشریف لے جائے ہم بھی پہنچ جائیں گی۔“

”لیکن آپ لوگوں کو ایسے کون محل میں گھسنے دے گا میرے ساتھ آپ کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔“

شہزادے کی سرور نے انہیں اس سے کہا۔

”آپ چننا تم کہتے شہزادے ہمارا کوئی بال تک نہیں کر سکتا۔“ اس نے جواب دیا تو شہزادے کو بھوراؤ ہاں سے اٹا پڑا۔ شہزادہ جیسے ہی اپنے کمرے میں پہنچا وہ دیکھ کر اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی کہ بندر یابن کی بہن اور میں نہایت ہی خوبصورت و شیراز میں اس کے کمرے خاص میں پہلے سے موجود تھیں۔ ساری دوشیزا میں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ ایک طرف بندر یابن اجماع تھی۔

”شہزادے آپ کی الوقت باہر چلے جائیں۔ تم تیار ہونے لگی ہیں۔“ بندر یابن شہزادے کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر کہا تو شہزادہ باہر نکل گیا۔ اس کے دل میں تجسس نے سر اٹھایا تو اس نے جلدی سے دوسری طرف والے دروازے کے پاس جا کر اس میں بنے ایک چھوٹے سے شگاف میں سے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر جو منظر شہزادے نے دیکھا اسے دیکھ کر اسے اپنی قوت بینائی پر خوش اس ہو رہا تھا۔ بندر یابن کے اوپر سے اس کی سہیلیوں نے بندر یابن کا مسک اتارا تھا۔ نیچے سے ایک نہایت ہی خوبصورت اور پرتا شیر شخصیت کی مالک لڑکی کا چہرہ نکل آیا تھا۔ وہاں موجود لڑکیوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے میں نہ تھی۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جاتی تھی۔ شہزادہ کی سرور حیران و ششدر سب دیکھے جا رہا تھا۔ بادشاہ کے سامنے پیش ہونے کا وقت ہونے والا تھا۔

آنجل اور زہرات کے بوجھ سے جھکی گردن کے ساتھ آنے والی لڑکی کو دیکھ کر مہموت ہو گئے تھے۔ انہیں یقین نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ وہی بندر یابن ہے۔ لیکن انہیں اپنے پرمعظم کی قسمت پر ناز ہو رہا تھا۔ دوسری طرف شہزادے کی سرور کے بھائیوں اور بھائیوں کا کام وغصے کے مارے بہت برا حال ہو رہا تھا۔ وہ اپنی نصیر پر ملال تھا لیکن اب پچھتاہے کیا ہوتے جب چڑیاں چل گئیں کھیت کے موافق ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ نئی دامن ہو گئے تھے۔ سیانے کہتے ہیں کہ دوسروں کے لیے کھانگی کھودنے والے اکثر خود ہی اس میں گرا کرتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ کی سرور کے ساتھ ہو چکا تھا۔ انہوں نے بھائی کو سلطنت عالیہ سے دور کرنے کے لیے کتنی ہی داؤ پیچ کیے لیکن وہ سارے داؤ پیچ اٹے ہوئے چلے گئے اور ہوس کے مارے کی سرور کے بھائی بیویوں کی باتوں میں آکر بالکل لگا لگ ہو چکے تھے۔ ان کی رقم طلب نگاہی خان زادہ بادشاہ، ملکہ اور نئی سرور پر مبنی ہوئی تھیں۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فرمان شاہی جاری ہو چکا تھا اور اس کے مطابق اب انہیں کوچ کرنا تھا۔

☆.....☆.....☆

بندر یابن ایک خوبصورت و شیرازہ خیز نئی سرور نے خود ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ جلدی سے واپس کمرے میں آیا اور بندر یابن کے اس ماسک کو نذر آتش کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی ہونے والی بیوی اب دوبارہ بھی بھی بندر یابن کا روپ نہ دھاریے۔ وہ بس اب اسے اپنی اہلیہ بنانے کی دھن میں تھا لیکن قسمت ابھی اسے مزید آزمانے کے دھن میں تھی۔ دوسری طرف جیسے ہی بندر یابن کی بہن اور سہیلیوں کے ساتھ واپس آئی تو یہ دیکھ کر گنگ رہ گئی کہ نئی سرور نے اس کا ماسک نذر آتش کر دیا تھا۔ وہ سچ ناگاہی ہوں سے نئی سرور کو سیکھنے لگی۔ ”میں نہیں چاہتا کہ اب تم مزید یہ ڈھونگ رچاؤ بس اب سب کھیل ختم۔“ نئی سرور نے معصومیت سے کہا۔

”تم نے کیا کر دیا ہے نئی سرور؟“ بندر یابن انکشت بدنداں ہو کر پوچھا۔

”تم نے بہت جلد بازی کی ہے۔ میں نے کہا بھی تھا جلد بازی نہ کرنا۔ سچ کے سو میٹھل تم نے جلد بازی کر کے آج سب نیچے کھود دیا ہے نئی سرور میں جاری ہوں تم سے دور۔ ہمیشہ کے لیے اب بھی مجھے اذیت دہماری زندگی میں نہیں لوٹوں گی۔“

انتاکہ کہ بندر یابن سیت اس کی بہن اور سہیلیاں بھی یوں غائب ہو گئیں جیسے گدھے کے سر سے بیگ۔ یہ سب دیکھ کر نئی سرور شیشا سا گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ پلک جھپکتے میں اتنا کچھ ہو جائے گا اس نے تو ماسک اس لیے جلایا تھا کہ اب وہ چاہتا تھا کہ وہ خوبصورت و شیرازہ بندر یابن کے روپ میں نہ جائے بلکہ بس ویسی ہی خوبصورت و شیرازہ کے روپ میں رہے۔ لیکن یہاں تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو چکا تھا۔ (جاری ہے)



# جنگل کا خوف

-- تحریر: کنول جی تنہا۔ گلو منڈی۔ پورے والا۔ --

ایک گھنٹہ کے بعد پھوپھا جی نے جب ہمیں پڑھنے کے بعد جب فارغ ہوا تو بتایا کہ اکرام اور ڈرائیور بالکل سہی سلامت ہیں اور یہ سب جنگل میں موجود چڑیلوں نے کام کیا ہے۔ اس وقت وہ بے ہوش ہیں اور ایک کنویں کے پاس پڑے ہوئے ہیں اس اندھے کنویں کے پاس ہی چڑیلوں کی رہائش ہے۔ لیکن وہ کسی عام آدمی کو دکھائی نہیں دیتی ہیں میں نے اور شاہد نے اللہ کا نام لے کر لاکٹ آئے گئے میں ڈالے اور کنویں کی جانب چل پڑے اور میں منٹ کے بعد ہم کنویں کے پاس تھے اور اکرام اور ڈرائیور ابھی بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے میں نے اور شاہد نے جلدی سے انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے جب وہ ہوش میں آئے تو ہم نے انہیں پانی پلایا اور گاڑی کے پاس لے کر آئے جب ڈرائیور نے گاڑی اشارت کی تو گاڑی بالکل ٹھیک ہو گئی تھی اور ہم نے خدا کا شکر ادا کیا گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ہم گھر پہنچے تو رات کے تین بج رہے تھے اور گھر والے سب ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے لیٹ ہونے کی انہوں نے وجہ پوچھی تو ہم نے تمام واقعہ ان کو سنا دیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈرائیوئی کہانی۔

دسمبر کی میں تاریخ کی بت ہے کہ ابھی ہم دسمبر سو کے اٹھے نہیں تھے کہ ابو نے سوبائل کی گھنٹی بجی ابو نے کال پر پک کی تو آگے سے میری پھوپھا بات کر رہی تھیں اس نے کہا۔ ہم اپنی بیٹی حمیرا کی شادی کر رہے ہیں تو سوچا جب سے پہلے آپ لوگوں کو انوائٹ کریں اس لیے ہم نے اپنی صبح سویرا فون کر دیا ہے۔ میری یہ پھوپھا بھکر کے ایک گاؤں میں رہتی تھی ان کا گاؤں بھکر سے بارہ کلومیٹر دور ہے۔ پھوپھا نے ابو کو بتایا کہ شادی تیس تاریخ کو ہے یعنی اتنیس کی رات کو مہندی ہے۔ اور میں کو بارات تھی خیر ابو نے مجھے کہا کہ آپ کی پھوپھا کو بیٹی حمیرا کی شادی ہے کیا تم چلو گے میں نے ابو جی کو کہا جیسے آپ لوگ مناسب سمجھیں۔ کیونکہ میں

اپریل 2016

خونفاک ڈائجسٹ 126

جنگل کا خوف





تھی اس نے کہا بھائی کنول کیا آپ میری شادی برا ہے ہیں میں نے مذاق میں کہہ دیا کہ میں نے نہیں آتا ہے باقی لوگ آئیں گے میری کزن روئے لگی اس وقت مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میرا اور بی ہے وہ تو بعد میں جب اس کا بڑا بھائی علی آیا تو اس نے میرے ساتھ بات کی اور کہا کنول جی حیرا راج میں رو رہی ہے اس وقت مجھے بھی رونا آیا کہ یار کنول تجھے حیرا سے مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا خیر میں نے پھر رات کو حیرا کے ساتھ بات کی تو اسے میں نے کہا۔

آپی جی میں نے تو مذاق سے کہا تھا کہ میں نہیں آؤں گا پر اب میں ہوں صورت میں آؤں گا۔ اور پھر میں نے کال کاٹ دی اور اب رات بہت ہو رہی تھی اور میں سو گیا کیونکہ صبح ہم نے بھکر جانا تھا خیر جی ہوئی تو میں بہت خوش تھا میں جلدی سے اٹھا نماز پڑھی قرآن پاک کی تلاوت کی اور جلدی جلدی گھر آیا تو حوا سا ناشتہ کیا اور نہا دھو کر نیو کپڑے پہنے اور جلدی سے بھکر کے لیے روانہ ہو گئے

قارمین کرام بتاتا چلوں کہ میں بھکر پہلی بار جارہا تھا اور میرے بات یہ تھی کہ میں نے آپی دو کزنوں حیرا اور طاہرہ کو دیکھا نہیں تھا باقی تقریباً سارے کزنوں کو دیکھا ہوا تھا اور میں اپنی کزنوں کو آپی کہہ کر بلاتا تھا۔ جس میری کزن کی شادی بھی یہ طاہرہ سے بڑی تھی خیر مجھے نہیں پتا تھا کہ بھکر کا سفر اتنا ہوگا کہ میں بیمار ہوجاؤں گا ہم گلو میٹھی سے صبح چکے روانہ ہوئے تھے اور بنا سناپ کے بس چلتی رہی اور تقریباً عصر کے وقت تین بجے ہم لوگ بھکر پہنچ گئے بھکر سے آگے بارہ گلو میٹر کا سفر تھا خیر ہم نے ایک گاڑی میں بیٹھے اور ان کے

اڑے پہنچ گئے۔ آگے سے ہمیں پک کرنے کے لیے میری چھو پھوٹ کے خاندانی میرا چھو بھائی آئے ہوئے تھے خیر ہم لوگ رکشہ میں بیٹھے اور انکے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں میرے دل میں بہت سارے خیال آتے رہے کہ میری کزنیں کیسی ہوں گی ان کا کتنا کد ہوگا وغیرہ وغیرہ خیر یہ خیال آتے آتے ان کے گاؤں آ گیا اور اب رکشہ انکے گھر کی جانب چلا جا رہا تھا جب بوائر سکول کے سامنے آکر رکشہ رکا تو مجھے چاچو ممتاز نے بتایا کہ ان کا گھر یہ ہے میں جلدی سے رکشہ سے اترا اور ایک اٹھایا اور ان کی گھر کی جانب چل پڑا سب سے پہلے میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی کپڑے دھو رہی ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس کی شکل شاید سے بہت ملتی ہے۔ قارمین کرام بتاتا چلوں کہ شاید بھی میرا کزن تھا تو میں نے سب سے پہلے اسے سلام کیا۔ اور پھر آگے چلا گیا اب مجھے پتا چل گیا تھا کہ جس سے میں مل چکا ہوں یہ طاہرہ ہے اور اب جس سے ملنے والا ہوں وہ حیرا ہی ہوگی خیر میں سب سے مل کر جیسے ہی بھائی اکرام کے کمرے میں اپنا بیک رکھنے کے لیے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پنگ کپڑوں میں لمبوں ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہے اتنی پیاری لڑکی شاید کے میں نے اپنی پوری اٹھارہ سالہ میں نہیں دیکھی ہوگی۔ خیر میں نے جب اس سے باتھ ملایا تو اسے جلدی سے ہی کہہ دیا کہ آپ ہی آپ میرا ہوا اس نے کہا میں ہی حیرا ہوں اور پھر اس طرح شام ہو گئی اور آہستہ آہستہ رات کا اندھیرا ہونے لگا پھر میری کزن حیرا اور میں نے اکٹھے ایک ساتھ کھانا کھایا اور ساتھ ہی میری چھوٹی کزن طاہرہ بھی آگئی اور پھر

ہم تینوں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور کھانا کھانے کے بعد طاہرہ برتن لے کر چلی گئی اور میں اور حیرا آپلی باتوں میں مصروف ہو گئے تھوڑی دیر ہی گزر گئی کہ حیرا کی کلاس فیلو دوستیں آگئیں انہوں نے کہا حیرا ڈیک آن کرو ہم نے ڈانس کرنا ہے حیرا نے کہا ٹھیک ہے اور پھر ڈیک آن کیا گیا تو انہوں نے خوب ڈانس کیا۔

قارمین کرام بتاتا چلوں کہ جو میری کزن حیرا تھی اس کے چاچا جو تھے ان کے بچے مجھے نظر نہیں آ رہے تھے میں نے حیرا سے کہا مجھے ان سے ٹو لڈا حیرا نے کہا کس سے ملنا ہے میں نے کہا میں تو یہاں پہلی بار آیا ہوں آپ سب کے ساتھ ہی میرا تعارف کرو حیرا نے کہا میں بلاتی ہوں بک کچر آپی حیرا نے سب کو بلوایا اور میرے ساتھ قارمین کرام اور اب سے پہلے حیرا نے بابا کے چاچو کی بیٹی انجی مین نے اسے آپی کہہ کر سلام کیا اور پھر اس کے چھوٹے بھائی عمر سے ہاتھ ملایا ال کے بعد حیرا نے بتایا کہ یہ چاچو دادو کے بچے ہیں سب سے پہلے مجھے ایک مونا تازہ کالے رنگ کا لڑکا حیرا نے بتایا کہ یہ بلال ہے پھر اس کے بعد ایک خوبصورت لڑکی اتنی خوبصورت کی میں کیا

نہاں۔

مجھے دیکھنا تھا تو تیری حسرت نہ تھی مجھے دیکھنا تو میرے طلبہ کار بن گئے۔

حیرا نے کہا یہ مریم ہے دوسریں میں پڑھ رہی ہے پھر اس کے بعد خدیجہ اور حسیب سے ملا باہم اس کے بعد ہم نے خوب ڈانس کیا پھر سارے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے لیکن رات بہت ہو گئی تھی صبح جب اٹھے تو

موسم بہت ہی اچھا بنا ہوا تھا سب نے ناشتہ جلدی جلدی کیا لیکن میں نے اور آپی حیرا نے ابھی ناشتہ نہیں کیا تھا۔ میں نے اپنی چھوٹی کزن طاہرہ کو کہا کہ آئی جی سب کو چھوڑ کر میری پیٹنٹ شرٹ پر لیں کر دو آپلی طاہرہ نے کہا ٹھیک ہے بھائی اور اس نے جلدی سے پیٹنٹ شرٹ استری کر دی اور بیگر میں لگا کر مجھے دے دی میں نے پیٹنٹ شرٹ لی اور جلدی سے نہانے کے لیے واش روم میں چلا گیا اور جلدی سے نہا کر آیا اور پھر میں نے اور آپی حیرا نے ناشتہ کیا اور ناشتہ کرنے کے بعد ہم سب نے فیملہ کیا کہ کیوں نہ نہیں سیر کے لیے جائیں اور پھر ہم سب کزن سیر کے لیے تیار ہو گئے جن میں میں آپی حیرا طاہرہ انجی مریم لال عمر حسیب زینہ و فیضان عنایت اکرام مجاہد اور خدیجہ سب چھوٹے کے لیے کھیتوں میں چلے گئے چلتے چلتے انکے کھیتوں میں چلے۔ قارمین کرام جب کھیتوں میں داخل ہوئے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ انکے کھیت ہیں کیونکہ خوبصورت مالوں سے لدا ہوا باغ ہے یہی پیارا لگ رہا تھا مجھے میری کزن حیرا نے بتایا کہ یہ ہمارا اپنا باغ ہے خیر ہم نے وہاں خوب سیر ہو کر مالے کھائے اور بہت ساری پھل پھل کھائے ہم نے کیونکہ میرے پاس بچ مونا کل تھا اور میرے کزن اکرام کے پاس بھی بچ مونا ہوا تھا خیر ہم وہاں کھیتوں سے تقریباً ایک بجے واپس آگئے جب گھر واپس آئے تو آپی فرزانہ نے اور میری چھو پھوٹے مل کر کھانا تیار کر لیا تھا اور پھر جلدی سے چٹائی بچھائی اور ہم سب نے وہاں اکٹھے ہو کر ایک ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔

آپی فرزانہ میرے کزن اکرام کی بیوی ہے اور ویسے آپی فرزانہ میرے سگے تایا کی بیٹی ہے



دو پہر کا کھانا کھانے کے بعد آبی طاہرہ چائے لے کر آگئی میں نے اور حیرانے چائے پی لی، ابھی ہم چائے پی رہے تھے کہ اوپر سے مریم آگئی اس کے ہاتھ میں بھی چائے تھی وہ چچی ہمارے پاس بیٹھ گئی۔ اور ہم نینوں مل کر چائے پینے لگے اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرنے لگے آپنی میرا نے مجھے کہا بھائی نیکول جب مجھے میرے سسرال والے بناہ کر لے جائیں گے تو کچھ دن ولیم پر آپ نے بھی لازمی آنا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے اؤں گا اور اس طرح وقت گزرتا گیا۔ اور شادی کا دن بھی آگیا صبح صبح ہی میں نے ناشتہ کیا اور ناشتہ کر کے باہر نکل کر آگیا وہاں مریم کا گھر تھا اور وہ باہری کھڑی تھی میں نے پوچھا کہ مریم تم یہاں دروازے پر کیا کر رہی ہو تو اس نے کہا کہ میں صیبا کا وینٹ کر رہی ہوں وہ دکان سے سکٹ لینے گیا ہے۔ میں نے ایک بات نوٹ کی تھی کہ مریم جب بھی مجھے دیکھتی تو پیٹ نہیں مجھے کیا ہو جاتا تھا میں اس کی طرف کھینچتی ہی چلا جاتا تھا۔ خیر میں واپس گھر آگیا۔

انگلے دن بات انی تھی تو سب کمزوروں نے آپنی حیرا کی مہندی تیار کی کیونکہ لڑکی کی شادی پر لڑکیاں ہی مہندی لے کر آتی ہیں۔ یہ رات بھی بیت گئی اور پھر ہم سب سو گئے صبح سویرے ہی طاہرہ مجھے بلانے آگئی کہ بھائی حیرا آپنی آپ کو بلارہی ہیں میں ہاتھ مٹھو کر آپنی حیرا کے کمرے میں گیا ہم نے وہاں ناشتہ کیا اس کے بعد بارات آگئی ہم نے اس کا استقبال کیا اور نکاح کے بعد اس کی رخصتی کا وقت آگیا۔ وہ اپنے سسرال چلی گئیں۔ قارئین کرام میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جس جگہ آپنی کی شادی ہوئی تھی۔ وہ رشتہ دار نہ تھے لیکن

بہت ہی اچھے لوگ تھے۔ ہم ولیم سے واپسی پر آپنی حیرا کو لانا لگے تو مغرب کا وقت ہو گیا تھا ہم نے شارٹ کٹ راستہ چنا تھا اور مجھے یہ راستہ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کیونکہ یہ جنگلات والا راستہ تھا۔ جب ہماری گاڑی نہر کے پل سے گزرنے لگی تو ہماری سب کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ پانی کی گرنے کی آواز سن کر بہت ہی تیز اور دور تک سنا دی دے رہی تھیں خیر بڑی مشکل سے ہم نے نہر کر کے اس کی اور اب آگے جنگل ہی جنگل تھا قارئین آپ خود اندازہ کریں کہ جب ہم جنگل کر اس کر رہے تھے تو اس وقت سب نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس وقت ٹونج رہے تھے اور ہم ابھی تک سفر کر رہے تھے جب گاڑی جنگل کے عین وسط میں پہنچی تو یکدم گاڑی رگ گئی ہم سب بہت ہی پریشان ہو گئے کہ پیٹ میں اب گاڑی کو کیا ہو گیا ہے میں نے اپنے اکرام سے کہا۔ بھائی پلیز کسی اور گاڑی والے کو فون کر دو اور اسے کہو کہ ہمیں گھر پہنچا دیں بھائی اکرام نے فوری موبائل نکالا اور کسی کو کال کرنے لگا لیکن جنگل میں سگنل نہ آنے کی وجہ سے کسی کو کال بھی نہیں ہو رہی تھی۔ بہت ہی افسوس ہو رہا تھا ہمیں کہ اس راستہ پر ہمیں آن نہیں چاہے تھا خیر ایسی باتیں کرتے ہوئے ہمیں وہاں دس بج گئے اور ہم سب گاڑی سے پیچھے اتر آئے ڈرائیور نے ہمیں کہا کہ آپ سب یہی ٹھہرو میں گاڑی میں ڈالنے کے لیے پانی لے کر آتا ہوں ہم نے کہا ٹھیک ہے بھائی۔ اور اس کے ساتھ اکرام بھی پانی لینے کے لیے چلا گیا اور ہم سب وہیں کھڑے رہے لیکن ایک گھنٹہ ہونے کو تھا پر وہ واپس نہیں آئے تھے ہم نے کہا کہ اتنا بڑا جنگل ہے آجائیں گے لیکن وہ نہ آئے تو

میرے چھو پھانے کہا۔۔۔ شاید تم جا کر دیکھو اور جو حیدر کو لانا کو شاید بھی ان کی بات سن کر ان کو تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔ لیکن وہ تو جلد ہی واپس آگیا اور کہا کہ ڈرائیور اور بھائی اکرام نہیں ملے ہیں، ہم بہت ہی پریشان ہوئے کہ پیٹ نہیں وہ کہاں چلے گئے ہیں رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ اور دونوں رہے تھے محنت کے ایک بتانا قبول گیا تھا کہ جو میرا چھو پھانہ وہ جا دو کا تلک جانتا تھا اور کافی دور دور تک سے لوگ اس سے تعویذ دھاگہ کروانے کے لیے آتے تھے ہم نے چھو پھانہ جی سے کہا آپ کچھ ایسا کرو کہ بھائی اکرام لوگ مل جائیں چھو پھانہ جی نے کہا ٹھیک ہے آپ لوگ سائبر ہو جاؤ میں کچھ کرتا ہوں۔ میں خود حیران تھا کہ اب پیٹ نہیں کیا ہونے والا ہے کیونکہ زندگی میں ملی بارہا آپنی آنکھوں سے ایسا سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا خیر میرے چھو پھانہ جی نے ایک جگہ پر بیٹھ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یکدم ہوا تیز چلنے لگی اور اتنی تیز تھی کہ ہر کی شرت کے من خود چوڑھل گئے جیسے سلمان خان کی مودی میں شرت اتر جاتی ہے ویسے ہی برے ساتھ ہوا خیر ایک گھنٹہ ایسے ہی عمل جاری رہا اور ایک گھنٹہ کے بعد چھو پھانہ جی نے جب ہمیں بڑھنے کے بعد جب فارغ ہوا تو کہا اکرام اور ڈرائیور بالکل سہی سلامت ہیں اور یہ سب جنگل میں موجود چیزوں نے کام کیا ہے۔ اس وقت وہ بے ہوش ہیں اور ایک کنویں کے پاس جاے ہوئے ہیں اس اندھے کنویں کے پاس ہی ڈھلوان کی رہائش ہے۔ لیکن وہ کسی عام آدمی کو مل نہیں دیتی ہیں اس لیے اکرام اور ڈرائیور کو اڑے کنویں کے پاس سے واپس لے کر آتا ہے

اور یہ کام دو آدمی کر سکتے ہیں چھو پھانہ جب یہ بات سنی تو میرا وہاں اندھے کنویں کے پاس جانے کو بہت دل چاہنے لگا میں نے کہا میں جاؤں گا۔ اور میرے ساتھ شاید جائے گا چھو پھانہ کہا ٹھیک ہے لیکن باور ہے کہ واپس پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا ہم نے کہا ٹھیک ہے اور پھر میں نے اور شاید نے اللہ کا نام لے کر لاٹ اپنے گلے میں ڈالے اور کنویں کی جانب چل پڑے اور میں منٹ کے بعد ہم کنویں کے پاس تھے اور اکرام اور ڈرائیور ابھی بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اور شاید نے جلدی سے انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے جب وہ ہوش میں آئے تو ہم نے انہیں پانی پلایا اور گاڑی کے پاس لے کر آئے جب ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو گاڑی با لکل ٹھیک ہو گئی تھی اور ہم نے خدا کا شکر ادا کیا گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ہم گھر پہنچے تو رات کے تین بج رہے تھے اور گھر والے سب ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے لیٹ ہونے کی انہوں نے وجہ پوچھی تو ہم نے تمام واقعہ ان کو سنایا۔ جسے کر وہ رونے لگی کیونکہ وہ ایک ماں تھی رات ایسے ہی جنگل کی باتیں کرتے ہوئے بیت گئی صبح ہم نے فریش ہو کر ناشتہ کیا اور پھر واپس آنے کی تیاری کرنے لگے میری کمزور طاہرہ نے مجھے بہت روکا کہ بھائی ایک دن مزید رک جاؤ لیکن میں نہ رکا اور پھر میں آجنا بیگ لیے ان کے گھر سے نکل آیا۔ آج اتنا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی میں یہ واقعہ بھول نہیں پایا۔ ہاں تو قارئین کرام کسی گلی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔



# شیطانی محل

-- تحریر: محمد نادر شاہ۔ حجاج آباد ملتان --

اچانک زور کی بارش شروع ہو گئی۔ اور دوسری ہوا بھی طوفان کا روپ دھار چکی تھی اور سمندر بھی زیادہ نزدیک ہونے لگا۔ بارش اتنی شدید ہوئی کہ چلنا دو بھر ہو گیا ہر طرف بارش کا مانی پھیل گیا۔ درخت ہوا کی وجہ سے جڑ سمیت اکھڑنے لگے سب کے سب اندھا دھند بھاگتے رہے تھے کیا چانک اوپر سے ایک درخت کی موٹی شاخ گری جس سے ماہی کی ٹانگیں اس کے نیچے دب گئیں شاخ بہت موٹی تھی ماہی درد کی شدت سے چلانے لگی اور اس کی آواز سن کر سب نے سب رک گئے اور جلدی ہی ماہی کو نکال لیا ماہی بے ہوش ہو چکی تھی اسے عثمان نے اپنے کاندھے پر ڈال لیا اور تیز تیز بھاگے گاڑ لڑکیاں بچ رہی تھیں ان کی چیخوں سے جنگل لرزنے لگا۔ اچانک اس کے سامنے ایک خوفناک چڑیل آگئی اس کا چہرہ سیاہ تھا اس کے ناخن بہت بڑھے ہوئے تھے اس کے سامنے والے دو دانت بالکل نمایاں تھے اس چڑیل نے ایک ہتھکڑی لگایا اور بولی۔ مصباح شہزادی تمہارا سہاگت ہو۔ آخر ہماری منو کا منا پوری ہوئی اب پھر سے شیطانی دنیا یعنی رات کی دنیا پھر سے جاگے گی اور چلو میرے ساتھ چھوڑ ان سامیوں کو کیونکہ یہ اب سب مرنے والے ہیں۔ اس کی باتیں سن کر سب کے منہ حیرت سے کھلے کھلے رہ گئے کیونکہ وہ اس وقت ایسی دنیا میں آچکے تھے جس کے بارے میں رات کو اسد شہزاد اور شاہان باتیں کر رہے تھے اور اب یہ جان چکے تھے کہ مصباح ہی اس شیطانی راز کو جانے گی مصباح بہت ہی پریشان تھی کہ وہ اب کیا کرے اس چڑیل کی باتوں کو سن کر خالد شاہان بہت غصہ میں آ گئے۔ اور اس پر تھیل کو جلا کر رکھ کر دیا سب نے مصباح کو سلی دی اور اگے بڑھنے لگے۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک خوفناک آواز گونجی۔ مصباح تو نے اچھا نہیں کیا جو ہماری ایک طاقت کو ختم کر دیا۔ ہم نہیں اور تمہارے دوستوں کو ایسی موت ماریں گے کہ تمہاری روئیں بھی کاب اٹھیں گی۔ اس کے ساتھ ہی آواز آنا بند ہوئی۔ اور ہر طرف ایک دھند سی چھانے لگی۔ ایک سستی خیز اور ہمیشہ یاد رہنے والی کہانی۔

مصباح کہاں ہو تم آدھی رات بیت مصباح چکی تھی۔ مصباح ایک نہایت ہی خوفناک جنگل میں کھڑی ہوئی تھی ہر طرف جنگلی جانوروں کی دھماڑیں دل دہلا رہی تھیں۔ مصباح کے چاروں طرف جنگل تھا ہر طرف ویرانی کا راج یہاں کیسے آگئی۔

اپریل 2016

خوفناک ڈائجسٹ 132

شیطانی محل





پھر پراسرار آواز نے مصباح کے رہے ہے  
اوسان بھی خطا کر دیئے۔  
کون ہے۔ کون ہے۔ مجھے کون یہاں لایا

ہے۔ مصباح نے ڈرے لہجے میں کہا۔  
ہر طرف سکوت طاری تھا مصباح ایک بار  
پھر زور سے چلائی لیکن کوئی جواب نہیں ملا مصباح  
حیران و پریشان ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ہر طرف  
اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا اچانک مصباح کے  
پچھلے کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی اور ساتھ ہی روشنی  
نمودار ہونے لگی اور پھر مصباح نے آہستہ آہستہ  
گردن گھمائی تو خوف سے خون جمند ہونے لگا  
کیونکہ پیچھے ایک سنسان محل نما کھنڈر تھا کچھ دیر  
پہلے تو یہاں بے گنہگار تھے۔

اے خدا یہ کیا چکر ہے اور میں اس جنگل میں  
مصباح کا کھلتا ہوا چہرہ اس وقت خوف کی وجہ  
سے زرد ہو چکا تھا اس کے لیے لیے بال جب  
چہرے پر آتے تو وہ بار بار انہیں پیچھے کی جانب  
کرتی۔ وہ ایک نہایت ہی حسین بیل برکشش نو  
جوان لڑکی تھی جتنی حسین ہے اس سے بھی کہیں  
زیادہ نڈر اور بھلہ رہی ہے لیکن اس وقت اس کی  
حالت ایک قیدی کی طرح تھی۔

پرنہہ پنجرے میں پھر پھر اسکتا ہے لیکن  
پنجرے سے باہر نہیں نکل سکتا وہ اس وقت چیخ تو  
سکتی تھی مگر اس بے بسکات جنگل نکل نہیں سکتی تھی۔  
مصباح نے جب فور سے اس محل نما کھنڈر کو دیکھا  
تو حیران رہ گئی کیونکہ اس کی دیواروں پر کچھ  
لکیریں ابھر رہی تھیں اور ان لکیروں میں ایک  
عجیب سی تحریر لکھی جا رہی تھی وہ تحریر ہندی زبان  
میں لکھی ہوئی تھی لیکن مصباح کے لیے ہندی  
زبان پڑھنا ناممکن تھی اور پھر اچانک تحریر بدلنے

لگی اور پھر ان لکیروں میں ایک اور تحریر نمودار ہوئی  
جسے مصباح نے پڑھنا شروع کر دیا۔

شیطانِ محل کا راز۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ شیطانِ محل  
ہے اور برسوں سے ویران ہے اس میں شیطانِ  
طاقتوں کا حکم چلتا ہے اور جو اس محل میں آتا ہے  
موت اس کا پر تپاک استقبال کرتی ہے اس کے  
ساتھ ہی تحریر خود بخود دینی بدلنے لگی اور اب اس تحریر  
کی جگہ جا بجا شیطانِ ڈھانچوں کا گوشت سے  
عاری چہرے ابھر رہے تھے ہر طرف لکیروں  
سے خون رس رہا تھا ان چہروں سے جتنی شیطانیت  
نمایاں ہو رہی تھی کے اچانک اس محل نما کھنڈر کا  
خون آلود دروازہ اندر سے کھلی بجائے لگا۔

مصباح جلدی سے دروازہ کھولا مصباح  
ہمارا دم گھٹ رہا ہے۔ اندر سے ایک درد بھری  
آواز مصباح کی سماعتوں سے نگرانی تو بے اختیار  
اس کے قدم اس طرف بڑھتے چلے گئے اور وہ  
دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

کو۔۔۔ کو۔۔۔ کون ہے۔ مصباح کی آواز  
خوف کی وجہ سے نہیں نکل پاری تھی دروازے  
سے رستا ہوا خون اب مصباح کے پاؤں کے  
قرب آچکا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے دروازہ  
کھولنا چاہا لیکن اس سے پہلے دروازہ کھلتا ایک  
زوردار چیخ ابھری اور دروازے کو چیرتا ہوا ہاتھ  
باہر نکلا اور مصباح کی گردن پکڑ لی بے لے دراتی  
جیسے تو کیلے ناخن اور پورے ہاتھ پر سیاہ بال اور  
ہاتھ خون سے بھرا ہوا تھا لے لے ناخن مصباح کی  
گردن میں پوسٹ ہو تے جا رہے تھے مصباح  
بہت زور سے چیخ اور اپنے آپ کو پھرنے کی  
کوشش کرنے لگی وہ بے بس پرنہہ کی طرح پھڑ  
پھڑا رہی تھی اس کچھ نہیں سوچ رہا تھا اس وہ کسی

نئی طرح اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہی  
تھی لیکن وہ اور زیادہ بے بس ہوتی جا رہی تھی  
اچانک اس کے منہ سے نکلا۔ یا اللہ میری مدد کر  
اور پھر ایک جھٹکے سے اس کی گردن چھوٹ گئی اس  
نے محل نما کھنڈر کو دیکھا تو خوف سے چیخ نکلی گئی  
کیونکہ مصباح جتنی اس محل سے دور جا رہی تھی  
جی اس کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا تھا پھر تو مصباح  
نے اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کو نہیں  
معلوم تھا کہ وہ کس سمت بھاگ رہی ہے تو صرف  
اپنی زندگی بچانے کے لیے وہ تیز تیز بھاگ رہی  
تھی کہ اچانک اس کو ایک زوردار ٹھوکر لگی اور وہ منہ  
کے بل زمین پر جا گری بے اختیار اس کے منہ  
سے سکاری نکل گئی۔

مصباح نے پلٹ کر محل کی طرف دیکھا تو  
بہت سے ہاتھ محل سے باہر دوڑا رہے تھے نکل  
رہے تھے اور اب محل کی دیواروں پر جا بجا شیطانِ  
ڈھانچوں کے چہرے گوشت سے بھرے ابھرنے  
لگے ان پر گوشت آنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے  
ایک اور چہرہ نمودار ہوا جو کہ ایک خوبصورت لڑکے  
کا تھا لیکن اس وقت چہرے پر ہلکی سی شیطانیت  
آئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کا پورا وجود ظاہر ہوا  
اس کا چہرہ مصباح کو دھندلا دھندلا دکھائی دے  
آتا اور پھر وہ محل کی دیوار سے آہستہ آہستہ اس کا  
اندر جھونک کر اس کی طرف بڑھنے لگا مصباح کی  
آنکھیں بندھ گئیں اس کا سانس رکنے لگا  
لیکن انہیں خوف سے ابل کر باہر آ گئیں تھیں وہ  
آہستہ آہستہ چلتا ہوا مصباح کے پاس آیا اور اس  
کے منہ پر سے کو ایک جھٹکے سے جھکا دیا اور اس کو  
جسے بڑا لیا مصباح کی درد کی وجہ سے کسی

اسے لڑکی جا چلی جا یہاں سے۔ اس شیطانی  
محل کے بوسیدہ راز کو راز ہی رہنے دے اگر تو نے  
اس راز کو جانے کی کوشش کی تو ماری جائے گی۔ تو  
تو۔ تو تیرے باپ دادا بھی اس راز کو نہیں جانتے  
پائے یہاں انسانوں کا نہیں شیطانوں کا راج چلتا  
ہے یہ راز ہزاروں سالوں سے پوشیدہ ہے اس راز  
کو راز ہی رہنے دے بہت جلد تو اس راز کو جاننے  
کے لیے آئے گی لیکن تو ماری جائے گی بہت جلد تو  
اپنے دوستوں کو یہاں لائے گی لیکن سب مارے  
جا جائیں گے اب تو زندہ نہیں رہے گی اب تو اس محل  
کی بھٹکی ہوئی آتماؤں میں شامل ہو جائے گی اس  
وقت تیرے ساتھ کی نہیں ہیں۔ ہم تجھے ابھی ختم  
کر دیتے ہیں۔

اس لڑکے کے اندر سے بے شمار آوازیں  
ایک ساتھ نکل رہی تھیں اور پھر مصباح کا گلہ  
دبانے لگا مصباح اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں  
مارنے لگی لیکن کہاں انسان اور کہاں شیطان۔  
مصباح نے ایک زوردار چیخ ماری اور ہڑ ہڑا کر  
اٹھ گئی چیخ اپنی شدید تھی کہ سب فیملی ممبرز جاگ  
گئے مصباح مسلسل چیخ رہی تھی اس نے دونوں  
ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ اور زور زور سے  
چیخ رہی تھی۔

مصباح۔۔۔ مصباح بیٹا کیا ہوا ہے عبدالکریم  
نے مصباح کو دیکھتے ہی کہا۔۔۔ مصباح جی کیا ہوا  
ہے تم کو کتنی کیوں چیخ رہی ہو۔ اس کی ماں نے  
بے تاب سے پوچھا۔

مصباح نے اپنے امی ابو کی آواز سنی تو  
آنکھیں کھول دیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی  
بیٹا آخر ہو کیا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ۔

ابو جی۔۔۔ ابو جی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ مجھے مار ڈالیں



گئے مجھے پلیر ان سے بھالیں پلیز ابو جی۔

ارے ارے بیٹا کون مار ڈالے گا آپ کو یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے دروازہ بھی بند ہے اور کھڑکیاں بھی بند ہیں پھر کون ہے یہاں۔

ابو جی ان کو دروازہ اور کھڑکیاں تو کیا کوئی چیز بھی نہیں روک سکتی۔ مصباح نے ڈرے ہوئے انداز میں کہا۔

کیا مطلب مصباح میں کچھ سمجھ نہیں ہوں اس بار مصباح کے بھائی طالب حسین نے کہا۔ جو کب سے خاموش کھڑا تھا۔

بھائی جان وہ حرارت میرے خواب میں آتے ہیں لیکن میں کسی کو راز نہیں بتاتی پھر بھی وہ مجھے مارنا چاہتے ہیں۔

آج تیسرا دن تھا مصباح کو مسلسل ایک خواب نظر آ رہا تھا مصباح اس کی وجہ سے بہت پریشان تھی مصباح رو رو کر اپنے امی ابو کو سب کچھ بتا رہی تھی۔

نہیں بیٹی روتے نہیں کچھ نہیں ہوگا۔

عبدالکریم۔ مصباح کی ماں بولی۔

جی۔ اس کے ابو نے اس کو دیکھا۔

میں دو تین دن سے نوٹ کر رہی ہوں کہ مصباح بہت پریشان رہتی ہے لیکن مجھے تو آج پتہ چلا ہے کہ مصباح اس خواب کی وجہ سے پریشان ہے۔

ارے بیٹی کچھ نہیں ہوتا ہم صبح اپنی بیٹی کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے یہ خواب اکثر ذہنی ٹینشن کی وجہ سے آتے ہیں بیٹی چٹکی سے کچھ دنوں کے لیے کہیں باہر چلی جاؤ کچھ دنوں کے بعد آپ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔

ان کی باتوں سے مصباح کو حوصلہ ہوا تو وہ

اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرنے لگی اور پھر سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے مصباح اس خواب کے متعلق سوچتی رہی اور پھر نہ جانے کب اس کو نیند آ گئی اور وہ نیند کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔

صبح کا وقت تھا موسم ابر آلود تھا آسمان پر

گہرے بادل چھائے ہوئے تھے بلکی بلکی ایندا باندی جاری تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی نادر صبح اٹھا نماز پڑھنے کے بعد سیر کرنے کے

لئے قریبی باغ میں چلا گیا موسم بہت خوشگوار تھا صبح کا منظر بھی ایسا دلربا ہوتا ہے کہ طبیعت میں فرحت و تازگی کا احساس ہونے لگتا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا انیس چلتی ہیں درختوں کی ٹہنیاں جھوم

رہی ہوئی ہے یوں لگتا ہے جیسے درختوں کے پھول اور پتے زلزلے میں ایسے پرندوں کا بچپھانا اور بھی بھلا لگتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ صبح روح پروردگار عالم پر پرندے بھی حمد شاعر کرتے ہیں نادر

ان پھولوں کے درمیان میں سے بنی ہوئی گینڈ

ی پر چلتا ہوا باغ کے وسط میں آ گیا آم اور جامن

کے قد آور بیڑ بہت خوبصورت لگ رہے تھے نادر

چلتا ہوا بل کھاتی ہوئی آستار کے پاس چا گیا ابھی

سورج نہیں نکلا تھا لیکن پھر بھی چاروں طرف اجالا

پھیل رہا تھا وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک چٹان پر

بیٹھ گیا جہاں جب پانی پتروں پر گرتا تو موسے

مونے قطرے جب چہرے پر گرے تو ایک

عجیب سا سرور محسوس ہوتا وہ اپنی آنکھیں بند کر کے

بیٹھ گیا۔

نادر ایک عام سالز کا تھا اس نے پانچ سال

کی عمر میں گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ لیا وہ اپنی

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پناذ کچھ رہا ہو۔

پہلو نادر گد مارتنگ۔

ج۔ ج۔ ج۔ جی گد مارتنگ سم لویو۔

آپ اس وقت یہاں۔

جی ہاں میں یہاں ہی ہوں آپ کے سامنے

ہاں جناب میں کل رات گئے آئی تھی اس

وقت آپ کو تھا وہ پور میں تھی نا۔

نہ آپ اپنے کمرے میں سو گئے تھے تو میں آپ

کو براؤ دینے چلی آئی۔ کیوں اگر آپ کو میرا

آنا چاہیے گا تو میں چلی جاؤں گی۔

کی۔ نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا۔

اچانکی وہ مسکرائی۔

اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتے

اور پھر جب صبح کے ساتھ بچے تو دونوں

شام لگے جب وہ دونوں لان سے گزرے

تو دیکھا اس کی کزن نشاء جو کہ منہ پھیلائے

تھا ناں نے جیسے ہی نشاء کو دیکھا تو ہلکی سی

کھانسی دیک گئی۔

نشاء نے چیل بھی آ گئی وہ مسکراتا ہوا اپنے

سامنے چلا گیا جبکہ صائمہ اپنی بہن کے ساتھ

بہن چلی گئی نادر کمرے میں چلا آیا کالج

میں تیار کرنے لگا۔ نشاء آتا تھا میں چائے

پیارے

کلاس میں ہر سال اول پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ

بچپن سے ایک صاحب نامی لڑکی سے پیار کرتا ہے

صائمہ اس کی کزن تھی اس وقت بھی وہ اس کی یاد

کر رہا ہے کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ہانکوں

کے بجنے کی آواز نکلائی تو اس نے اپنی آنکھیں

کھول دیں اس کے سامنے حسین پیکر تمام تر حشر

مانڈن کے ساتھ موجود تھی ایک لمحے کے لیے تو

ایک دل دھڑکنا بھول گیا اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی

سین پ



چلی جاؤ میرا داغ خراب نہ کرو۔

نادر۔۔۔ پیلز آپ ایک بار کہہ دو کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتے ہو۔ اس مرتبہ نشاء کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

نشاء پیلز اپنے آپ کو سنہلوا جہاں ای ابوی خوشی ہے وہی میں خوش ہوں میں تو آپ کو صرف دوست سمجھتا ہوں لیکن تم نے مجھے کیا سمجھا ہے یہ میں نہیں جانتا۔

نادر میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتی ہوں دل کا لہرا اپنا خوب۔

پیلز پیلز خدا کے لیے نشاء چپ ہو جاؤ یہ رونا بند کرو کہ کہیں کوئی نہ دیکھ نہ لے نادر نے نشاء کو شانوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

پیارا کرنے والے کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور دل محبت کرنے سے پہلے کسی کی اجازت نہیں لیتا جس سے پیار ہوتا ہے ہو جاتا ہے۔ نشاء نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

نشاء میری بات سنو نادر نے بے تابی سے کہا اس سے پہلے وہ کچھ کہتا نشاء نے اپنے آپ کو اس طرح کنٹرول کیا کہ وہ بالکل نہیں سمجھ پائی اور آنسو صاف کرتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی وہ بس نشاء کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ نشاء کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں نشاء جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی سامنے سے اچانک صائمہ آگئی اور دونوں کی ٹکڑ ہو گئی۔

کیا ہوا نشاء تم کچھ پریشان ہی لگ رہی ہو۔ صائمہ نے پریشان ہو کر کہا۔ لیکن نشاء نے کوئی جواب نہیں دیا اور چلتی ہی۔ کچھ ہی دیر کے بعد صائمہ نے نادر سے کہا ناشتہ تیار ہے۔ تم ناشتہ کے لیے جلدی سے آ جاؤ۔

ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں اسکے بعد نادر نے ناشتہ کیا اور کالج جانے لگا تو اچانک اس نے اپنا موبائل دیکھا جو اس کے پاس موجود نہیں تھا وہ جلدی واپس آیا اور موبائل اٹھا کر جلدی سے کالج کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کا ذہن مسلسل سوچوں کے گہرے سمھور میں اترتا جا رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے ایک طرف صائمہ بھی تو دوسری طرف نشاء۔

مصابیح بیٹی جلدی سے باہر آ جاؤ ندیم آچکا ہے باہر ندیم عباس آچکا ہے آپ کو لینے کے لیے مصباح کی امی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جی ماما۔ بس دو منٹ ویٹ۔

ندیم عباس مصباح کا کزن ہے مصباح اور ندیم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں اور ایک ساتھ پڑھتے ہیں مصباح اچھی تیار ہو رہی تھی جبکہ ندیم آچکا تھا مصباح کی امی نے ندیم سے کہا بیٹا آپ کے پیپر کب ختم ہو گئے۔۔۔

بس چچی جان دو مین دن لگ جائیں گے گھڑی پر نظر ثانی کرتے ہوئے جواب دیا۔ بیٹا ندیم مصباح کو مسلسل ایک ہی خواب نظر آ رہا ہے جس کی وجہ سے مصباح بہت پریشان ہے بیٹا مصباح بہت ڈر جاتی ہے۔ اف چچی جان بس ایک ہی خواب کی وجہ سے چچی جان مصباح ایک نڈر اور بہادر لڑکی ہے اس سے تو حوصلہ کم ہو گا اس کا آپ تو اسے دلا سہ دیا کریں تاکہ ٹھیک رہے اتنے میں مصباح آگئی اور کہنے لگی۔

چلو ندیم میں ریڈی ہوں۔ اچھا چچی جان ہم چلتے ہیں۔ ندیم نے اٹھتے

ہوے ہوا۔

خوش رہو۔ آپ دونوں مصباح کی امی نے جواب دیا اس کے بعد ندیم اور مصباح کالج پہنچ گئے وہاں پر مسکان ایوب مانی راجپوت ایمان۔ راجہ۔ فراء۔ راشدہ۔ ماہ نور۔ آمنہ۔ انعم شہزادی۔ سلمیٰ۔ کاشم۔ فرخندہ جہیں موجود تھیں مصباح کی دوست ہیں وہ سب بی ایس سی کی سٹوڈنٹس ہیں جبکہ ندیم عباس نادر شاہ۔ طاہر عباس۔ نظف۔ عثمان۔ اور قاسم حسن ایک ساتھ پڑھتے ہیں آج ان کے دوست بھائی خالد شاہان اور اسد شہزاد انہیں ملنے کے لیے چوکے سے آ رہے تھے تمام گزرو اور بوائے بے چینی سے ان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے وہ سب اس وقت ایک ہوٹل میں تھے کیونکہ چھٹی کے بعد سب یہاں آ گئے تھے کچھ دیر بعد ایک گاڑی ہوٹل کے سامنے آ کر رکی تو مصباح خوشی سے شرمار ہو گئی۔

لو آگئے۔ پھر تو سب کے سب ان سے ملے۔ سب بہت خوش تھے کیونکہ اسد شہزاد اور نادر شاہ کا بہت پیارا دوست ہے یہ سب شاہین گروپ کے ممبر تھے یہ سب ایک رسالے کی وجہ سے ملے تھے یہ سب رائٹر ہیں اور ایک دوسرے سے بے پناہ پلایکرتے ہیں اور اسد شہزاد امنی بھالہ والدین سے ہے خالد شاہان صادق آباد سے ہے اور قاسم زمان ہری پور سے ہے اور باقی سب چوکے کے ہیں اس وقت سب کھانا وغیرہ کھا چکی تھیں سب کے سب کے ہاتھ میں گلاس کے ساتھ ندیم کے گھر آ گئے یہاں اپنے اپنے گھر چلی گئیں اور باقی سب ندیم کے پاس آ گئے۔

رات گئے تک سب جاگتے رہے۔ یار اسد کہیں گھومنے چلتے ہیں صبح نادر نے کہا ارے ہاں

یار میں ہونا جانا ہے امی ندیم نے جھپٹ کر لگایا۔ کہ جہاں صرف جنگل ہی جنگل ہو ہر طرف ویرانی ہو طاہر نے کہا۔

ارے ارے اور جنگلی درندے تو تجھے بھیے دیگے تو دیکھ گانا۔

نادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اچھا یار سب باتوں کو چھوڑ دو میں ایک ایسی جگہ کا نام سنا ہے جہاں رات کی دنیا آباد ہے دن کو یہ جگہ سنسان ویران ہو جاتی ہے اور رات کو وہاں پر زندہ آتما میں پھرتی ہیں جو لوگوں کا خون پیتی ہیں جس کا وہ آتما خون بی میں اس کی آتما بھی ان خون آشام آتماؤں کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں اس طرح ان آتماؤں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ آتماں کون ہیں کہ ان میں کیسے وجود میں آتی ہیں۔ یہ ایک صدیوں پرانا راز ہے جسے جاننے کے لیے کسی لوگ آئے مگر ان میں سے کوئی واپس نہیں پلٹا جو بتاتا کہاں جاتا ہے یہ آتماں بہت طاقتور ہیں یہ سب ہی شیطانی مخلوقات تھیں ان سے مقابلہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے کمرے میں مکمل خاموشی طاری تھی صرف اسد شہزاد کی بازگشت گونج رہی تھی سب کے سب اس کی باتوں کو ایسے سن رہے تھے جیسے نیچر کی باتوں کو سٹوڈنٹس سنتے ہیں اس خاموشی کی دیوار کو نادر تو راز پر پھانسی بیڑنا ہے کہاں۔ کس جگہ واقع ہے۔

ہم کیسے پتہ نہیں لگائے ان آتماؤں کی دنیا میں۔ یہ دنیا بہت بھیاک ہے لوگ اس کے نام سے ہی کانپتے ہیں وہاں نہ جانے کتنی ان گنت لائیں ہیں ہر طرف خون کی ندیاں بہتی ہیں وہاں قدم قدم پر موت ناچتی ہے۔ اسد نے کہا۔

نہانی نکل



یار پھر تو اس دنیا کو دیکھنا چاہئے ندیم نے کہا  
ہاں پر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم وہاں جا پائیں گے یا  
نہیں۔ یار بھائی خالد شاہان ہے نہ یہ سب کچھ  
ہے بتائے گا کیوں نہیں ضرور بتاؤں گا۔

یہ دنیا یعنی موت کی دنیا اس کا راز صرف  
ایک لڑکی بتا سکتی ہے وہ ایسی لڑکی جو پورن ماشی کی  
رات کو پیدا ہوئی ہوگی۔ اور اپنے ماں باپ کی  
اکوٹی لڑکی ہوگی اس کی کوئی اور بہن نہیں ہوگی  
اس کے پاس بے پناہ نورانی طاقتیں ہوں گی جب  
وہ اٹھارہ سال سے اور ہوگی تو وہ اس شیطانی دنیا  
کو دیکھنا شروع کر دے گی وہ ہر رات خواب میں  
اس دنیا کو دیکھے گی کیونکہ وہ اس شیطانی دنیا کے  
راز جاننے والی پہلی لڑکی ہوگی۔ آہستہ آہستہ وہ  
سب کچھ جان لے گی اور جب وہ مکمل راز کا جان  
لے گی تو وہ شیطانی دنیا کی بھوکی مدر جس اس لڑکی  
کو اپنے ساتھ لے جائیں گی کیونکہ اس لڑکی کا  
تعلق اس راز سے منسلک ہے بس میری معلومات  
یہی تک محدود ہے آگے میں نہیں جانتا۔

اچھا ہاں میں ایک عظیم ہستی نوانی بزرگ کو  
جانتا ہوں جو مکمل ہماری مدد کرے گا۔  
ناشر نے کہا چلو بارھیک ہے اب سو جاتے  
ہیں ورنہ رات کو ہی شیطانی دنیا کی آتما میں نظر  
آئیں گی اس کے بعد سب سو گئے صرف ناداور  
اسد رات گئے تک جاگتے رہے اور پھر ایک وقت  
آیا کہ وہ دونوں بھی نیند کی گہرائی میں اترتے چلے  
گئے۔

مصباح اٹھ جا رہا تھا ہمیں لینے آئے ہیں  
ایک خوفناک آواز مصباح کی ساتھیوں سے مگرانی  
مصباح نے اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو کاپ کر

رہ گئی کیونکہ وہ شیطانی محل کے سامنے کھڑی تھی  
کون ہو تم۔ آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو تم لوگ۔  
مصباح۔۔۔ مصباح۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہہ  
سکتے کیونکہ ابھی وہ وقت نہیں آیا جب وہ وقت  
آئے گا تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا بہت جلد تم  
ہماری اس شیطانی دنیا کی رانی بن جاؤ گی۔ آہ کہ  
وقت جلدی آ جائے جب تم اپنے دوستوں کے  
ساتھ یہاں آؤ گی اس کے بعد وہ محل اچانک ایک  
کھنڈر میں تبدیل ہو گیا۔ اور دھیرے دھیرے محل  
زمین بوس ہونے لگا تو اچانک ایک لڑکی مصباح  
کے سامنے آئی اور مصباح کے ہاتھ میں عجیب طرز  
کا کنگن دیا اور کہنے لگی۔

اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا ورنہ۔۔۔  
ورنہ کیا مصباح نے کہا۔

وہ لڑکی غصے سے لال ہو گئی اور مصباح کے  
گال پر ایک زور دار تھپڑ رسید کیا اس کے بعد  
مصباح کی چیخ پورے جنگل میں گونجنے لگی اس  
لڑکی نے مصباح کی گردن ایک سے پکڑ لی اور  
اس لڑکے کے ناخن لیے مصباح کی گردن میں  
پیوست ہونے لگی مصباح کو ایسا محسوس ہونے لگا  
تھا جیسے کوئی دھتی ہوئی سلاخیں اس کی گردن میں  
گھسن رہی ہوں تکلیف کے باعث مصباح کی  
سانسیں رکنے لگی اسے چاند ستاروں کی طرح گر  
ہن لگنے لگا پھر ایک جھٹکے سے اس لڑکی نے  
مصباح کی گردن چھوڑ دی اور کہنے لگی۔

اے آدم زاد میں تجھے ابھی نہیں مار سکتی کیو  
نکہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں ہے جب ہماری  
دنیا پھر سے اس انسانی دنیا تباہی چھائے گی ہر  
طرف خون کی ہولی پھیلی جائے گی۔ بابا بابا۔۔۔  
مصباح بہت خوفزدہ تھی۔۔۔ یہ۔ یہ۔ کوکو۔ کوں

کیونکہ مصباح نے ڈرتے ڈرتے پوچھا  
یہ کچھ مرگٹ ہے انسانوں کا۔ بابا بابا۔ اور  
بلدی تم یہاں آؤ گی۔  
لیکن آخر میرا کیا تصور ہے جو تم لوگ مجھے  
ان لذت ازیت دے کر ترپاتے ہو اس مرتبہ مصباح  
نے پختہ لہجے میں کہا۔

فصور۔ بابا بابا۔ تیرا تصور یہ ہے کہ تو اس دنیا  
میں پہلی آئی اب تو ہماری دنیا میں آؤ گی جہاں ہر  
طرف شیطانت و بربریت کا راج ہے ہر طرف  
موت ہی موت ہے ہر طرف شیطانی آتما میں  
جہاں بوسوں سے بے قرار ہیں۔

ان خدا یا یہ کیسی عجیب سی دنیا ہے۔  
مصباح تم جانتی ہو کہ یہ محل کیوں شیطانی  
ہے اس لڑکی نے تنبیہ کی سے پوچھا۔  
نہیں جانتی سب۔ وہ بولی۔

بہت جلدی جانوں گی۔  
ہاں۔ ہاں تم جیسی وحشی لڑکی جو اس محل کی  
ہاں ہے اس لیے تو یہ شیطانی ہے مصباح کی بات  
میں آگے بہت غصہ آیا اور اپنے نوکیلے ناخنوں  
سے مصباح کا چہرہ نوچ لیا۔ مصباح نے ایک زور  
دار چیخ ماری اور اٹھ کر گئی۔ یہ چیخ بہت بلند تھی چنانچہ  
ان کے تمام گھر والے جاگ گئے اور مصباح کا  
دواڑہ بجانے لگے۔

مصباح۔۔۔ مصباح دروازہ کھولو پلیز بیٹی  
بہن کو ابو عبدالکریم نے دروازہ زور سے کھٹکھٹایا  
میں نے جلدی سے ڈرتے ہوئے لائٹ آن  
کی اور دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی سب مصباح  
کے کمرے میں پہنچے تو مصباح نے اپنے چہرے کو  
خون میں چھپا لیا اس کے چہرے پر اس شدید  
کون کا احساس ہو رہا تھا۔

نیل نعل

بیٹی۔ بیٹی کیا آج پھر وہ بھیا نک خواب آیا  
تھا۔ اس کی امی نے جلدی سے پوچھا۔ اور مصباح  
کا چہرہ دیکھنے لگی۔

انف خدا! آپ کے چہرے پر یہ خراشیں  
کیسے آئیں۔ اور یہ تھپڑ کا نشان۔

ماما۔۔۔ ماما۔ جو میرے خوابوں میں آتے ہیں  
انہوں نے ہی یہ سب کیا ہے۔ مصباح نے روتے  
ہوئے جواب دیا سب کے سب خاموشی سے  
مصباح کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک طالب حسین  
کی نظر مصباح کے بازو پر پڑی تو اسے کچھ عجیب  
ساکنسن دکھائی دیا مصباح یہ کیا ہے طالب حسین  
نے پوچھا۔

بھیا۔ بھیا یہ کنگن بھی انہوں نے ہی دیا ہے  
طالب حسین نے جلدی سے کنگن اتارا اور اسے  
غور سے دیکھنے لگا عجیب سے نقوش تراش تھے اس  
پر اس نے جلدی نیبل پر رکھا اور مصباح کو سمجھانے  
لگا۔ مصباح۔ اس وقت خاموشی تھی اسے بہت ڈر  
لگ رہا تھا لیکن ان سب نے مصباح کا خوف  
اب کسی قدر کم ہو چکا تھا اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا  
کہ وہ اس راز کو جانے کی اور اپنے چہرے کو صاف  
کیا اور پھر اپنی امی کے ساتھ لیٹ کر مصباح کی  
امی مصباح کے سر میں انگلیاں پھیرنے لگی  
مصباح نے اس وقت اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور  
پھر دھیرے دھیرے آنکھیں موندھ لیں۔

اسلام علیکم۔ نادر۔  
وا علیکم والسلام۔ کیسی ہو صائمہ۔  
اللہ پاک کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں آپ سنا  
و سب کیسے ہیں وہاں۔  
جی بالکل ٹھیک ہیں سب۔

اپریل 2016

خوفناک ڈائجسٹ 141

اپریل 2016

خوفناک ڈائجسٹ 140

شیطانی محل



میں ٹھیک نہیں ہوں نادر نے شرارتی انداز میں کہا۔  
کیوں کیا ہوا ہے آپ کوکل تو اچھے بھلے گئے تھے۔  
پھر کیا ہو گیا ہے میری جان کو۔  
جی آپ کی جان کو پیار ہو گیا ہے کسی سے کیا کیا۔ کیا کیا۔ آپ نے صائمہ نے غصے سے کہا۔

او میری جان مجھے تمہارے علاوہ کسی سے کیسے ہو سکتا ہے سوائے اپنے گروپ کے اور جناب میں بھی تو اسی گروپ کی ممبر ہوں نا۔  
ہا ہا ہا۔ جناب یہ ہے اچھا آپ کو ایک بات بتاؤں۔ نادر نے خنجیدگی سے کہا۔  
ہاں جی کہو جی جناب اگر چلنا ہو تو تیار ہو جاؤ ہم سب سیر کر کے لیے جا رہے۔  
ارے واہ جی واہ پر جانا کہاں ہے صائمہ نے خوش ہوتے جواب دیا۔

جناب آج کانچ بھی چھٹی ہے اور ہم سب تیار ہیں۔ جی میں بھی تیار ہوں۔ بس آپ جلدی سے آ جائیں۔

اوکے جی ٹھیک ہے۔ اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا صائمہ نے جاگرا پیڑی آئی ہے کہا کہ میں اور نادر اپنے گروپ والوں کے ساتھ گھومنے جا رہے ہیں اور انجی تو وہ بھائی ندیم عباس کے گھر ہیں بس جلدی سے آ جائے گا۔

اچھا ٹھیک ہے جلدی تیاری کرو اور ہاں جلدی آنے کی کوشش کرنا۔

جی آپ جی۔ صائمہ نے جلدی دو پیڑ درست کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلی صائمہ کی جو بڑی بہن ہے وہ نادر کی بڑی بھائی ہے صائمہ جلدی سے کمرے میں گئی اور جلدی جلدی تیاری

کرنے لگی اتنے میں نشاء پٹلی۔

واہ جی واہ۔ کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے اس نے صائمہ کا جبوری سیٹ دیکھتے ہوئے پوچھا وہ آج شاپن گروپ والے گھومنے جا رہے ہیں اس لیے میں بھی جا رہی ہوں۔

رہی۔ ہاں جی۔

پھر تو میں بھی چلوں گی۔ اس نے صائمہ کو دیکھتے ہوئے کہا صائمہ جو کہ کمرے لپٹی ڈور کو باندھ رہی تھی پلٹ کر نشاء کی طرف دیکھا اور مسکراتے لگی اور کہا تو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔

ٹھیک ہے میں یوں گئی اور یوں آئی۔ نشاء نے چنگی بجاتے ہوئے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر آگئی صائمہ نے جلدی جلدی تیاری مکمل کی اور لان میں آگئی اس کے ساتھ ہی نشاء بھی کمرے سے باہر آگئی اس وقت صائمہ نے گلابی فراک پہن رکھا تھا جبکہ نشاء نے

بلیک۔ اس لباس میں دونوں ایسی لگ رہی تھیں جیسے کوئی آسمان سے اترتی ہوئی سندری پر یاں ہوں صائمہ کے کھلے بار پشت پر ناگن کی طرح بل کھارے تھے سرخ سفید رنگت اور چہرہ ایسا جیسے کھلتا ہوا گلاب اور کوئلڈن رنگ کا جبوری سیٹ

اس کے سن کو مزید چار چاند لگا رہا تھا اور عجیبی ہیل والی سینڈل اور بیروں میں چاندی کی پائل بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس نے پنڈ بیگ اٹھا رکھا تھا اور اس کے برعکس نشاء نے بلیک فراک پہن رکھی تھی ہاف آستین ہاتھوں میں بلیک رنگ کی چوڑیاں

ن بلیک سینڈل اور بلیک ہی ٹولڈر بیگ لٹکایا ہوا تھا دونوں نے ایک دوسری کی تعریف کی اور زمین پر بیٹھ گئی اور نادر کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

-----

ہاں تو جناب آج کہاں گھومنے کا ارادہ ہے تاسم نے ندیم سے پوچھا۔

یار یہاں سے تقریباً دس کلومیٹر دور ایک خوبصورت جنگل ہے وہاں چلتے ہیں اور ہاں راہ میں احساس سحر کو کبھی ساتھ لے کر چلنا ہے وہ بھی کراچی سے واپس آ گیا ہے اور اس کا کیا بنا جو رات والی دنیا تھی۔

ارے یار چھوڑو اور مصباح کو جلدی سے بالوارے یا راہ پی کزن صائمہ کو لے کر آتا ہوں جب تک آپ مصباح کو بلا لیں نادر نے ندیم سے کہا اور صائمہ بہاؤ پور سے آئی ہوئی ہے۔

ہاں جناب وہ آگئی ہے۔

اچھا میں بس جلدی آؤں گا کیونکہ صائمہ پہلے ہی تیار ہو چکی ہے چلو اب جلدی سے جاؤ جی ٹھیک ہے۔

نادر نے جلدی بائیک نکالی اور اپنے گھر ہانے لگا اور ادھر رابعہ۔ فرخندہ۔ مامی۔ انعم ماہ نور۔ مسکان۔ ایمان۔ آمنہ۔ قراء۔ راشدہ بلکوم۔ سب مصباح کے گھر موجود تھیں اور یہاں سے ان خراشوں کے بارے میں پوچھ ڈانٹیں جو اس کے چہرے پر تھیں۔

ارے یار رات کو خرگوش کے بچوں سے لکڑی لگی بس انہوں نے مارے ہیں مصباح نے اہمات کو چھپاتے ہوئے کہا۔

اچھا مصباح آج تو بہت پیاری لگ رہی ہو مانے مسکراتے ہوئے کہا۔

ارے نظر نہ لگے ہماری پری کو مامی نے ہنستے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے مصباح نے مسکرا کر جواب دیا بس لکڑی لگی اب ندیم کا پانچ بار فون آچکا ہے

-----

مصباح نے ٹولڈر بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔  
جلد سے گھر سے نکل پڑیں ادھر نادر جیسے یہ لباس میں بیٹھی انتظار کر رہی تھیں نشاء تم کہاں جا رہی ہو کل تو تم آئی تھی اور آج جا بھی رہی ہو نادر نے حیرت سے کہا۔

جناب میں جا ضرور رہی ہوں پر اکیلی نہیں تمہارے ساتھ۔ نشاء نے کہا۔  
اچھا جناب تو پھر چلیں۔ ہاں جی امی ابو کو بھائی کو بتا دیں گے نادر نے بائیک اسٹارٹ کی اور دونوں کے کر روانہ ہو گیا۔

-----

موسم ابر آلود تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے شاپن گروپ کے تمام ممبرز اپنی منزل کی طرح دواں دواں تھے اس وقت وہ سب ایک ہرے بھرے دیہات سے گزر رہے تھے ندیم نے بتایا کہ وہ جنگل بہت خوبصورت ہے اس جنگل میں پہاڑ ہیں یعنی کہ وہ جنگل پہاڑوں پر آباد ہے سب کے سب اس جنگل کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے اس وقت نادر صائمہ اور نشاء بہت خوش تھے کیونکہ انہیں دیہات بہت پسند ہے ہر طرف لہلہاتے کھیت تھے ان میں کئی باجرے اور گنے کی فصل لہلہا رہی تھی نادر کتنا پیارا سفر جاری ہے نہ ہمارا نشاء نے بیک مرر سے دیکھتے ہوئے کہا ہاں جناب بہت خوبصورت ہے ہمارا سفر۔

نادر۔ نادر ایک منٹ گاڑی روکو۔ صائمہ کھڑی ہے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ نادر نے گاڑی کو بریک لگائی نادر کو رکنا دیکھ کر سب کے سب رک گئے۔



کیا ہوا۔ نادر گاڑی کیوں روک دی آپ نے مصباح نے گاڑی سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

بس آپ کی جی کچھ نہیں صائمہ نے رکوائی ہے اور پھر سب کے سب اتر گئے پاس ایک کنواں تھا کنویں کو دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے کیونکہ اس جدید دور میں پرانے زمانے کے کنویں کو دیکھا تو سب نے اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا یہاں پر دیہاتی عورتیں اپنے کاموں میں مصروف تھیں کوئی گھاس کاٹ رہی تھی تو کوئی کنویں سے پانی نکال رہی تھی۔ تمام لڑکیاں ان عورتوں سے مل کر بہت خوش ہوئیں ان عورتوں ان سب کو گنے کارس پلاوا اور گرم کریم کڑمڑ دیا سب نے بہت خوش ہو کر ان دیہاتی عورتوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنی منزل کی جانب چل پڑے سب کے سب ایک دوسرے سے گپ شپ کرنے میں مصروف تھے کہ اچانک مصباح کو ایک آواز سنائی دی۔

مصباح آخر تو آگئی تھی ہے۔ اسنے دوستوں کے ساتھ اس غائبی آواز نے مصباح کے رونگٹے کھڑے کر دیئے بے اختیار مصباح نے گاڑی کو بریک لگا دی۔

کیا ہوا۔ مصباح گاڑی کیوں روک دی ندیم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

تم نے کسی پر اسرار آواز کو سنا ہے ابھی نہیں جناب نہیں لگتا ہے تمہارے کان بج رہے ہیں۔ ندیم نے جواب دیا۔

ارے وال جی وال وہ دھکھوسا ہے جنگل کی شروعات ہو رہی ہے۔ مصباح نے دیکھا واقع جنگل کی شروعات ہو رہی تھی مصباح نے گاڑی آگے بڑھا دی اور چند منٹ کے بعد وہ سب کے

سے باہر آ رہی تھی اتنے خوفناک پرندے کو دیکھ کر سب کی چیخ نکلی تھی نادر مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے نشاء نے نادر کا بازو پکڑتے ہوئے کہا جبکہ صائمہ نے پہلے ہی نادر کا بازو پکڑ رکھا تھا اور ندیم کی جانب انعم اور مصباح بھی انہوں نے ندیم کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے اور باقی بھی خوفزدہ تھے۔ کان اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے چپٹ گئی جبکہ رابعہ اسد کے سینے سے جا لگی کچھ دیر سب ہی ایک جگہ رکے رہے اور پھر آگے بڑھنے لگے ندیم مجھے یہ جنگل تو اتنی ہی لگتا ہے انعم نے ایک چٹان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں جی لگتا تو مجھے بھی ہے اچھا تو بتاؤ ہم جا کہاں رہے ہیں کلثوم نے طاہرے پوچھا تو ہم آپ کے مینک آپ کو لے کر جارہے ہیں طاہر کی بات سن کر سب کی ہنسی لگی

میرے مٹی پاپا تو ادھر آنے سے رہے پر تمہارے نانائیاں ضرور ہوں گے یہاں۔ وہ کہیں۔ طاہر نے حیرت سے پوچھا اس لیے کہ ان کا نواسہ سیر کرنے کے لیے جو آیا ہے وہ تو ہم سب مل کر نہیں آیا مگر ہاں جی ہم مل لیں گے بابا۔

اف اللہ بڑے شرارتی ہیں انعم نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ انہیں خوش گویوں میں مصروف تھے کہ اچانک موسم نے کڑوٹ لی اور ہر طرف سے سیاہ بادل اٹھنے لگے اور ہوا بھی چلنا شروع ہو گئی اور پھر سیاہ بادلوں سے آسمان ڈھک گیا دن کے وقت اندھیرا چھا گیا سب کے سب بہت پریشان ہو گئے نادر جلدی سے واپس چلتے ہیں نشاء نے بے تابی سے کہا۔

ہاں تم ٹھیک رہتی ہو۔ ندیم۔ ندیم۔ کو صائمہ

نے ندیم سے کہا۔

ہاں جی بلو۔

بھائی واپس چلتے ہیں ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے صائمہ نے ہاتھ ملاتے ہوئے جواب دیا۔

جی چلیں آپ کی مرضی سب جسے ہی واپس مڑنے لگے تو لڑکیوں کی خوف سے چیخیں نکلی گئیں کیونکہ منظر ہی کچھ ایسا تھا ان کے آگے جنگل اور پیچھے تاحدنگاہ سمندر ہی سمندر تھا اوماٹی گاڑیہ سب کیا بے پیمانہ بلوچ نے حیرت سے پیچھے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

نادر نادر اب ہم کیسے گھر جائیں گے پیچھے تو سارا سمندر ہے صائمہ نے تقریبا روتے ہوئے کہا اور پھر تودہ ہوا جس کا انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اچانک زور کی بارش شروع ہوئی۔ اور دوسری ہوا بھی طوفان کا روپ دھار چلی تھی اور سمندر بھی زیادہ نزدیک ہونے لگا۔ بارش اتنی شدید ہوئی کہ چلنا دوہر ہو گیا ہر طرف بارش کا پانی جھیل گیا۔ درخت ہوا کی وجہ سے جز سمیت اکھڑنے لگے سب کے سب اندھا دھند بھاگتے رہے تھے کہا جا کہ اوپر سے ایک درخت کی موٹی شاخ گر گئی جس سے ماہی کی ٹائیں اس کے پیچھے دب گئیں شاخ بہت موٹی تھی ماہی دردی شدت سے چلانے لگی اور اس کی آوازیں کر سب کے سب رک گئے اور جلدی ہی ماہی کو نکال لیا ماہی بے ہوش ہو چکی تھی اسے عثمان نے اپنے کانندے پر ڈال لیا اور تیز تیز بھاگنے لگا لڑکیاں بھی رہی تھیں ان کی چیخوں سے جنگل لرزے لگا اچانک اس کے سامنے ایک خوفناک چیز مل آئی اس کا چہرہ سیاہ تھا اس کے ناخن بہت بڑے ہوئے تھے اس کے سامنے والے دو دانت بالکل نمایاں تھے اس

سائنے والے دو دانت بالکل نمایاں تھے اس



باقی آئندہ ماہ آخر کیا راز تھا جسے صرف

مصابیح ہی جان پانی بھی کیا مصباح اس راز کو  
جان پائے گی۔ کیا سیطانیت وجود میں آجائے گی  
کیا مصباح اپنے دوستوں کو مرنے دے گی یہ  
ابھرنے والی چٹخمس کی تھی اور نادر کس کو چنے گا نشا  
کو یا صائیکہ کو سب جانے کے لیے اگلا حصہ ضرور  
پڑھے گا۔

-----

..... غلام کی لوری، لہجہ دیاں حاس  
آؤ اک جہدہ کریں عالم مدہوش میں  
لوگ کہتے ہیں کہ سامع کو خدا یاد نہیں  
..... عامر اتیانازی سموت  
دل گمراہ کو اے کھش یہ چل گیا ہوتا  
.....

حُجّتِ دہلی میں بے شک جب تک ہویں گے جان  
اسد شہزاد۔ گورہ

لفظوں کو زنجیر میں پروانا بہت مشکل ہے اگر  
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے

محمد زبیر واصف۔ واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہم  
روئے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

عمر دراز آکاش۔ جڑانوالہ

اپریل 2016

خوفناک ڈائجسٹ 146

شیطانی محل

--- تحریر: عدنان عاشق پریم۔ گوجران۔

--- تحریر: عدنان عاشق پریم۔ گوجران۔

چاند نگر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو بہت ہی پیرا اور خوبصورت تھا جس کا نام پریم نگر تھا ان دونوں گاؤں کے درمیان ایک ندی گزرتی تھی ان دونوں گاؤں کے درمیان کافی اچھے تعلقات تھے اگر کسی ایک گاؤں میں مصیبت آتی تو دوسرے گاؤں والے اس کی بھر پور مدد کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ درد

میں شریک ہوتے تھے دنوں گاؤں کا آپس میں باہمی اتفاق تھا ان دونوں گاؤں کے سردار بھی نیک دل تھے ان دونوں سرداروں کے درمیان بھی باہمی اتفاق تھا لوگ ان سے بہت خوش تھے ان دونوں گاؤں میں لوگوں کی بہت ساری زمینیں تھیں لوگ زمینوں میں ہل چلاتے اور اپنا گزر بسر کرتے تھے چاند نگر گاؤں میں

چاند نگر ایک جھونپا سا گاؤں تھا جو بہت ہی پیارا اور خوبصورت تھا جس کا نام پریم نگر تھا ان دونوں گاؤں کے درمیان ایک ندی گزرتی تھی ان دونوں گاؤں کے درمیان کافی ایچھے تعلقات تھے اگر کسی ایک گاؤں میں مصیبت آتی تو دوسرے گاؤں والے اس کی بھر پور مدد کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ درد

خوفناک ڈائجسٹ 147

”خونی چڑیل



ایک لڑکا احمد رہتا تھا احمد کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا اس لیے وہ چاند نگر کے سردار جس کا نام امین تھا اس کے ساتھ رہتا تھا امین کا اس دنیا میں کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے وہ احمد کو ہی اپنا بیٹا مانتا تھا احمد بہت ہی سیدھا سادھا نوجوان تھا اسے دنیا کی رنگینوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا احمد شکل و صورت کے لحاظ سے بہت ہی خوبصورت تھا۔

اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا تو تانیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سانول کی ماں نے اس سے کہا۔

بیٹی کیا ہوا۔

میرا اس بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔

پاکل کون کہتا ہے کہ تیرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہم ہیں نہ تو مجھے ماں بلایا کر۔

جج ماں وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئی۔

دوسری طرف پریم نگر میں سانول نام کا ایک لڑکا تھا جو کہ پریم نگر گاؤں کے سردار کا بیٹا تھا پریم نگر گاؤں کے سردار کا نام رحمان تھا رحمان پریم نگر گاؤں کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت امیر ترین آدمی تھا اس لیے رحمان نے سانول کو شہر پڑھانی کے لیے بھیجا تھا سانول شہر کے سب سے مشہور کالج میں پڑھتا تھا کالج کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سانول اپنے گاؤں پریم نگر واپس آ گیا۔ پریم نگر بھی سانول نہ گیا تھا نزدیک ترین ہونے کی وجہ سے چاند نگر بھی سانول نہ گیا تھا۔ اور نہ ہی وہ چاند نگر گاؤں کے لوگوں کو جانتا تھا سانول کو کالج میں تانیہ نام کی لڑکی سے پیار ہو گیا تھا تانیہ بھی سانول کو باگلوں کی طرح چاہتی تھی اس لیے سانول تانیہ کو بھی اپنے ساتھ پریم نگر لے آیا تھا تانیہ کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی اس لیے وہ سانول کے ساتھ ہی آگئی تھی سانول نے اپنے باپ رحمان کو تانیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا تانیہ رحمان کو بہت ہی اچھی لگی اور اسے اپنے گھر کی بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا تانیہ سانول کی ماں کو بھی بہت اچھی لگی تھی سانول کی ماں نے تانیہ سے

احمد اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا وہاں دین آگیا وہ احمد کو کام کرتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا احمد نے جب امین کو دیکھا تو وہ کام چھوڑ کر امین کی طرف چل دیا اور ان کو ادب سے سلام کیا۔

ولیم السلام۔ بتاؤ کیسا چل رہا ہے کام بہت اچھا لیکن آپ یہاں کیسے۔

بس بیٹا کھیتوں کی سیر کو نکلا تھا۔ مرن کیا تو تم سے ملنے چلا آیا اچھا کرو کام۔

جی اچھا۔ وہ اتنا کہہ کر دوبارہ سے کام کرنے لگا امین آگے چل پڑا جب احمد کام سے فارغ ہوا تو اور گھر کو واپس جانے لگا تو احمد کو دور کھیتوں میں کچھ دکھائی دیا پہلے تو احمد نے سوچا کہ چھوڑو باروے ہی کوئی چیز ہوگی پھر اس نے سوچا کہ جا کر دیکھنے میں کیا ہرج ہے احمد اس کی طرف چل پڑا جس طرف وہ چیز پڑی ہوئی تھی جب احمد اس کے بالکل قریب پہنچا تو اس کو ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہوئی ملی اس لڑکی کے سر پر چوٹ لگی ہوئی تھی اور خون بہہ رہا تھا احمد اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور سونے لگا کہ اس لڑکی کو یہاں کون چھوڑ گیا ہے اور یہ لڑکی کون ہے





وہ سوچوں کی دنیا سے باہر نکلا اور اس لڑکی کو  
ٹھایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔  
امین نے دور سے ہی احمد کو دیکھ لیا تھا کہ  
وہ لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے چلا جا رہا تھا  
تو وہ بھی اس کی طرف ہولیا۔ اور کہا۔  
یہ لڑکی کون ہے۔ اور اسے کہاں سے اٹھا  
کر لائے ہوا احمد نے کہا۔ یہ لڑکی کھیتوں سے ملی  
ہے اور وہاں کوئی بھی نہ تھا اس لیے میں اسے  
گھر لے کر چار باہوں اس کی حالت دیکھیں  
پوری طرح زخمی ہے نجانے اس کو کیا ہوا ہے یہ  
کہتا ہوا وہ آگے چل دیا اور پھر دونوں گھر  
جانبچے۔

پریم نگر میں تانیہ کے گم ہونے کی  
خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی تانیہ گھر میں  
موجود نہ تھی اور کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں  
گئی ہے رحمان کے گھر والے بہت ہی پریشان  
تھے خاص طور پر سانول تانیہ کے گم ہونے کی  
وجہ سے بہت پریشان تھا رحمان نے سانول  
سے کہا۔

میں چاند نگر جا کر تانیہ کو ڈھونڈتا ہوں  
ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں گئی ہو سانول نے رحمان  
سے کہا۔

میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں  
ہاں ٹھیک سے چلو۔ وہ دونوں گھر سے نکلے  
اور چاند نگر گاؤں کی طرف چل دیے چند گز پہنچ  
کر وہ سیدھے امین کے گھر پہنچے اور تانیہ کے  
متعلق ساری بات امین کو بتائی امین نے ساری  
سچائی امین اور سانول کو بتادی کہ کس طرح احمد  
کو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے ایک لڑکی زخمی

حالت میں ملی ہے سانول نے امین سے کہا  
ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اتنے میں احمد بھی وہاں  
آگیا اس نے سلام کیا تو امین نے کہا  
بیٹا سانول کو ساتھ لے جاؤ اور وہ لڑکی  
دکھاؤ جو تم کو کام کرتے ہوئے ملی ہے۔

احمد سانول کو اس کمرے میں لے گیا۔  
سانول لڑکی کو دیکھ کر چلایا۔ یہی ہے میری تانیہ  
مگر اس کے سر پر چوٹ کسے لگی۔

یہ مجھے اسی طرح زخمی حالت میں ملی تھی  
کھیتوں میں کام کے دوران اور میں اس کو اٹھا  
کر گھر لے آیا۔ احمد نے تفصیل بتائی اتنے  
میں لڑکی کو ہوش آنے لگا۔ آہ۔ آہ۔ سانول

چلایا اس کو ہوش آگیا ہے وہ اس کے سامنے  
کھڑا ہو گیا اور ایک طرف احمد بھی کھڑا ہو گیا۔  
تانیہ نے جونہی آنکھیں کھولیں تو سانول کو  
دیکھتے ہی ایک بیچ ماری اور بھاگتے ہوئے احمد  
سے لپٹ گئی۔

مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مار دے گا۔  
سانول یہ سب دیکھ کر حیران سا رہ گیا کہ  
اس کو کیا ہو گیا ہے یہ مجھے دیکھ کر ڈری کیوں ہے  
وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کو بازو سے پکڑ کر  
احمد سے جدا کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو تانیہ میں تمہارا سانول ہوں۔  
تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں  
سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے  
بولی۔ مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔  
یہ مجھے مار ڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو  
سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور  
بولی۔

تانیہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں ہوں  
تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں  
سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے  
بولی۔ مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔  
یہ مجھے مار ڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو  
سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور  
بولی۔

تانیہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں ہوں  
تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں  
سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے  
بولی۔ مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔  
یہ مجھے مار ڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو  
سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور  
بولی۔

تانیہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں ہوں  
تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں  
سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے  
بولی۔ مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔  
یہ مجھے مار ڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو  
سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور  
بولی۔

سانول تمہارا سانول۔ آؤ گھر چلیں دیکھیں ہم  
تم کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آگئے ہیں  
تانیہ نے اس کے منہ پر ایک زور مار چھڑ مارا  
اور احمد سے چٹ گئی۔ اتنے میں امین بھی اندر  
داخل ہوا۔ اور یہ تمام دیکھنے لگا سانول نے  
ایک باز پھر اس کو بازو پکڑنے کی کوشش کی تو  
تانیہ نے جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا بازو  
چھڑا لیا۔ اور باہر کی طرف بھاگ گئی۔ احمد بھی  
اس کے پیچھے بھاگا۔ سانول اسی جگہ بیٹھ گیا اس  
کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے رحمان نے  
آگے بڑھ کر سانول کو سنبھالا اور اس کو تسلی  
دیتے ہوئے کہا۔

کیا ہو گیا ہے بیٹا تم کو۔  
میری تانیہ کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے پیار  
اپنے سانول کو نہیں پہچان رہی اتنے میں امین  
بولی۔

گلتا ہے کہ تانیہ کے ساتھ بہت برا ہوا ہے  
اس لیے وہ ایسا کر رہی ہے اور سانول کو  
پہچان نہیں رہی ہے آپ ایسا کریں کہ جب  
تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک اسے یہیں  
رہنے دیں جب وہ ٹھیک ہو جائے گی آپ اسے  
یہاں سے لے جانا۔

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول  
جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر  
جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو  
سنبھالیا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے  
جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہی پرہیز  
دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم  
اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم  
اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول  
جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر  
جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو  
سنبھالیا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے  
جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہی پرہیز  
دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم  
اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم  
اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول  
جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر  
جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو  
سنبھالیا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے  
جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہی پرہیز  
دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم  
اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم  
اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول  
جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر  
جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو  
سنبھالیا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے  
جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہی پرہیز  
دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم  
اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم  
اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا

نہ کر دے ایسے میں سانول چپ ہو گیا۔ اس  
نے رحمان کی بات مان لی اور پھر دونوں وہاں  
سے چلے گئے۔

تین ماہ ایسے ہی بیت گئے تین ماہ سانول  
تانیہ کی جدائی برداشت کرتا رہا اور تانیہ ان تین  
ماہ میں ان لوگوں سے مل گھل گئی تھی وہ یہ تک

بھول گئی تھی کہ سانول نام کا کوئی آدمی اس کی  
زندگی میں آیا بھی تھا کہ نہیں تانیہ اب احمد کو پسند  
کرنے لگی تھی مگر احمد نے بھی ایسا نہیں سوچا تھا  
اس نے کبھی تانیہ کو ایسی نظر سے نہیں دیکھا تھا وہ  
تو یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ تانیہ سانول کی  
امانت ہے وہ کب آئے اور اگر تانیہ کو یہاں  
سے لے جائے۔

سانول نے رحمان سے کہا۔ تین ماہ بیت  
گئے ہیں تانیہ ٹھیک ہو گئی ہوگی ہمیں جا کر تانیہ کو  
واپس لے آنا چاہیے رحمان نے سانول کی ہاں  
میں ہاں ملائی اور وہ تانیہ کو لینے چاند نگر کی طرف  
چل پڑے وہ دونوں امین کے گھر پہنچے تو تانیہ  
صحن میں بیٹھی ہوئی تھی سانول کو دیکھتے ہی تانیہ  
نے چپٹا چلا نا شروع کر دیا۔ تانیہ کے چپٹنے کی  
آواز سن کر امین اور احمد وہاں آگئے تانیہ احمد کو  
دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگی اور کہنے لگی۔

وہ۔ وہ دوبارہ آگیا ہے وہ مجھے مارنے  
آیا ہے مجھے اس سے بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے  
وہ پوری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ۔ وہ دیکھو  
وہ میری طرف بڑھ رہا ہے اس کو روکو کہ میرے  
قریب نہ آئے وہ زور زور سے رونے لگی۔

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

وہ سانول سے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں  
کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ڈرا بھی نہ ڈرو۔  
نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا



جائے مجھے اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا اور نہ ہی کچھ سننا ہے وہ مجھے مار دے گا۔ سانول کے دل پر یہ الفاظ بجلی کی طرح گرے اور وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور جنگل کی طرف نکل گیا رحمان بیٹھ کر امین سے باتیں کرنے لگا اور احمد تانیہ کو کمرے میں لے گیا رحمان نے امین سے پوچھا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ تانیہ بیٹی کو ہوا کیا ہے وہ سانول کو پہنچانے سے انکار کیوں کر رہی ہے وہ زندگی تھا اس کی مگر اب یہ اسے پہنچانے سے انکار کر رہی ہے ایک ساتھ دونوں پڑے ہیں اور تانیہ کے کہنے پر ہی وہ اس کو گھر لے کر آیا تھا لیکن اب یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اسے کچھ ہو گیا ہے۔

پتہ نہیں یار اس بیٹی کو کیا ہو گیا ہے حالانکہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئی تھی لیکن آج سانول کو دیکھنے کے بعد اسکی وہی حالت ہوئی ہے لگتا ہے کہ اس کے ساتھ ضرور کوئی ایسا واقعہ ہوا جس نے اس کو سانول سے خوفزدہ کر دیا ہے۔

پتہ نہیں مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے۔ رحمان نے کہا اور پھر اٹھ کر چلا آیا۔ جب وہ اپنے گاؤں پہنچا تو اس کو پتہ چلا کہ سانول ابھی تک گاؤں نہیں پہنچا ہے۔ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ مجھے کیا پتہ کہ وہ کہاں چلا گیا ہے ہاں جب تانیہ نے اس کو پہنچانے سے انکار کر دیا تھا تو وہ غصہ سے گھر سے باہر نکل گیا تھا لیکن اب جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ خود ہی آجائے گا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

سانول جنگل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا

تانیہ کے نفرت بھرے الفاظ اس کے ذہن میں بھڑوڑے برسا رہے تھے اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے کس طرف جا رہا ہے بس آنکھوں میں آنسو سجائے وہ چلتا ہی جا رہا تھا۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہو گئی مگر وہ تانیہ کی یادوں سے اس وقت باہر آیا جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ اور اس کو آواز سنائی دی۔

سانول۔

اپنا نام کسی کی زبان سے سن کر وہ چونک اٹھا۔ مڑ کر دیکھا تو سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی اکیلی اس جنگل میں کیا کر رہی ہے۔ چاند کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور اس لڑکی کا خوبصورت چہرہ واضح دکھائی دے رہا تھا۔

تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔ اس نے ایک دم گئی سوال کر دیئے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میرا نام سحر بانو ہے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے گزر رہی تھی نجانے میرے تمام ساتھی کہاں چلے ہیں میں ان کو ڈھونڈ رہی تھی کہ تم مجھے دکھائی دینے لیکن تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔

میرا نام سانول ہے اور میرا محبوب میرا پیار مجھ سے روٹھ گیا ہے میں اس کی یادوں میں گھویا ہوا یہاں چلا آیا ہوں مجھے کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ اندھیرا ہو گیا ہے لیکن میں تو چلا اب تم

دیکھو! وہ اپنے ساتھیوں کو وہ لکھنے لگا تو وہ بولی۔  
میں ایک عورت ذات ہوں مجھے تو پہلے ہی اس جنگل سے خوف آ رہا تھا اور اب تم بھی اگر چلے گئے تو میں ہو سکتا ہے کہ خوف سے ہی مر جاؤں۔ کیا آپ اس وقت تک میرا ساتھ دو گے جب تک میرے ساتھی مجھے مل نہیں جاتے۔ لڑکی باتیں سن کر وہ چپ ہو گیا اور پھر بولا۔

کبھی تو تم ٹھیک ہو کہ تم اس گھٹاؤ نے جنگل میں رات کی اس تاریکی میں ان کو کہاں تلاش کر دو گی چلو میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں میں تمہاری مدد کرتا ہوں اتنا کہہ کر وہ اس کے ساتھ چل دیا اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا چلتے چلتے سانول بولا تم کہاں سے آئی ہو یہاں تک پہنچے۔

میں ایک کالج میں پڑھتی ہوں اور ہم ساتھیوں کا پروگرام بنانا تھا کہ جنگل کی سیر کو جلیں سو ہم لوگ یہاں آ گئے اور اپنا ٹیمپ لگا لیا۔ میں تھکی ہوئی تھی سو کیمپ میں سو گئی اب جب اچھی تو میں بالکل اکیلی تھی نجانے میرے ساتھی کہاں چلے گئے ہیں میں ان کی تلاش میں نکل پڑی اور اب میں یہ بھی بھول گئی ہوں کہ میرا ٹیمپ کس طرف لگا ہوا ہے میں جنگل میں ان کو تلاش کرتے کرتے کہاں تک آ گئی ہوں کس طرف آ گئی ہوں۔ اس لڑکی نے اپنی تمام کہانی مختصر سا دی اور سانول نے بھی تانیہ کے بارے میں اسے سب کچھ بتا دیا۔ سانول کو خود بھی جنگل کے راستوں کا پتہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کی مدد کر رہا تھا چلتے چلتے وہ بہت ہی دور نکل گئے تھے نجانے کس طرف چلے

گئے تھے دونوں کئی پتہ نہ تھا۔ سانول میں ہتھکن گئی ہوں مجھ سے مزید نہیں چلا جائیگا اتنا کہہ کر وہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا وہ بھی اس سے کچھ دور بیٹھ گیا اور پھر لیٹ گیا لیتے ہی اس کو نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ سحر اس کے پاس نہیں ہے وہ کہاں چلی گئی تھی وہ سوچنے لگا اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو وہ کہیں بھی دکھائی نہ دی اس نے اس کو آوازیں لگائیں لیکن اس کو اس کی کسی بھی آواز کا جواب نہ ملا۔ وہ اٹھ کر ایک طرف چل دیا ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کو کسی کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جہاں ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں وہاں کچھ روشنی بھی سانول اس روشنی کی طرف چل دیا۔ لیکن ارد گرد کا ماحول دیکھ کر اس کو یوں لگا جیسے یہ وہ جنگل نہیں ہے جہاں وہ موجود تھا یہ تو کوئی اور ہی جگہ تھی یہ کون سی جگہ تھی وہ بھی نہیں جانتا تھا وہ جوں جوں روشنی کی طرف بڑھ رہا تھا توں توں روشنی تیز ہوتی جا رہی تھی اور یہ تو کوئی خوبلی تھی جس میں وہ گھوم رہا تھا اور روشنی کسی کمرے سے دکھائی دے رہی تھی حیرانگی کے ساتھ ساتھ ڈر بھی اس کی رگوں میں سامنے لگا لیکن وہ اب کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا ماسوائے اس کے کہ وہ پتہ کرے کہ کمرے میں روشنی کیوں ہے اور ہنسنے کی آوازیں کس کی ہیں۔ وہ چلتا ہوا کمرے کے پاس جا پہنچا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو اندر اسکو سحر دکھائی دی۔ وہ اکیلی نہ تھی اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ اور دونوں ہی باتوں کے



دوران ہنس بھی رہے تھے اس کو ان کی باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ چانتا تھا کہ وہ ان کی باتیں سنے اور جانے کہ وہ کون ہیں اور یہ کس جگہ پر ہیں وہ یہ سوچ کر اور فریب ہو گیا اب اس کو ان کی آوازیں صاف سنا دیں دے رہی تھیں اسے سحر کی آواز سنا دی۔

میں اس لڑکی کے عاشق کو بھی یہاں لے آئی ہوں اچانک زور زور سے ہنسنے کی آواز آنے لگی بابا بابا۔ تو جواب میں کسی مرد کی آواز سنا دی۔

سحر بانو تم نے بہت اچھا کام کیا ہے اس کے لیے تم کو ہم ایک بہت بڑا انعام دیں گے۔

سانول یہ سن کر دھنگ رہ گیا یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں جب اس آدمی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے ڈر کے سانول کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کیونکہ اس کی شکل اتنا بھیا تک بھی کہ کوئی

کنز ردل والا ہوتا تو وہ اسے دیکھ کر وہیں خوف سے مرجاتا اس کی شکل اتنی بھیا تک بھی کہ اس کی ہنسون بڑی بڑی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے زبان دو شاخہ باہر کو لٹک رہی تھی اور خون اس کی زبان سے ٹپک رہا تھا

جیسے ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آیا ہو پورے جسم کے ساتھ بچھو اور دوسرے کئی قسم کے حشرات ارض چپکے ہوئے تھے دونوں بازوؤں کے ساتھ دو عدد فالتو ہاتھ یعنی اس نے چار ہاتھ تھے اچانک روشنی کی ایک بہت بڑی اور تیز دھار آئی اور اس نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا۔

سحر بانو جیسا کہ ہم نے اس کی تجویز کے ساتھ کیا وہ اب اس کو پہچانتے سے انکار کر رہی ہے اب اس کا بھی ہم یہی حال کریں گے اور اس

طرح ہم پورے پریم نگر اور چاند نگر کو اپنا شکار بنائیں گے اس جن نے کہا کہ جا کر دیکھو سحر بانو اس کو ہوش آیا ہے کہ نہیں سحر نے ادب سے سر ہلایا اور کہا۔

جو حکم بادشاہ سلامت میں جا کر دیکھتی ہوں اور سحر دروازے کی طرف چل دی ادھر باہر سانول جو یہ سب باتیں سن کر دھنگ کھڑا تھا اسے کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ وہی بت بنا کھڑا ہاتھ میں سحر نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سانول بت

بنا کھڑا تھا سحر سانول کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔ کہ اس نے ہماری باتیں سن تو نہیں لیں وہ جلدی سے پیچھے مڑی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس جن کے پاس آئی اور بکھری ہوئی سانول سے کہنے لگی۔

بادشاہ سلامت۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔ کیا ہوا۔ یہ۔ وہ۔ وہ کیا لگا رکھی ہے کیا تمہیں کسی سانپ نے سونگھ لیا ہے اس سے آگے بھی کچھ بولو۔ سحر نے اپنی سانول کو درست کرتے ہوئے کہا۔

وہ۔ وہ۔ وہ سانول۔ اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں وہ باہر ہی کھڑا تھا۔ تو پھر کیا ہوا اس کو اندر لے کر آؤ۔۔۔ میں دیکھتا ہوں اس کو کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔۔۔ وہ انہیں قدموں واپس مڑی اور سانول کے پاس چلی گئی۔

چلو اندر۔ وہ تم کو بلار ہے ہیں وہ کچھ بولنے لگا تھا کہ اس نے زبردستی اس کو اندر کی جانب دھکا دیا۔ وہ بہت ڈرا ہوا تھا اچانک کاچرہ تبدیل ہونے لگا اور وہ

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بھیا تک شکل کی چڑیل بن گئی یہ دیکھ کر سانول کا دل بند ہونے لگا اس نے بھانسنے کی کوشش کی مگر اس سے بھاگا نہ گیا کیونکہ اس کے پاؤں منوں بھاری ہو گئے تھے اچانک اس جن نے کہا۔

دیکھ لے ہم نے تیری مجبوزہ کے ساتھ برا سلوک کیا ہے کہ وہ تجھے پہچانتے سے انکار کر رہی ہے اب تیری باری ہے اور اس طرح ہم دونوں گایوں کو تباہ کر دیں گے وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ بچ گئی جب سانول نے یہ

سنا تو وہ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ اس جن کو مارنے کے لیے آگ بڑھا لیکن اسے خود ایک زوردار تھپڑ پڑا جس سے اس کے ہوش اڑ گئے وہ تھپڑ مارنے والی سحر چڑیل بھی اس نے چلاتے ہوئے کہا۔

تو ہمارے بادشاہ جن کو مارے گا ہم تیرا وہ حال کریں گے کہ تیرے گھر والے بھی تجھے پہچانتے سے انکار کر دیں گے اچانک سانول کو اس کمرے سے بہت ساری چڑیلوں کے بین کرنے کی آوازیں سنائی دیں گئیں کبھی کسی کے ہنسنے کی آوازانی تو کبھی رونے کی سانول نے دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں فرش پھٹا اور اس میں سے عجیب و غریب قسم کے حشرات ارض نکل کر سانول کی طرف بڑھنے لگے جن میں سانپ بچھو چھپیلی لال بنگ

اور بچانے کی کتا جن میں کئی شکلیں بہت عجیب قسم کی تھیں سانول انہیں دیکھ کر بہت ڈر گیا وہ ہاں سے بھاگنا چاہ رہا تھا مگر اس سے بھاگا نہ گیا وہ جیسے ہی سانول کے نزدیک پہنچا تو اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا جس نے زلزلہ آنے لگا

اچانک سانول کے سر پر کوئی بھاری چیز لگی جس سے اس کو ہوش نہ رہا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب سانول کو ہوش آیا تو خود کو اس نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پایا سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے اسے کچھ بھی نہ یاد نہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ اس کا سر درد سے چٹھا جا رہا تھا اس نے جھونپڑی کا جائزہ لیا جو بہت چھوٹی تھی وہ اٹھا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور اس پر ایک بزرگ بابا شریف فرماتے بہت ہی نورانی صورت والے تھے داڑھی کے بال سفید تھے اور وہ ہاتھ میں ستیج لیے ہوئے درد کر رہے تھے سانول ان کے نزدیک گیا اور بابا سے کہا۔

بابا آپ کون ہیں۔ بابا نے آنکھیں کھولیں۔ بیٹا تم کو ہوش آ گیا۔

جی بابا لیکن۔ دیکھو سانول بیٹا۔ اپنا نام ان کے منہ سے سن کر اس کو مزید حیرانگی ہوئی بولا۔

بابا آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔ بیٹا ادھر آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ بابا نے اس کو اپنے پاس بٹھالیا۔ ہاں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو ان کی بات سن کر وہ بولا۔

باباجی۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ہاں بیٹا جانتا ہوں میں تم کو اس جن اور چڑیل سے چھٹکارا دلایا ہے اگر میں کچھ لیت ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ تم کو مار ڈالتے۔ لیکن بابا۔ وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے تھے پتہ نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن اتنا



دور جانتا ہوں کہ تانیہ کے ساتھ کیا ہو بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ تانیہ اب اس دنیا میں نہیں ہے ان دونوں نے مل کر تانیہ کو مار دیا ہے اب تانیہ کے دپ میں وہ کالی ڈائن ہے جو چاند کی چودھویں کو ایک بھانک روپ دھارے گی اور چاند نگر اور پریم نگر کو تباہ و برباد کرے گی چاند کی چودھویں پورے ایک مہینے کے بعد ہے اور وقت بہت کم ہے اس جن کو سحر نام کی چڑیل کو تو میں نے ختم کر دیا ہے اب اس کالی ڈائن کا خاتمہ تم ہی کرو گے جو تانیہ کے روپ میں چاند نگر میں رہ رہی ہے سانول کے اندر یہ سن کر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے اپنے پیار کا بدلہ بھی تو لینا تھا۔

اس نے کہا باباجی میں ضرور اپنے دونوں گاؤں کو بچاؤں گا اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے گا میں کروں گا۔

باباجی بولے ہاں میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا کیونکہ اس کالی ڈائن کو ہر روز ایک عجیب و غریب قسم کی چڑیل ملنے کے لیے آتی ہے اب ان دونوں گاؤں کو بچانا تمہارے ہاتھ میں ہے سانول پر جوش لہجے میں بولا۔

میں ضرور بچاؤں گا آپ مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہوگا بابا نے کہا۔

تمہارا عمل بہت مشکل ہے تمہیں ایک ایسے کنوین کا پانی لانا ہوگا۔ جو کسی قسم کے کسی سائے میں نہ ہو یعنی اس کنوین کے پانی پر صبح سے شام تک دھوپ پڑتی ہو یعنی اس کنوین کے پانی پر صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک قدرتی طور پر دھوپ رہتی ہے بابا نے یہ بھی بتایا کہ یہ کنواں شما کی طرف ایک بہت بڑے صحرا

میں ہے اور اس صحرا میں اس کالی ڈائن نے اپنا جادو چھوڑ رکھا ہے اور وہاں پہنچنا بہت ہی مشکل ہے اس کے لیے پہلے تمہیں پانچ دن کا ایک چلہ کرنا ہوگا۔

باباجی میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس مجھے بتادیں کہ چلہ کروں کیسے۔ باباجی اسے چلہ بتانے لگے کہ یہ چلہ تمہیں ایک قبرستان میں کرنا ہوگا اور بابا نے اس کو ورد بھی یاد کروادیا سانول نے وہ ورد یاد کر لیا بابا نے کہا۔

میراثات ہونے والی ہے تم اب جاؤ اور قبرستان میں بیٹھ کر چلہ شروع کرو اور چلہ شروع کرنے سے پہلے اپنے گرد حصار کھینچنا مت بھولنا۔ سانول نے باباجی سے اجازت لی اور کسی قبرستان کی تلاش میں چلا گیا تو چلتے چلتے وہ بابا نے کہا۔

سانول تمہیں بہت سارے طریقوں سے ڈرایا جائے گا مگر تم حصار سے باہر نہ نکلنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے سانول وہاں سے نکلا اور قبرستان میں پہنچ گیا وہاں پہنچ کر سانول نے ایک پرانی قبر کے پاس حصار کھینچا اور اس میں بیٹھ کر ورد پڑھنے لگا کیلئے کے کچھ گھنٹے تو آرام سے گزر گئے مگر جب آدھی رات کا وقت ہوا تو ایک زور دار دھماکہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ پاس والی قبر پھٹ گئی ہے اور اس کے اندر سے سرخ رنگ کا لالہ نکلنے لگا اور اس کی طرف بہنے لگا سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر پھر ہمت پیدا کر کے آنکھیں بند کر کے پڑھنے لگا اچانک سانول کو چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے آنکھیں

کھولیں تو باہر کا منظر دیکھ کر ڈر گیا اس لاوے میں عجیب قسم کی خشکیں دکھائی دے رہی تھیں جو بہت زیادہ بھیانک تھیں اچانک اس قبر سے مردہ اٹھا اور سانول کو دھمکی دینے لگا کہ چلہ چھوڑ دے ورنہ تیرا بہت ہی برا حشر کروں گا۔ ایک تو سانول کا دل کہہ رہا تھا کہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جائے مگر پھر اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور بابا کی باتوں کو یاد کر کے ورد پڑھنے لگا۔ خدا خدا کر کے وہ رات بھی گزر گئی سانول فجر کی آوازوں کے وقت چلے سے باہر نکلا اس نے فجر کی نماز پڑھی اور واپس باباجی کی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اندر باباجی عبادت میں مصروف تھے سانول وہاں سے باہر آیا اور باہر چھپی ہوئی چار پائی پر لیٹ گیا ساری رات جاگنے کی وجہ سے اسے سخت نیند آ رہی تھی اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب اسکی آنکھ لگی اور وہ کب سو گیا۔

اے لڑکے یہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جاورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گی کہ یاد رکھے گا مگر سانول نے اس کی ایک نہ سنی اور اپنا چلہ جاری رکھا وہ چڑیل اب اس کے نزدیک آنے لگی مگر جیسے ہی وہ حصار سے ٹکرائی اسے آگ نے اپنی لیٹ میں لے لیا۔ اور وہ وہی جل کر راکھ بن گئی کچھ دیر آرام سے گزر گئی پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور چلہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر گزر جانے کے بعد اس کو چیخ و پکار کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ تانیہ کو ایک بہت ہی بد صورت شکل والے جن نے پکڑ رکھا تھا اور تانیہ اس کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی اور سانول کو بلارہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

سانول مجھے بچالو ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ دیکھو سانول میں زندہ ہوں مجھے بچالو سانول مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔



سانول تانیہ کو جن کے ہاتھوں میں دیکھ کر  
ترپ اٹھا اس کے اندر آگ بھڑک اٹھی  
اور چلے سے باہر نکلنے لگا تو اسے بابا کی آواز  
سنائی دی۔

بیٹا چلہ جاری رکھو یہ سب نظر کا دھوکہ ہے  
بابا کی آواز سن کر سانول دوبارہ بیٹھ گیا  
اور چلہ شروع کر دیا تانیہ بولی۔

سانول اس بڑھے بابا نے تنہا رہے ساتھ  
دھوکہ کیا ہے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے پلین سانول  
مجھے اس جن سے بچالو۔ اس جن نے تانیہ کو  
بالوں سے پکڑا ہوا تھا اور ایک زوردار پھیر اس  
کے منہ پر دے مار سانول یہ دیکھ کر ترپ اٹھا  
وہ اس کی باتوں میں آ گیا۔ وہ بھلا اپنے پیار کو  
مرتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا اس پر پیار کا

بھوت سوار تھا اور اٹھا اور حصار سے باہر نکل گیا  
جیسے وہ چلے سے باہر نکلا دیکھتے ہی دیکھتے  
تانیہ ایک بد صورت شکل والی چڑیل بن گئی۔  
سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر اب کیا ہو سکتا تھا اس  
جن اور چڑیل نے سانول کو پکڑ لیا اور ترپا ترپا  
کر مار دیا۔ ادھر بابا کی کو اپن علم کے ذریعے  
معلوم ہو گیا تھا کہ انہوں نے سانول کو مار دیا

ہے وہ بہت پریشان ہوئے انہیں غصہ آنے لگا  
کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں اس لڑکے  
سے یہ چلہ بھی نہ کرواتا وہ تو مر گیا ہے اب  
کالی ڈان کا خاتمہ کون کرے گا بابا نے ایک  
ورد پڑھنا شروع کر دیا۔ اور انہیں اپنے علم کے  
ذریعے معلوم ہوا کہ چاندنگر میں ایک ایسا لڑکا  
ہے جو یہ کام کر سکتا ہے وہ سوچنے لگے کہ اگر اس  
نے بعد سانول کی طرح حماقت کی تو پھر کیا ہوگا

لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کو سمجھانے سے ایسی  
نوبت نہ آئے میں اس سے ضرور ملوں گا اور  
اس کو اس کام کے لیے راضی کر لوں گا۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی بابا جی  
چاندنگر کی طرف نکل پڑے اور دونوں کی  
مسافت کے بعد وہ چاندنگر پہنچ گئے بابا جی کو یہ  
معلوم تھا کہ تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈان  
گاؤں کے سردار امین کے گھر رہتی ہے  
بابا سیدھے امین کے گھر پہنچے اور امین کے گھر کا  
دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ احمد نے ہی کھولا۔ اس  
نے بابا جی کو سلام کیا بابا جی نے کہا۔

کیا امین صاحب گھر میں ہی ہیں۔  
جی وہ تو گھر میں ہیں مگر آپ کون ہیں۔  
مجھے بس امین سے ملنا ہے۔ میں کون ہوں  
سب کچھ ان کو بتا دوں گا۔

ٹھیک ہے بابا جی آپ اندر آ جائیں  
اور بیٹھے میں ان کو بلا کر لاتا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ  
بابا جی کو اندر لے آیا اور ایک چارپائی پر بیٹھایا۔  
اور خود کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد  
امین ایک کمرے سے باہر آئے اور بابا جی کو  
سلام کیا۔ اور ساتھ ہی بابا جی کے پاس بیٹھ  
گیا۔

جی بابا جی آپ کون ہیں اور مجھ سے کیوں  
ملنا چاہتے ہیں۔ اتنے میں احمد ایک ٹھنڈے  
شربت کا گلاس لے آیا اور بابا جی کو دیا۔ بابا جی  
نے وہ شربت پیا اور پھر ان دونوں کی طرف  
دیکھا اور کہا۔

میں تم لوگوں کو جو بات بتانے والا ہوں  
اسے مذاق مت سمجھنا اور دھیان سے سننا  
بابا جی کی یہ بات سن کر وہ دونوں پوری طرح

ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بابا جی بولے تم  
لوگوں کے گھر میں ایک کالی ڈان رہتی ہے۔  
کیا کیا۔ دونوں ہی چونک گئے۔ بابا جی یہ  
آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں وہ کالی ڈان  
تانیہ کے روپ میں ہے میں نے اپنے علم سے  
اس کا پتہ کر لیا ہے تانیہ تمہیں سمجھتوں سے کی تھی  
ناں۔

ہاں ہاں۔ احمد نے جلدی سے کہا۔

دراصل وہ تانیہ نہیں ہے تانیہ کے روپ  
میں وہ کالی ڈان ہے تانیہ کو اس نے پاڑا ڈالنا تھا  
اور اس کے روپ میں وہ خود ہی آگئی تھی۔ اس  
کے جسم پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کو ہر  
روز تنہا رہے گھر میں عجیب و غریب چیزیں  
لے کو آتی ہیں۔ اور چاند کی چودہ تاریخ کو یہ  
چاندنگر اور پریم نگر میں کتابی بچانا چاہتی ہیں جو  
نہارے گاؤں میں ہر روز ایک لڑکی غائب  
ہوتی ہے وہ اس کی وجہ سے ہوتی ہے اور میں  
اپنے علم کے ذریعے سے معلوم کیا ہے کہ اس کو  
نصف تم ہی قسم کر سکتے ہو۔ امین بولا۔

بابا جی یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو چند ماہ سے  
ہمارے ساتھ رہ رہی ہے ہم نے تو اس میں  
ایک کوئی بات نہیں دیکھی جو ہمیں ظاہر کرے کہ  
وہ انسان نہیں ہے انسانی روپ میں کوئی چڑیل  
ہے۔

ہاں لیکن تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو جبکہ میں  
بہت کچھ جانتا ہوں چاند کی چودہ تاریخ کو کچھ  
کان بان رہ گئے ہیں اس لیے ہمیں دین نہیں  
کرنا چاہیے ورنہ چاندنگر اور پریم نگر مکمل طور پر  
تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر احمد

بولا۔

بابا جی میں اس گاؤں میں کچھ بھی نہیں  
ہونے دوں گا بس مجھے یہ بتادیں کہ میں اس کو  
کیسے ختم کر سکتا ہوں۔ وہ جذباتی ہو رہا تھا۔  
بیٹا تم کو ایسے کنویں سے پانی لانا ہوگا جس  
پر قدرتی طور پر پتھر سے شام تک دھوپ پڑتی ہو  
اور یہ کنواں تمہیں شمال کی جانب ایک بہت  
بڑے صحرائے ملے گا۔

میں اس کنویں سے پانی ضرور لاؤں گا  
اور چاندنگر اور پریم نگر کو تباہ ہونے سے بچاؤں  
گا۔

لیکن بیٹا تم سے پہلے ایک نوجوان یہ کام  
کر چکا ہے مگر وہ جنت کے بجائے دے میں آ کر  
جان کی بازی ہار گیا ہے۔  
وہ کون تھا۔ بابا جی۔

وہ پریم نگر کے سردار کا بیٹا سانول تھا۔  
سانول کا نام سن کر احمد اور امین حیران  
سے رہ گئے بابا نے احمد سے کہا کہ میں تم بھی اس  
کی طرح اس کی باتوں میں نہ آنا کرنا چاہی  
کرو گے تو تم بھی زندہ نہیں بچو گے۔

بابا جی اب تو میں یہ کام ہر حال میں کروں  
گا مجھے بتائیں کہ مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔  
بیٹا تم کو کھرا میں جانا ہوگا کیونکہ ہمارے  
باس وقت بہت ہی کم ہے اور یہ لاکھ تم اپنے  
مجھے میں ڈال لو تا کہ تم کو کوئی نقصان نہ ہو۔

تانیہ جو چھپ کر ان کی باتیں سن رہی تھی  
بابا جی نے اس کو دیکھ لیا اور کچھ پڑھ کر اس پر  
بھونک ماری تو وہ چیخنے لگی اور ان کے سامنے  
آگئی۔ وہ تانیہ سے کالی ڈان کے روپ میں  
آگئی تھی اسے دیکھ کر سب ہی خوفزدہ ہو گئے۔



دہ چلاتے ہوئے بولی۔ بر باد کردوں گی میں  
سب کو اگر تم لوگوں نے کچھ بھی کرنے کی کوشش  
کی تو اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔ اب ساری  
حقیقت کھل کر سامنے آچکی تھی باباجی نے کہا۔  
احمد بیٹا یہ کالی ڈائن بہت ہی خطرناک  
ہے تم چلو میرے ساتھ تاکہ اس کا خاتمہ  
کر سکیں۔  
باباجی۔ میں تیار ہوں۔

ہاں باباجی۔ میں اس کو اجازت دیتا ہوں  
کہ یہ وہ کام مکمل کرے جو سانول  
ادھورا چھوڑ گیا ہے۔ اگر تانیہ کی وجہ سے ہی  
گاؤں میں قتل ہو رہے ہیں تو پھر اس کا خاتمہ  
ضروری ہے جاؤ بیٹا جاؤ خدا کی مدد تمہارے  
ساتھ ہے۔ امین نے کہا۔  
وہ نوری تیار ہو گیا اور دونوں گھر سے نکل  
کر جنگل کی طرف چل دیے۔۔۔ جنگل میں  
باباجی نے جہاں اپنی جھونپڑی لگا رکھی تھی  
وہاں وہ پہنچ گئے باباجی نے احمد کو سمجھایا۔

بیٹا کسی سے بھی ڈرنا نہیں ہے بس اپنا کام  
کرتے جانا ہے میں تم کو وہاں تک  
پہنچا دیتا ہوں اتنا کہہ کر باباجی نے کچھ پڑھ کر  
احمد پر پھونک ماری تو احمد کو اپنا جسم ہواسے بھی  
بلا محسوس ہوا کچھ دیر بعد احمد کو باباجی کی آواز  
سنائی دی۔

بیٹا اپنی آنکھیں کھول دو۔ احمد نے اپنی  
آنکھیں کھولیں تو سامنے صحرا تھا جہاں ہر طرف  
ریت ہی ریت تھی۔ بیٹا اب سیدہ ہی چلتے  
جاؤ تمہیں وہ کنواں مل جائے گا۔ احمد سیدہ چلتے  
لگا ابھی وہ تھوڑی ہی آگے گیا تھا کہ اس کو ایک  
بہت ہی ڈروانی شکل والی چڑیل دکھائی دی

بھی آبادی مل جائے لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے  
گھوم پھر کر یہاں ہی آ جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے  
کہ تم کو بھی لیر کی طرح بوڑھے اپنے مقصد کے  
لیے یہاں بھیجا ہے وہ تم سے بھی یہاں سے پانی  
مٹوانا چاہتا ہے اور پھر تم سے چلے کر دوائے  
گا۔ اور میری طرح تم بھی وہی کچھ کرتے جاؤ  
گے جو جو بابا کہتا جائے گا۔ کیوں ایسا ہی ہے  
ہاں۔

ہاں ایسا ہی ہے لیکن باباجی نے تو کہا تھا  
کہ تم کو کالی ڈائن نے مار دیا تھا۔ احمد نے اس  
کی باتیں سن کر کچھ حیران اور کچھ پریشان  
ہوتے ہوئے کہا۔

جھوٹ بولتا ہے وہ بڑھا۔ سراسر جھوٹ  
بولتا ہے ایک بار مجھے وہ مل جائے دیکھنا ایک  
ایک بات کا حساب لوں گا اس سے۔ وہ باتیں  
کر رہا تھا اور احمد اس کی تمام باتیں غور سے سن  
رہا تھا اور اس کو یقین آ رہا تھا کہ جیسے وہ سچ  
کہتا ہو لیکن جب اس کی نظر سانول کے پاؤں  
پر پڑی تو کانپ سا گیا۔ کیونکہ اس کے پاؤں  
اگلے تھے بالکل جن جھوٹوں کی طرح وہ سمجھ گیا  
کہ سانول جھوٹ بول رہا ہے یہ سانول نہیں  
ہے سانول کے روپ میں کوئی اور ہے لیکن اس  
نے سانول پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا بولا۔

یار سانول میرے دوست تم مجھے مل گئے  
میں تو تمہاری ہی تلاش میں یہاں آیا تھا مجھے یہ  
تھا کہ بابا جھوٹ بول رہا ہے آؤ میرے گلے  
لگ جاؤ۔

سن کر وہ احمد کی طرف بڑھنے لگا سانول  
کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ احمد کے گلے میں  
لاکت ہے وہ جیسے ہی احمد کے ساتھ چلا ہوا اس

کو بجلی کی طرح ایک شدید جھٹکا لگا  
اور دور جا گرا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آگ  
لگ گئی۔ اور وہ احمد کے سامنے ہی تر پنے لگا  
اور تر پتے تر پتے وہی ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا جسم  
بھی راکھ کا ایک دھیر بن گیا۔ وہ وہاں سے چل  
دیا اور کنویں کو تلاش کرنے لگا لیکن اتنی تلاش  
کے بعد بھی اس کو کنواں نہ ملا وہ تھک ہار کر ایک  
جلے بیٹھ گیا۔ اور پریشان ہو گیا کہ اسے کنواں  
کہاں ملے گا تھوڑی دیر بعد وہ آرام کرنے کے  
بعد اٹھا اور ایک بار پھر اس نے تلاش شروع  
کر دی اور اسے وہ کنواں نظر آ گیا۔ وہ آگے  
اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر اس کو حیرت  
ہوئی کہ وہ کنواں بہت ہی عجیب و غریب قسم کا تھا  
اور اس کنویں کے پانی پر قدرتی طور پر دھوپ  
پڑ رہی تھی اس کنویں کے پاس ہی ایک رہی  
اور لوٹا پڑا ہوا تھا جیسے اس کنویں سے کوئی پانی  
بھرتا ہوا احمد نے اس کی مدد سے کنویں سے پانی  
نکالا اور اسے ایک بوتل میں بھرنے لگا جیسے ہی  
اس نے پانی بوتل میں بھرا تو اس کے سامنے  
ایک دھماکہ ہوا اس سے وہی کالی ڈائن سامنے  
آگئی اور اس نے آتے ہی احمد پر حملہ کر دیا مگر  
خوشی کی بات یہ کہ احمد کے گلے میں لاکٹ  
ہونے کے باوجود اسے جھوٹ بھی نہ سکی احمد کو  
باباجی کی آواز سنائی دی بیٹا وہ کنویں کا پانی اس  
کالی ڈائن پر ڈال دو وہ مر جائے گی۔ احمد نے  
ایسا ہی کیا پھر پانی کے ساتھ وہ پانی اس چڑیل پر  
اندھیل دیا۔ پانی پر نے کی دیر بھی کہ اس کالی  
ڈائن کو آگ لگ گئی اور وہ وہی ڈھیر ہو گئی۔  
تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف راکھ کا ڈھیر تھا  
اچانک دور سے احمد کو باباجی آتے ہوئے



# خونفاک سایہ

--- تحریر: محمد سلیم اختر - جہانیاں منڈی ---

اللہ بخش تم۔ تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مر ا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔ جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ کانپتے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اس کی سائیں اکھڑنے لگی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی اللہ بخش کے منہ سے قہقہے گونجنے لگے اور وہ حویلی سے باہر نکل آیا ایک چھوٹک اس نے حویلی کی طرف منہ کر کے ماری حویلی کو آگ لگ گئی اور آگ ایسی لگی کہ اس کو کوئی بھی بچانہ نہ سکا جو بھی اس میں موجود تھا سب ہی آگ میں جلنے لگے ان میں گاموچی تھا اور وہ سب تھے جو ان کے اشاروں پر چلتے تھے جو گاؤں والوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کی موت کا تماشا دیکھتے تھے حویلی کی آگ نے پورے گاؤں کو روشن کر دیا تھا لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر موجود تھی اور پھر سب گاؤں والوں نے دیکھا کہ کوئی انسانی جسم اوپر ہوا میں اڑتا ہوا بلند ہو رہا ہے ان سب اس کو پہچان لیا تھا وہ اللہ بخش تھا ہاں اللہ بخش جس کو بے قصور مارا گیا تھا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حاکم علی چلا آ رہا تھا اس نے ہاتھ میں کھونڈا پکڑا ہوا تھا۔ اور چہرے پر غصہ چھایا ہوا تھا اور آنکھوں میں خون اتر ہوا تھا پھر اچانک اس کے سامنے تیشی آگیا اس نے اپنا سفید چشمہ درست کیا اور شیطانی مسکراہٹ لے کر بولا۔ آئے جاگیر دار صاحب آئے وہاں آپ کا سب لوگ بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور اللہ بخش کو ہم نے ڈیرے پر بٹھا رکھا ہے اگلے ہی لمحے حاکم علی کھونڈا پکڑے اور گول تیکے سے ٹیک لگائے غصہ بھرے لہجے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے زمین پر بیٹھے اللہ بخش کی طرف دیکھ کر ہاتھ جب کہ اللہ بخش ہاتھ جوڑے ڈرا سہا ہوا زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک طرف سکندر علی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف دلاور علی بہادر علی۔ اور بختاور علی کھڑے ہوئے تھے اور اب تو تیشی بھی ہاتھوں میں رجڑ اٹھائے حاکم علی کے سر پر کھڑا تھا اور حاکم علی مسلسل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اللہ بخش کی طرف دیکھ رہا تھا ڈر کے مارے اللہ بخش کو پسینے چھوٹ رہے تھے پھر اچانک حاکم علی گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔ اللہ بخش۔۔ حاکم علی کی اتنی دہشت دیکھ کر اللہ بخش تھر تھر کانپ رہا تھا اللہ بخش بولے

دکھائی دینے انہیں دیکھ کر احمد کو روحانی سی خوشی ملی وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کتنا اہم کام سرانجام ہو گیا ہے اور یہ سب بابا جی کی وجہ سے ہوا ہے اگر بابا جی ہمیں کچھ بھی نہ بتاتے تو ہو سکتا تھا کہ ان کے گاؤں تباہ و برباد ہو جاتے۔ بابا جی چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔

بیٹا تم کو مبارک ہو تم نے اس کا لی ڈائن کو ختم کر دیا ہے اب تمہارے گاؤں کو کوئی بھی خطرہ نہیں ہے آؤ اب یہاں سے چلتے ہیں تم آنکھیں بند کر لو میں تمہیں تمہارے گاؤں میں پہنچا دیتا ہوں احمد نے آنکھیں بند کیں تو اسے ایسے لگا جیسے ہوا اس کو لیے ہوئے اڑ رہی ہے کچھ ہی دیر میں وہ گاؤں جا پہنچے تھے آنکھیں کھولتے ہی اس کے سامنے وہ ویرانہ تھا بلکہ اس کا اپنا گاؤں چاند نگر تھا۔ جہاں امین اور رحمان اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے کالی ڈائن کو مارنے کی خبر ان کو سنا دی تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور جب اس نے سانول کے مرنے کی خبر سنا لی تو رحمان کی آنکھوں میں آنسو آگئے مگر اسے خوشی بھی تھی کہ چاند نگر اور پریم نگر ایک بہت بڑی تباہی سے بچ گئے۔ انہوں نے بابا جی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کی وجہ سے یہ سب ہوا ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

آج اس واقعہ کو چند سال بیت گئے ہیں اور چاند نگر اور پریم نگر کے درمیان وہ ندی سوکھ چکی ہے اور وہاں کافی آبادی ہو چکی ہے او ردو گاؤں ایک بن گئے ہیں اور اس کا ایک نیا نام رکھا ہے احمد کی شادی ہو چکی ہے اور ایک دن احمد بازار کی کام سے گیا تو اسے ایک ایسا

☆ ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے انجام کے پہلوؤں کو سوچ لو۔  
☆ زبان میں بڑی نہیں ہوتی لیکن یہ بڑی کوتاہی ڈالتی ہے۔  
☆ احق ہمیشہ وقت پوچھا کرتے ہیں جبکہ حائل اینا وقت آپ جانتے ہیں۔  
☆ پھول خوبصورت، پاکیزہ اور خوشبودار رہی لیکن اس کی جڑ پکڑ میں دی ہوتی ہے۔  
☆ دلیروں کے آنسو باہر نکل کر سوکھے نہیں ہیں بلکہ درختوں کے رس کی طرح اندر رہ کر درخت کو سربزدار بار آور کرتے ہیں۔

احسان احمد۔ بہادر پور

☆☆☆



اچانک دلاور علی بولا چاچا جان الہ  
جانوروں میں سے ایک بھینس اور دو چھڑے  
میں رکھوں گا پھر اچانک حاکم علی خان گرجتی  
ہوئی آواز میں بولا۔

اللہ بخش تیرے وہ تمام جانور اس وقت  
ہمارے قبضے میں ہیں اور حاکم علی تجھے اتنی درد  
ناک سزا دے گا کہ تیرے روح تک کانپ  
اٹھے گی۔

یہ بہت برا ظلم ہے جاگیردار صاحب آپ  
ادھر والے خوف سے کچھ ڈریے۔ اور مجھے  
میرے جانور واپس کر دیں۔

نہیں اللہ بخش یہ انہونی ہے ہمارے  
راستے تو بدل سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول نہیں  
بدل سکتے سن لیا تو نے اللہ بخش سکندر علی نے  
گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ بہادر علی۔

جی بھائی صاحب اس بوڑھے پر اتنے  
کوڑے برساؤ کہ یہ اپنی آخری سانسیں تڑپ  
تڑپ کر نکال دے حاکم علی کا حکم سن کر بہادر علی  
ہاتھ میں کوڑا لے آ گیا۔ اب میں اس حرامی کو  
یہاں سے کھائوں گا کہ آخری سانس تک یاد  
رکھے گا اتنا کہتے ہوئے بہادر علی نے ہاتھ میں  
پکڑا ہوا کوڑا سیدھا کیا اور اللہ بخش پر برسانا  
شروع کر دیا ردی کی شدت سے اس کے منہ سے  
چینیں نکل رہی تھیں۔

مجھے معاف کر دیں جاگیردار صاحب اللہ  
کے واسطے مجھے چھوڑ دیجئے۔

ایسا سوچنا بھی مت اللہ بخش یہاں غلطی  
کرنے والی کی سزا صرف موت ہے موت اتنا  
کہہ کر حاکم علی وہاں شے چلا گیا باقی کے تمام  
لوگ بھی ساتھ چل دیئے اللہ بخش کی بے بسی پر

تجھے تیری اس غلطی کی کیسی سزا دی جائے۔  
جاگیردار صاحب اگر کوئی انسان ہوتا تو  
آپ بھیتوں کی طرف جانے کی غلطی نہ کرتا لیکن  
وہ تو بے زبان جانور تھے جو غلطی سے آپ کے  
بھیتوں میں گھس گئے لیکن جناب غلطی میری ہی  
تھی جو میں اپنے جانوروں کا دھیان نہیں  
کر سکا۔ جس کے کارن آپ کے تمام کھیت  
برباد ہو گئے ہو سکے تو مجھے بوڑھے غریب پر  
ترش کھا کر میری اس غلطی کو معاف کر دیں  
ترس تو میں نے اپنے باپ پر بھی کبھی  
نہیں کھا یا تھا۔ تو پھر تو کسی کھیت کی مولیٰ ہے  
حاکم علی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا ہارا تانا نقصان ہوا  
ہے اور تجھے معاف کر دیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔  
تجھے تیری اس غلطی کی سزا ضرور ملے گی اللہ بخش  
سکندر علی نے اتنا کہا اور خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔  
چاچا جی یہ چھوٹے چاچا بالکل ٹھیک کہتے  
ہیں اسے اس کی غلطی کی سزا ضرور ملنی چاہیے  
دلاور علی نے اپنی پھیلی پرومکا جھاتے ہوئے کہا۔  
حاکم علی بولا کل کتنے جانور تھے اس  
بوڑھے کے جن کی وجہ سے ہمارے تمام کھیت  
برباد ہوئے ہیں تین بھینس دو گائے اور  
چار دو چھڑے تھے چاچا جی بختاور علی نے انگلیوں  
پر گنتے ہوئے کہا۔  
ہوں بہت خوب۔ اب وہ تمام جانور اس  
وقت کہاں ہیں۔

چاچا جی اس وقت وہ تمام جانور آپ کے  
سالے بہادر علی نے قبضے میں لے پھجھوڑے  
میں باندھے دیئے ہیں۔

ہاں بھائی صاحب آپ کے بھتیجے بختاور  
نے بالکل ٹھیک کہا۔ بہادر علی نے کہا۔





ہنسا ہوا شیشے پیچھے چل دیا۔ بہادر علی نے زور زور سے کوڑے برسائے شروع کر دیے پھر چند ہی منٹوں میں اللہ بخش زمین پر گر پڑا اور تڑپ رہا تھا لیکن اس نے کوڑوں کی بارش جاری تھی اللہ بخش کی دردناک چیخیں دور دور تک جا رہی تھیں اچانک ہی خولی کا دروازہ کھلا اور اللہ بخش خون میں لت پت پڑے ہوئے کپڑوں کے ساتھ گرتا سہلتا ہوا اندر گرا راجہ جو چوبلیے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی کھانا پکا رہی تھی پاپ کی ایسی حالت دیکھ کر بھاگتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔

بابا۔ بابا یہ کیا ہوا ہے تجھے تمہاری یہ حالت کس نے کی ہے اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی پھر صفراں بھی وہاں آگئی۔

راجہ یہ تمہارے بابا کو کیا ہوا ہے سرتاج کچھ تو بولیے اس گھر میں آہستہ آہستہ لوگ بھی اکٹھے ہو رہے تھے راجہ مسلسل رو رہی تھی صفراں جب کہ اللہ بخش کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

سرتاج کچھ تو بولیے تمہارے ساتھ یہ سب کس نے کیا ہے بڑی مشکل سے اس کی زبان نے ساتھ دیا اور اللہ بخش درد کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا۔

ہمارے جانور کو وجہ سے جاگیر دار حاکم علی کے تمام حکیت برباد ہو گئے ہیں جس کی سزا اس نے مجھے یہ دی ہے اور ہمارے تمام جانوروں پر اس ظالم نے ناجائز قبضہ کر لیا ہے اور تو انہوں نے مجھے اتنی بے دردی سے مارا ہے کہ اب میں ایک منٹ زندہ نہیں رہوں گاراجہ کی ماں۔

بابا بابا۔ اللہ کے واسطے ہمیں چھوڑ کر کبھی

مت جانا تمہارے سوا ہمارا ہے ہی کون۔

راجہ کی ماں میری اس بیٹی کا ہمیشہ خیال رکھنا ان آخری الفاظ کے ساتھ اللہ بخش کی آنکھیں بند ہو گئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں راجہ اور صفراں اللہ بخش کی لاش پر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں اور پھر کھڑے تمام لوگ بہتی آنکھوں سے یہ ماتم دیکھ رہے تھے لیکن ان لوگوں کو شاید ابھی تک سکون نہیں ملا تھا انہوں نے اس کی لاش کو دفنانا بھی گوارا نہ کیا اور اسے اٹھوا کر ایک ویرانے میں پھینکوا دیا جہاں کچھ دنوں بعد اس کے جسم کی ہڈیاں دیکھنے کو ملنے لگیں۔ اللہ بخش کے گھر لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا ان لوگوں میں موجود غلام رسول آگے بڑھا اور صفراں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اب رونے سے کچھ بھی نہیں ہوگا بہن اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا ہے لیکن ہاں تم جاہلو تو قانون کا سہارا لے کر اس جاگیر دار کو پھانسی کی سزا دل سکتی ہو ایسا کرنے میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں اتنا سن کر علم دین آگے بڑھا اور بولا۔

ارے جانے دیجیے میاں تم کو اس گاؤں میں کسی کے رشتے دار ہو اور یہاں نئے نئے آئے ہو تم شکل و صورت سے ایک شریف انسان لگتے ہو اور عزت دار بھی ہو اس لیے تم اس معاملے میں نہ پڑو تو اچھا ہے کیا مطلب ہے میں کچھ سمجھا نہیں۔

ذرا غور سے سنو اس گاؤں کا جاگیر دار جو سے ناں وہ بہت ہی بڑا ظالم ہے نام ہے اس کا حاکم علی۔ وہ ظالم غریبوں اور یتیموں کی زمینوں اور جائیداد پر ناجائز قبضہ کرتا ہے یہ تو اس کا پرانا

پٹہ ہے اور تو اور وہ جاگیر دار جب بھی چاہے کسی کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔

تو یہ گاؤں والے قانون کا سہارا کیوں نہیں لیتے غلام رسول نے پوچھا۔

ارے میاں ایسا کون بیوقوف ہے جو جان بوجھ کر حاکم علی کے خلاف قدم اٹھائے اس کے خلاف چلنے والے کو موت کے منہ میں جان بڑا ہے یہ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک نوجوان حاکم علی کے خلاف بولا تھا اس کے آدمیوں نے سرعام گاؤں میں اس کو پھانسی دے دی تھی اس کی لاش کو اسی طرح ویرانے میں پھینکوا دیا تھا جس طرح اللہ بخش کی لاش کو پھینکوا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اسی ڈر کی وجہ سے کوئی اس کے خلاف کسی قسم کا کوئی بھی قدم نہیں اٹھاتا اچانک صفراں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

اس گاؤں کے لوگ بہت غریب ہیں اور بے بس بھی ہیں ہم بھی ہیں ان ظالموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن آج بھی ہمارے دلوں سے یہی آواز نکلتی ہے کہ جس طرح وہ ظالم ظلم کرنے والے سے گناہ لوگوں کو مار رہا ہے ٹھیک اسی طرح اس کا ایک دن اس کا حال ہو۔ ایسا ضرور ہوگا اوپر والے کی لاشی بے آواز ہوئی ہے اور ہماری بد دعائیں ایک دن قبر بن کر ان ظالموں پر ضرور پڑیں گی۔

ادھر حاکم علی گول تکیے سے ٹپک لگائے کھل کھلا کر ہنس رہا تھا شیشی جو اس کے کندھے دبار ہا تھا بولا۔

کیا بات ہے حضور۔ آج آپ بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔

ہاں شیشی بات ہی کچھ ایسی ہے ہم جب بھی کسی مظلوم پر ظلم کرتے ہیں تو کسی کی جرات تک نہیں ہوتی کہ گاؤں کا کوئی آدمی ہمارے خلاف آواز اٹھائے وہ تو ہے نا حضور پر یہ تو بہت پرانی بات ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے گاؤں والوں کے دلوں میں آپ کا در بیٹھا ہوا ہے اور اس ڈر کا نام ہے حاکم علی۔ اتنا سن کر حاکم علی کے منہ سے ایک قہقہہ پھوٹ پڑا۔ اچانک اندر گاموں بھی آگیا۔

آپ کا غلام آپ کا خادم آپ کا نوکر حاضر ہے دیکھو گاموں۔ تم ہمارے بہت پرانے نوکر ہو اور ہمیشہ اچھی خبر ہی سنا ہے مجھے پوری امید ہے کہ آج بھی کوئی اچھی خبر سناؤ گے۔

نہیں سر دار صاحب آج اچھی خبر نہیں ہے بہت ہی خبر خیر ہے۔

کیوں کیا ہوا کون بد نصیب ہے جس کی موت آئی ہے۔ حاکم علی یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ اور غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہ روڈ کے ساتھ والی زمین جو ہے جہاں آپ بہت بڑی فیکٹری بنانا چاہتے ہیں دراصل مسجد کے مولوی حسین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس زمین پر مدرسہ بنانا چاہتے ہیں جہاں گاؤں کے بچے اردو اور دین کی تعلیم حاصل کریں گے۔

اس کہنے یہ بہت کہ ہمارے خلاف چل رہا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا اگلے ہی لمحے مولوی حسین کو دلا در علی اور بختا در علی پکڑ کر حاکم علی کے سامنے لے آئے۔

جاگیر دار صاحب یہ کیا مذاق ہے کیوں



مجھے یہاں لایا گیا ہے میرا کیا قصور ہے اچانک سکندر علی گرجی ہوئی آواز میں بولا کواں بند کر مولوی۔ ابھی تجھے پتہ چل جائے گا حاکم علی غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی مولوی کہ تو ہماری زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

ارے آپ نے تو اس زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور زمین نہ آپ کی ہے اور نہ میری ہے بلکہ وہ زمین سرکار کے نام ہے اور اب سرکار نے اس پر مدرسہ بنانے کا آرڈر مجھے دے دیا ہے یہ دیکھئے آرڈر کے کاغذات مولوی نے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیئے اور اب آپ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔

دیکھ مولوی اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو اس زمین کو بھول جاؤ ورنہ تجھے بچھٹانا پڑیگا۔ ارے زمین کو کیسے بھول جاؤں جہاں پر بہت بڑا مدرسہ بنانے کا خواب کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ اس زمین کو بھول جاؤں چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

میں اس زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا مجھے اپنی موت کی کوئی پروا وہ نہیں ہے آج میں مروت کا توکل کو تو بھی مرے گا۔

انتان کر حاکم علی نے زوردار تجھ پر مولوی کے منہ پر جزدیا اسی لمحے بہادر علی پٹرول کا گین لے کر آ رہا تھا حاکم نے اس کے ہاتھ میں پٹرول دیکھا تو جھٹنے ہوئے بولا۔

پٹرول کو کہیں اور لے جانے کی ضرورت نہیں ہے ادھر لایمیرے پاس اور اس مولوی

کے اوپر چھڑک دے اس نے ایسا ہی کیا اس نے اپنا رخ موڑا اور مولوی کی طرف ہولیا اور اس پر پٹرول چھڑکنے لگا۔ چھوڑو مجھے یہ کیا کر رہے ہو دلاور علی اور بختاور علی نے اسے پکڑ رکھا تھا اور سارا پٹرول مولوی پر چھڑکنے کے بعد تینوں اسے دور ہٹ گئے اور حاکم علی نے چاقی کی تیلی جلا کر مولوی کے اوپر پھینک دی دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا مولوی کی دردناک چیخیں فضا کو جرتے ہوئے دور دور تک جاری تھیں مولوی قشقل آگ کی لپیٹ میں جل رہا تھا اور اب وہ ظالم لوگ وہاں سے چلے گئے دیکھتے ہی دیکھتے مولوی کی لاش آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی اور اس راکھ سے اٹھنے والا دھواں آسمان کی طرف جا رہا تھا یکدم نہیں سے آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور تیز آندھی چلنا شروع ہو گئی اور زور زور سے درخت ہل رہے تھے اور بجلی بھی بار بار بڑک رہی تھی پھر اچانک طوفان کا زور ٹوٹا اور برسات شروع ہو گئی ادھر پانی دے پر موٹر سائیکل دوڑے بہادر علی چلا آ رہا تھا تیز بارش کی وجہ سے اس کے سارے کپڑے گیلے ہو چکے تھے اور موٹر سائیکل بھی بھیگ چکی تھی اچانک ہی اس کی موٹر سائیکل خود بخود درگ گئی اس نے کئی بار اشارت کی لیکن موٹر سائیکل اشارت نہ ہو سکی۔

لگتا ہے ٹینگی میں پانی چلا گیا ہے اس سالی کو بھی اسی وقت خراب ہوا تھا اس نے غصہ بھرے لہجے میں کہا اور ایک لات موٹر سائیکل کو ماری ادھر ادھر دیکھا تو بڑے زور شور سے بارش اور ساتھ آندھی چل رہی تھی بہادر علی

موٹر سائیکل کی تیلی ادھر ہلا رہا تھا اور آسمان پر بجلی بار بار کڑک رہی تھی اس لمحہ دور ہی سے لمبے ٹرنکے قد والا ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اس نے پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں اور قد نہایت ہی لمبا تھا یہ شخص لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آ کر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اس نے سامنے روڑ کی طرف دیکھا کہ بہادر علی اپنی موٹر بائیک کو اشارت کر رہا تھا درخت کے نیچے کھڑا وہ شخص جس نے جو بئی درخت پر اپنا ہاتھ رکھا تو یہ درخت آہستہ آہستہ گرتا ہوا موٹر سائیکل سمیت بہادر علی کے اوپر آ کر اس کے منہ سے جھج بھی نہ نکل سکی اور درخت کے نیچے دب گیا اس وقت بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں اس لمحہ وہ شخص بہادر علی کے سر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے لمبے لمبے ہاتھ بہادر علی پر رکھ کر آہستہ آہستہ اپنی جانب کھینچنا شروع کر دیئے اب بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ نکل رہی تھی اسی طرح دیکھتے ہی دیکھتے جب اس کے دونوں ہاتھ اس کے منہ تک آ گئے تو بہادر علی چنچا۔ اللہ بخش تم اس کے ہی اس کی آخری سانسیں نکل چکی تھیں اب بہادر علی مر چکا تھا۔ اس سائے کے منہ سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ اور پھر اس نے اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتڑیاں باہر کھینچ لیں اور قہقہے لگاتا ہوا غائب ہو گیا۔ اسی وقت یہاں پولیس کی گاڑی اور کچھ لوگ جمع ہو گئے پولیس اور لوگوں نے مل کر بہادر علی کی لاش پر سے درخت ہٹا کر ایک طرف کر دیا سب لوگ درخت ہٹانے کے بعد بہادر علی کی لاش

سائیکل تو بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور بہادر علی لاش سے خون بہتا ہوا بارش کے پانی میں مل رہا تھا انپکٹر نے اپنی ٹوپی اتار کر آسمان کی طرف نظریں دوڑائیں تو آسمانی بجلی بار بار کڑک رہی تھی ہوا اور بارش بھی مسلسل چل رہی تھی ٹھنڈی آہ لینے کے بعد انپکٹر بولا لگتا ہے اس کی موت تیز آندھی سے درخت گرنے کے کارن ہوئی ہے۔ لیکن اس کے جسم سے انتڑیوں کا نکلنا یوں لگتا ہے جیسے کوئی ایسی چیز نے اس کو مارا ہے جو درندہ ہو۔ اس کے چہرے پر خراشوں کے نشان ہیں اور جسم ایسے جیسے اندر سے اڑھیر دیا گیا ہے۔ تیس سر۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے قریب کھڑے حوالدار نے کہا۔

کرم داد۔ یس سراسر اس گاڑی میں رکھو۔

دو پولیس اس کی لاش کو لے کر گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ یکدم ان کو ایک آواز سنائی دی رکو۔ میری لاش کو لے کر کہاں جا رہے ہو اس کی اسے یہاں ہی رہنے دو تم ایسا نہیں کر سکتے لیکن وہ اس کی لاش کو گاڑی میں رکھ چکے تھے اور گاڑی بھی اشارت ہو چکی تھی بانی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے۔ واقعی میں مر چکا ہوں۔ بہادر علی کی روح جو ایک طرف کھڑی ان سب کو دیکھ رہی تھی پکار رہی تھی وہ سوئے گی۔ اب وہ ہر کسی کو پکار رہی تھی کہ رکو مجھے بھی ساتھ لے چلو لیکن کوئی بھی اس کی آواز نہ سن رہا تھا۔ پھر وہ پیدل ہی چل پڑا اور چلتے



جنت جب یہ روح ویران جگہ پر گئی تو اچانک اس کی نظر شمال کی طرف پڑی یہ دیکھ کر رک گیا کہ شمال کی طرف دے وہی سیاہ سایہ چلا آ رہا تھا پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا وہ شخص چلتے ہوئے بہادر علی کی روح کے پاس پہنچ گیا۔ روح نے یہ دیکھا کہ ان دونوں کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ وہ اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا یہ تو وہی ہے جس نے مجھے مارا ہے میری جان لی ہے مجھے دنیا سے دور کیا ہے اس کے لبوں پر قہقہے تھے وہ سایہ اس کو دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا جس طرح تم کو مارا ہے اسی طرح ان سب کو مار دوں گا جنہوں نے ظلمات کی انتہا کر رکھی ہے انہوں نے مجھے مارا ہے اور میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ ہاں میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ جنگل سے باہر کچھ گاڑیاں اور موٹر سائیکل وغیرہ کھڑے تھے اور اندر بڑی حیثیت والے لوگ بہادر علی لاش پر افسوس کر رہے تھے سکندر دلاور اور بختاورداس کی لاش پر چھوٹ چھوٹ کر رو رہے تھے منشی اور گاموں کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں اور رونے والے تو مسلسل اس کی لاش پر چھوٹ چھوٹ کر رو رہے تھے اسی لمحے دروازے کی چوکت پر ملک الموت آکھڑا ہوا اور سامنے لاش پر رونے والے لوگوں کی طرف دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے بولا۔

میں بار بار آؤں گا ایک ایک کر کے تم سب کی روح قبض کروں گا تم سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بہت ہی بھیا تک موت تم سب کو دوں گا۔

اتنا کہہ کر وہ سایہ وہاں سے چلا گیا۔

رونے کی آوازیں پورے ہال میں گونج رہی تھیں اچانک حاکم علی بھی یہاں آ گیا اور ان سب کو روتا ہوا دیکھ کر وہ غصہ سے بولا۔

بند کرو یہ رونا دھونا شیر ہو کر تم لوگ بزدلوں کی طرح روتے ہوئے مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے ہو زرا عقل سے کام لو اتنا کچھ سننے کے بعد انہوں نے رونا دھونا بند کر دیا۔ منشی جی۔

جی حضور اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے اور پھر کفن کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے دلاور علی کمرے میں بیٹھا کچھ رقم گن رہا تھا یکدم منشی اندر آ نکلا اور سامنے رقم گنتی ہوئی دیکھ کر اچھلے لگا چھوٹے جاگیردار صاحب منشی نے دھڑے سے پکارا اس نے سراٹھا کر سامنے دیکھا تو منشی اس کی رقم کو دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

اسے منشی کیا بات ہے۔۔۔ یہ بیوقوفوں کی طرح دانت کیوں نکال رہے ہو اس نے سری رقم اکٹھی کر لی چھوٹے جاگیردار صاحب اگر آپ برائے مانے تو ایک بات کہوں۔

ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

یہ اتنی ساری رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔

تیرے باپ کے گھر سے آئی ہے کیا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہو سکتی گدھا کہیں کا ایک دوں گا کان کے نیچے۔

ادھو اب غصہ ٹھوک دیں چھوٹے جاگیردار صاحب۔

اچھا ٹھیک ہے ٹھیک ہے مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کسے آئے ہو کوئی۔

ناگری صاحب آئے ہیں آپ سے ضروری کام کے سلسلہ میں۔

ناگری صاحب۔ اس نے اپنے دل میں نام دہرایا اور شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اچھا تم جاؤ اور اسے یہاں بھیج دو چھوٹے جاگیردار صاحب اتنا کہہ کر منشی اپنی انگلیوں سے پیسوں کا اشارہ کرنے لگا اس کا یہ اشارہ سمجھ کر دلاور علی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔

یہ لو اور جاؤ جا کر اسے اندر بھیج دو۔

یہ کیا صرف دس روپے اس نے دس روپے جھٹ سے واپس لے لیے اچھا ٹھیک ہے۔ دس روپے میں ہی گزارا ہو جائے گا منشی نے پھر سے وہ نوٹ لے لیا۔ اور وہاں سے باہر نکل گیا اس کے باہر جانے کے بعد ناگری صاحب اندر آ گئے۔

آئے ناگری صاحب آئیے دلاور علی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ارے بیٹھے رہو کیوں اتنی تکلیف کر رہے ہو اس کے بعد دونوں ہی آئے سامنے بیٹھ گئے ناگری صاحب نے اپنی جب سے بہت بڑی رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی اور دلاور صاحب یہ رہا پورا ایک لاکھ روپیہ رقم دیکھ کر دلاور علی کی آنکھیں چمکنے لگیں اب آپ اس رقم کو سنجال کر رکھنا اور باقی کا دو لاکھ روپیہ بعد میں دے کر وہ زمین اپنے نام کروالوں گا۔

ٹھیک ہے ناگری صاحب جیسے آپ کی

مرخی لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ آپ کو کچھ پرہیزے یقین آ گیا۔

ارے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ دلاور۔ آپ جیسا شریف اور ایماندار انسان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ مجھے آپ پر پورا یقین ہے۔

تو پھر ٹھیک ہے ناگری صاحب جب آپ باقی کا دو لاکھ روپیہ دے دیں گے تو اس وقت سرکاری کاغذات پر سائن کر کے وہ زمین آپ کے نام کر دیں گے دلاور نے کہا۔

اچھا اب مجھے اجازت دیں چلتا ہوں۔

ارے اتنی جلدی بھی کیا ہے بھئی چائے وغیرہ تو لی کر جائیں۔

دلاور صاحب میری چائے آپ برادھار رہی اگلی بار جب آؤں گا تو پھر پیوٹں گا اب مجھے ذرا دیر ہو رہی ہے ضروری کام ہے اللہ حافظ۔

اتنا کہہ کر ناگری صاحب چلا گیا اس کے جانے کے بعد دلاور علی چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک لاکھ کی رقم کو دیکھے جا رہا تھا جو باجال میں پھنس گیا ہے اتنا کہہ کر دلاور علی مارے خوشی کے قہقہے لگائے جا رہا تھا۔

ایک درخت کے نیچے کچھ گاؤں والے بیٹھے باتیں کر رہے تھے باتوں کے دوران ہی علم دین نے پوچھا بھئی فضل دین تم سناؤ اپنی بچی کے بیاہ کے بارے میں کچھ سوچا ہے کہ نہیں۔

ہاں بھئی بیاہ تو کرنا ہے اس کا لیکن ابھی وہ بچی ہے اٹھارہ سال کی عمر ہے اس ک یہ بھی کوئی عمر ہوئی ہے ابھی تو میں اس کو پانچ سات سال



اپنی نظروں کے سامنے رکھوں گا جی نہیں چاہتا کہ اپنے دل کے ٹکڑے کو کسی اور کے حوالے کر دوں اتنا سن کر علم دین کوئی جواب نہ دے سکا۔

فضل دین کی باتیں سن کر غلام رسول بولا بھی بیٹیاں ہر باپ کو پیاری ہوتی ہیں لیکن اس کو پانچ سال بٹھانے سے پہلے تم نے کچھ سوچا ہے کہ ہمیں کہ معاشرے والے کیا سوچیں گے فلاں گھر کی بیٹی ابھی تک جوان ہے دیکھنے والے تو یہی کہیں گے کہ لگتا ہے کہیں رشتے کی بات نہیں بن رہی طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ دیکھنے والے اس میں بدنامی کی ہی ہوتی ہے ماں باپ کی ہاں اور کس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں جب کسی گھر کی بیٹی جوان ہو جائے تو فوراً اس کا نکاح کر دینا چاہیے ورنہ جتنے ہی سال ماں باپ نے اپنی بیٹی کو بٹھایا تو اتنے ہی سال کا گناہ ان کے سروں پر سوار رہے گا جب میں نے بیٹی کی شادی کی تھی تو اس وقت اسکی عمر پورے سولہ سال کی تھی آج اس کی شادی کو چھ سال ہو چکے ہیں اور اب وہ بچی بچے کی ماں بھی ہے یہ بات میںیں اگر ختم ہو جاتی ہے۔

فضل دین تمام باتیں سننے کے بعد سب لوگ یہی کہنے لگے کہ غلام رسول کی بات بالکل ٹھیک ہے یہ ٹھیک کہتا ہے بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے اس کے بعد فضل دین کوئی جواب نہ دے سکا خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا غلام رسول بولا۔

اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے فضل دین۔ سب کچھ سننے کے بعد فضل دین بولا۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو غلام رسول میں کل ہی جا کر اپنے بھائی سے بیٹی کے رشتے کے لیے بات کروں گا۔ ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی کہ اچانک یہاں گاموں کا مڑا اس نے ہاتھوں میں حقہ اٹھایا ہوا تھا درخت کے نیچے یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور حقہ پھینچنے لگا گاموں کو دیکھ کر سب کے مود خراب ہو گئے ان سب کی کیفیت دیکھ کر گامو بولا۔

بھئی کیا بات ہے مجھے دیکھ کر تم سب کے مود خراب کیوں ہو گئے ہیں کیا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

اب آگے ہو تو خاموشی سے بیٹھ رہا ایک تو تم بولتے بہت ہو علم دین نے اتنا کہ کر سر جھٹک دیا۔ غلام رسول بولا۔

گامو کیا حال ہے تمہارا تمہاری طبیعت کیسی ہے اور کہاں سے آرہے ہو گاموں نے

حقہ کا ش لگایا اور منہ سے دھواں نکالتے ہوئے بولا۔

وہ ہیں ناں اپنے سردار حاکم علی۔ ہمارے تو نہیں تمہارے ضرور ہوں گے۔ علم دین نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور منہ دوسری طرف کر لیا۔

دیکھ علم دین تم خاموش رہو میں تم سے بات نہیں کر رہا۔ اچانک فضل دین بیچ میں بولا۔

دیکھو گامو تم اس گاؤں میں رہنے والے ہو س لیے تمہیں سمجھنا ہمارا فرض ہے یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اس گاؤں کا جاگیردار حاکم علی گاؤں والوں پر اتنا علم کرنا چاہتا ہے اور کئی بے گناہ لوگوں کو اسے موت کے

گھاٹ اتار دیا ہے اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی تم اس کے ہاں نوکری کرتے ہو۔ اچانک علم دین بیچ میں بولا۔

ارے یہ اس کے ہاں نوکری سے زیادہ ان لوگوں کی خوشامد کرتا ہے ملوے چاہتا ہے۔ لگتا ہے تمہیں موت کا مزہ چھکانا پڑے گا۔ جاگیردار سے کہہ کر اتنا سن کر فضل دین نے علم دین کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ارے گامو تم ایک دم غصہ ہی کر گئے ہو جانے دو اس غصہ کو غلطی ہو گئی ہے اس سے منہ سے ایسی بات نکال بیٹھا ہے۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے سمجھا دینا اس کو جب اگلی بار ملے تو سوچ سمجھ کر مجھ سے بات کرے اب گاموں خوشی سے مسکرا دیا۔ آخر ہم بھی تو کوئی عام آدمی نہیں ہیں۔ ہا ہا ہا۔ گامو خوشی کے مارے قہقہہ لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

دیکھا علم دین کیسے یہ اکڑ رہا تھا فضل دین نے کہا جب تک جاگیرداروں کا ہاتھ اس کے کندھے ہے یہ اسی طرح اپنی اکڑ دکھائے گا۔

ہاں علم دین تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ورنہ اس بزدل کے اسنے کتنا بھی بھونک پڑتا تو اس کی ٹانگیں کھنپنے لگتی ہیں علم دین چونکہ غلام رسول سے مخاطب ہو کر بولا۔

اس گاؤں میں آپ نئے نئے آئے ہیں۔ یہاں کے ماحول سے آپ ناواقف ہیں ایسے لوگوں کو منہ لگانے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہیے ہاں علم دین بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے بلکہ میں بھی یہی کہوں گا ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہیے کیونکہ یہ شخص ظالم جاگیردار کا بہت بڑا

تجربہ ہے ادھر کی بات ادھر کر کے گاؤں کے کسی نہ کسی شخص کو جاگیردار کے چال میں پھنسا دیتا ہے اور پھر وہ اس کے ہاتھوں بے گناہ مار دیا جاتا ہے فضل دین کی باتیں سن لینے کے بعد وہ غلام رسول بولا۔

پھر تو یہ گامو جاگیردار کا بہت بہت بڑا چغلی خور ہوا اچانک مسجد سے اذان کی آواز آنے لگی۔

لو بھی نماز کا وقت ہو گیا ہے چلے آپ لوگ بھی میرے ساتھ نماز پڑھتے۔

ہاں ہاں بالکل بالکل پھر علم دین اور فضل دین غلام رسول کے ساتھ چل دیے۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی موجود تھے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے نماز ادا کرنے کے بعد غلام رسول اپنے گھر آ گیا۔

یہ لیں آپ کے دولاکھ پورے ہو گئے ہیں ناگری نے دلا ور علی کو کہا اور غنڈات اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے دولاکھ ہاتھ میں پکڑ لیے اور ایک طرف چلا گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پستول تھا ناگری اس کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر کانپ گیا یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہی جو مجھے کرنا چاہا ہے اب ان پیسوں کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کا ٹھیک بھی ختم اتنا کہہ کر اس نے اس پر فائر کر دیا جس کی گونج پوری حویلی میں گونج گئی اس کی موت کے ساتھ ساتھ دلا ور علی کے قہقہے بھی گونج رہے تھے۔ ایک شراب کا گلاس اس نے اپنے حلق میں ڈالا اور منشی سے کہا کہ اس کی لاش کو ہمیں باہر پھینک دو وہ اس کی لاش کو لے کر باہر چلا گیا اور وہ شراب کے نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔



کہ اس کے سامنے ایک سیاہ سایہ آگیا۔ اس نے دلاور علی کو پکڑ لیا اس کی ہیبت ناک شکل دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا اس کے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے بعد اس کے حلق سے جینیں نکلنے لگیں لیکن ان چیخوں کو سننے والا کوئی بھی نہ تھا اس کی سانسیں سبھی جانے لگی اس کے سامنے وہ سب چہرے گھومنے لگے جن پر اس نے ظلم ڈھائے تھے۔ اس کے بعد اس کی لاش ایک جگہ فرش پر موجود تھی۔ سائے کے منہ سے قہقہہ بھوٹ رہے تھے اس نے اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اسی انتریاں باہر کھینچ لیں اور ان کو ہاتھ میں پکڑے قہقہہ لگائے جارہا تھا اور پھر قہقہہ لگاتا ہوا وہ غائب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس کے منہ سے وہی باتیں گوج رہی تھی میں ان خالوں کے لیے موت بن گیا ہوں ایک ایک کر کے سب کو مار دوں گا اور ایسی موت ماروں گا کہ ان کی موت کو دیکھ کر ہر کوئی کانوں کو ہاتھ لگائے گا میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ ہاں میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ اس کی موت پر حویلی میں کہرام برپا تھا۔ خود حاکم علی بھی آج رو دیا تھا۔ کفن پہنے دلاور علی بالکل اکڑا ہوا تھا۔ پورا کفن اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا ایک خوفناک خاموشی وہاں پھیلی ہوئی تھی اس کو دفنایا گیا۔

یہ کون ہو سکتا ہے جس نے میرے دو پیاروں کو مارا ہے میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اس کا خاتمہ کر دوں گا لیکن وہ اندر کرے میں کیسے ہنس جاتا ہے وہ کسی کو نظر کیوں نہیں آتا ہے۔ حاکم علی ایک جگہ انہی سوچوں میں گھویا ہوا تھا اور پھر یکدم اس کو خیال

خونفاک سایہ

گلاس ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے وہ اب تک نین گلاس شراب پی چکا تھا اور اب چوتھا تھا جو وہ پکڑے ہوئے تھا کہ اس کو اپنے سامنے ایک سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس نیچے گر کر کرسیوں میں بٹ گیا۔ اس نے بھاگنا چاہا لیکن سایہ نے اس کی گردن پکڑ لی اور دیوار کے ساتھ دے مارا۔

اور چہرے پر سے نقاب ہٹا دیا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اس کے بعد وہ کچھ بھی بول نہ سکا سایہ نے اس کو بولنے کا کوئی بھی موقع نہ دیا اس کی سانسیں رک چکی تھیں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں پیٹ پھٹا ہوا تھا اور فرش

اس کے خون سے تر تھا۔ وہ سایہ غائب ہو چکا تھا۔ دوسرے دن پھر حویلی میں کہرام برپا تھا سکندر کی موت نے سب کو افسردہ کر دیا تھا۔ بختاور علی پر ایک سکتہ طاری تھا اس کو بول لگ رہا تھا کہ کوئی اس کو مارنا چاہتا ہے اس کو حویلی سے خوف آنے لگا اس کو ہر طرف وہی سایہ دکھائی دے رہا تھا جو موت بن کر ان کے اوپر ناج رہا تھا۔ وہ کون تھا کوئی بھی نہیں جانتا تھا ہاں اگر کوئی جانتا تھا تو وہ مرنے والا ہوتا تھا وہ بھی اس کو آخری پار دیکھتا تھا اس کے بعد اس کی سانسیں رک جاتی تھیں۔

بختاور علی میں اب بھی کہتا ہوں کہ لوگوں پر ظلم کرنا چھوڑ دو ورنہ تم بھی ویسی ہی موت مرے جیسے تمہارے پچھلے مرے ہیں فضل دین نے حویلی کے گیٹ کے سامنے بختاور علی کو پریشان دیکھ کر کہا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔

تمہاری ہی ہمت کہ تم مجھے ایسا کچھ ہو میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تم کو بھی ایسی ہی موت

خونفاک سایہ

ماروں گا جیسی موت علم دین مرا ہے۔ پھر کیا تھا رات ہوتے ہی اس کے آدمی فضل دین کو اٹھا کر حویلی لے آئے اور اس کو ایسی موت مارا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اس کو مارنے کے بعد اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی موت ہونے والی ہے۔ وہ بھی اس سایہ کے ہاتھوں مرنے والا ہے جس نے میرے بھائی اور چاچا کو مارا ہے۔ یہ میں نے کہا کر دیا ہے وہ ڈرے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اس کو کچھ بھی نہ ہوا دو دن تک وہ سو نہ سکا۔ موت کا خوف اس پر پوری طرح سوار تھا اور موت بھی اس کے سر پر منزل لاری تھی وہ اپنے بستر پر موجود تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور پھر اس کو ایک سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی وہ چیخنے والا تھا کہ اس نے اس کے منہ میں ہاتھ ٹھونس دیا نہیں بختاور علی نہیں اب تو کچھ بھی بول نہیں سکے گا تیرے زندگی کا بھی کھیل ختم ہو گیا ہے تو بھی ویسی موت مرے گا جس طرح دوسرے مرے ہیں ایک ایک کو مار دوں گا۔ اتنا کہہ کر اس نے اس کی سانسیں کھینچ لیں اور وہ ترپ گیا اس کے بعد اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتریاں باہر کھینچ لیں۔ پورا بستر اس کے خون سے سرخ ہو گیا۔ اس پر اس کی مردہ لاش پڑی ہوئی تھی اس کی موت کے بعد حاکم علی ٹوٹ کر رہ گیا۔ جبکہ گاؤں والوں میں خوشی کا جشن تھا وہ بہت خوش تھے اور ان کے چہروں پر رؤفیں ابھر رہی تھیں جس طرح حویلی والے گاؤں والوں کی موت پر قہقہہ لگتے تھے اسی طرح گاؤں والے بھی ان کی موت پر قہقہہ لگ رہے تھے حویلی میں ایک کہرام برپا تھا حویلی



تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا ساگر کا  
غریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی  
محمد ایوب ساگر، مکن پور

### غزل

سرت مرے چہرے سے عیاں ہوتی ہے  
ہیری جاں بھر تو کیوں پریشان ہوتی ہے  
آزمائش میں ہی اے میری دوست  
خلوص محبت کی حقیقت عیاں ہوتی ہے  
ہجر کی کڑی راتوں میں ہی اکثر  
دل کی گہری ہراساں ہوتی ہے  
فراق میں بیٹا تو مشکل ہے بہت  
فراق میں موت والی بات لیکن آسان ہوتی ہے  
جب جیسے سے ہی آتا جائے ظاہر  
تب زندگی کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتی ہے  
ظاہر شہید راولپنڈی

### کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا  
تو بڑے پیار سے پاؤں سے بڑے ہان کے ساتھ  
اپنی نازک سی گلائی پر چڑھاتی مجھ کو  
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں  
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھمائی مجھ کو  
میں تیرا ہاتھ کی خوشبو سے بہکا جاتا  
جب بھی موڑ میں آکر چوما کرتی  
تیرے ہونٹوں کی صحت سے میں دیک سا جاتا  
رات کو جب بھی تو نیندوں کے سر پر جاتی  
مر رہی ہاتھ کا اک کنگی بتایا کرتی  
میں تیرے کان سے لگ کر کئی باتیں کرتا  
تیری زلفوں کو تیرے گال کو چوما کرتا  
جب بھی تو بند تبا کھولے لگتی جاناں  
اپنی آنکھوں سے تیرے حسن کو فخر کرتا  
مجھ کو چناب سا دھکا تیری چاہت کا نشہ

### جیت گیا ہوں

اے بس ہو کر دل ہاتھوں میں نے سوچا  
آج میں اس کو خون کروں گا  
اور کہوں گا میں نے تم کو لاکھ بھلایا  
لوں دل سے نام تمہارا لاکھ مٹایا  
لیکن جاناں بچ پوچھو تو  
دل کے ہاتھوں ہار گیا میں  
آؤ اب کی بار میں تو مر کر پھنوس  
نہر اس کا ڈھل کر کے نہیں  
اس کے زہر سے لہجے کی پیلوں میں بھی  
جب نہیں ٹوٹی دھڑک دھڑک کے دل بھی چلا  
کچھ تو بولا اب تو کھولو  
کچھ بھی نہ کہہ کر اپنے دل سے بالا آخر میں جیت گیا ہوں  
سید ظاہر شاہ، بلوچستان

### میری قسمت کہاں تھی

تو چاہے مجھے ایسی قسمت کہاں تھی  
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی  
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا  
میرا حال جانے یہ قسمت کہاں تھی  
میری چاہتوں کی تجھے کیا خبر ہو  
تو سوچے مجھے تیری فطرت کہاں تھی  
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کہے  
میں پالوں ایسی تجھے یہ سعادت کہاں تھی  
جو بن جاتا میرا کہیں  
بھلا ایسی اپنی یہ قسمت کہاں تھی  
جسے میں کر تو نے نگاہیں بیکار  
تجھے تھا میرا حکایت کہاں تھی

کی عورتیں بھی کانپ کر رہ گئی تھیں وہ جانتی تھی  
کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جو جو  
حویلی میں ہوتا تھا وہ سب دیکھتی تھیں لیکن کسی  
میں ہمت نہ تھی کہ وہ ان کا راستہ روکتی۔ بلکہ ان  
کے دل بھی سخت ہو گئے تھے وہ بھی ظلم میں  
برابر کی شریک تھیں۔ حویلی سنان دکھائی دینے  
لگی حاکم علی خاموش خاموش رہنے لگا اسے  
معلوم ہو گیا تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اس کا  
انجام بھی پاتے جا رہے ہیں۔ ایک رات وہ  
اپنے کمرے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ اس کو  
یوں لگا کہ جیسے اس کے کمرے میں کوئی آیا ہے  
وہ ڈر گیا ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو کچھ بھی  
دکھائی نہ دیا لیکن پھر اس کو یوں لگا کہ کوئی اس  
کے کمرے میں ہے اس نے دیکھا تو ایک طرف  
اس کو اللہ بخش دیوار کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا۔  
اللہ بخش تم۔ تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس  
کے منہ سے ایک۔ تہتہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے  
مار دیا تھا میں مرا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں  
کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔  
جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے  
بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں  
کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ  
میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں  
گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے  
ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ  
اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں  
کر سکتے۔ وہ کانٹے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش  
کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی پیٹ میں لے  
چکے تھے اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔  
دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا ہونے لگا تھا

### اے کاش! کہ ایسا ہو جائے

اے کاش!	کہ ایسا ہو جائے
جسے	تم نے
جسے	تم نے
وہ شخص	تمہارا ہو جائے
تم جس سے محبت کرتے ہو	جیتے مرتے ہو
جسے دیکھ کر جیتے مرتے ہو	دیتے ڈرتے ہو
وہ شخص	تمہارا ہو جائے
وہ جس کی یادوں میں کھو کر	یادوں کرتے ہو
تم وقت گزارا کرتے ہو	میں کھو کر
وہ جس کی باتوں میں کھو کر	سکھاتا کرتے ہو
تم خود سے سکھاتا کرتے ہو	راتوں میں
ان تمہارا کھاتا کرتے ہو	پکارا کرتے ہو



میں تیری روح کے لٹن میں مہلک رہتا  
میں تیرے جسم کے آگن میں ٹھک رہتا  
کچھ نہیں تو میں بے نام سا بندھن ہوتا  
کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا ٹکٹن ہوتا  
وہی شاہ گجرات

## سنو آفرین

سنو آفرین سنو آفرین  
تم جہاں بھی جاؤ  
جہاں بھی ٹھہرو  
پاؤں زمین کے آخری  
کونے کی جانب نکل جاؤ  
اور بے شک تم مجھے بھول جاؤ  
مگر اتنا یاد رکھنا آفرین  
تمہارے سارے خوابوں کو  
میں زمین کی پناہ گاہوں  
میں محفوظ رکھوں گا  
تمہاری ساری باتوں کو  
تمہارے سنگ پیٹھوں کو  
تمہاری ساری یادوں کو  
دل کے پاس رکھوں گا  
سنو آفرین سنو آفرین  
میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا  
ہاں تمہیں یاد رکھوں گا

عابد محمود عالمی، راولپنڈی

## کلام

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا  
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ  
ہے جتنو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں  
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں  
رج اور رج بھی تنہائی کا  
دقت آ پہنچا میری رسوائی کا  
بہت ہی خوش ہوا جانی سے مل کر  
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں  
ارامی، تنہا گم نے منزل کو چلایا

ہم ٹھنڈا جس کارواں رہے  
دیر کو اپنی موج کی طغیانوں سے کام  
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے  
فیض اللہ خان، گجرات

## غزل

خواہش تھی کہ مجھے سدا بہار کی مانند  
جیون ملا ہمیں راہ پر خار کی مانند  
ہم شدت گناہ سے بھی محروم ہی رہے  
احساس گناہ بھی تھا گناہ گار کی مانند  
ہم جن کے لئے جان بھی لانے کو تھے تیار  
وہ مول چکاتے ہیں خریدار کی مانند  
پھر وہ پتھر آتے تھے اک آس نئی لے کر  
ناکام و نامراد ہیں ہر پار کی مانند  
خطر کی بساط کے مہرے کا حق نہیں  
رکھے وہ سوچ شہ و شہسوار کی مانند  
تھیں ظاہری غنائی ہمدردیاں تیری  
اصلی و ارنج لوگوں کے انکار کی مانند  
اس دل میں تیری خوشیوں کے سامان بہت ہیں  
اک ٹک گلی کے چھوٹے بازار کی مانند  
پھولوں کی تو فطرت میں سکون دینا لکھا ہے  
تو پھول ہے تو کیوں مچھتا ہے خار کی مانند  
راضی تھے ظاہر نے دیکھا نہیں کبھی  
تو بھی خفا ہے طالع بیدار کی مانند  
ظاہر و مبہین، شاہ صادق ہنگ

## ایک اہم اعلان

ہماری گزارش ہے آج کل بزرگوں اور سرداروں سے  
اور خاص کر کے بچوں سے  
یہ بات واضح اور صریح ہے اور سب دنیا کو پتہ ہے  
کہ چھان لوگ لڑکیاں بچہ رہا ہے  
اور مناسب قیمت بھی نہیں بے انسانی شروع ہے  
اور خود آپ کو چھان کہتے ہیں  
چھان کا مطلب یہ نہیں کہ عزت بچہ  
چھان کا مطلب یہی ہے غیرت اور ایماندار ہونا  
غریب آدمی کو شہی بھی نہیں ملتا ہے  
اس لئے کہ غریب آدمی کے ساتھ روپے نہیں ہے

غریب آدمی گھر کے آٹے پر مجبور ہے اور کس اس سے تین  
لاکھ روپے مانگتے ہیں کہاں سے لے آئے تین لاکھ روپے  
بے روزگاری بہت ہے اس کے خود کشیاں شروع ہے  
ہر انسان خوشی کرنے پر مجبور ہے  
بزرگوں، سرداروں و راسوچ لوگوں بھی وقت ہے  
چاند کمر و درواں چھوڑ دو لڑکیاں بچہ تاجے غریبی ہے  
ہر آدمی بچانوں کا بھی شکایت کرتا ہے برائے مہربانی ذرا  
سوچ لو

## آزاد نظم

تم نے اپنی چاہتوں کا اقرار مانگا ہے  
تو سنو  
دل کے بے چہرے بے انگار کسے تاج نہیں ہوتے  
یہ وہ ہنر ہے ہیں جو گنہگار  
آنکھوں میں چمکتے ہیں  
ہوتوں کے نرم گوشوں میں رہ کر  
دل میں بستے ہیں  
تم مجھ میں اس طرح سائے ہوئے ہو  
کہ جیسے پھول میں خوشبو، تاروں میں چمک  
تلی میں رنگ  
میرا تمہارا رشتہ انوشہ رشتہ ہے  
جسم و جان کا جو بزار ہے تو زندگی  
اور نوٹ چائے تو موت  
ہاں صرف موت  
ظاہر مبہین، چیلپالوالا ریشی

## ہم مانگتے ہیں

یہ کل وہ مہر کیس نے پہلے مانگتے ہیں  
حکومت سے شکوہ ہے ہمارا ہر ترازو کا مل مانگتے ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
نہ مہری، نہ کس کے عاشق سریت کی ظاہر شکل مانگتے  
ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
دکھاؤ نہ کاغذ کے پھولوں کا جنت کھلے اہل مانگتے ہیں  
نفاذ نظام کامل مانگتے ہیں

محاورے ملاں نوں سنگا کچھ کر عکس ان ان سے وصل مانگتے  
ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
رشتوں کا آج کل طریقہ زکوٰۃ ہے کھلا کر شریعت کامل مانگتے  
ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
یہ سنیوں کا مجمع یہ سنیوں کا لشکر، میں واحد نہیں گل کے گل  
مانگتے ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
حکومت کی جتنو ہم بھی خدا سے  
حسین ابن حیدر کا دل مانگتے ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں  
درویدوں، مشیروں کے حق میں سرور خدا سے عقل مانگتے ہیں  
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں

## رحمت بیکراں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے  
کوئی مایوس سا بندہ  
جب تابعدار ہوتا ہے  
مسئلہ استیلاؤں سے ٹھک کر  
برائے ہی زور سے فریاد کرتا  
چنچا اور بلبلاتا ہے  
کہ جیسے وہ زمیں پر  
اور خدا ہوا آسمانوں میں  
تو اس کی رحمت بیکراں کو جوش آتا ہے  
برائے نزدیک سے  
وہ ہلے ہی پیار سے  
اور  
رحمت بھری مسکان ہے  
اس کو چھو کر اس کی بات سنتا ہے  
کہ فریاد کی کوئی بیج کی شمت  
صدائی ہے جتنی پر  
ندامت ہوئے گی ہے

سجاد اکبر، صادق آباد



سرط

جانا تم مجھ سے اس قدر  
خفا کیوں ہو بلبل  
فرشتوں کی سی پاکیزہ حیات  
کو کھیل مست بناؤ  
تم نے کیسے یہ فرض کر لیا  
کہ

میں نے تمہیں پھوڑ دیا ہے  
تم نے آخر کیوں سوچ لیا  
کہ میں تمہیں بھول گیا ہوں  
کبھی سنا ہے کہ کوئی شخص  
سانس لیتا بھول گیا ہو  
ہاں میں تمہیں بھول سکتا ہوں  
میں تمہیں اپنے آپ سے جدا کر سکتا ہوں  
لیکن ایک شرط ہے  
پہلے تم مجھے  
چاندنی کو چاند سے  
خوب ہو کو بھول سے

اور

سائے کو شجر سے جدا کر کے دکھاؤ

سایا بلال ہو، صادق آباد

غزل

شکوہ کروں تو کس سے کروں اپنے ہی روئے گئے  
دل ساتھ لیکن ارمان ہی روئے گئے  
تو ملے نہ ملے یہ غم نہیں لیکن  
جدائی میری قسمت میں آئی تم کیوں روئے گئے  
کیسی عجیب داستان ہے میری  
سننے والے بہت ساتھ دینے والے روئے گئے  
کہتے ہیں ہوتے ہیں خریدار حسن والے  
ہم بکتے بکتے نہیں پھر خریدار اللہ گئے  
محمد رمضان رضا کوٹلی

غزل

زخمہ رچتے ہیں خود آگاہ دل آرزو ہیں  
سکراتے ہوئے پھولوں کی طرح خاروں میں  
چاند تاروں سے ملا میں تیرا چہرہ کیسے

یہ سس چاند میں دیکھی نہ کبھی تاروں میں  
مول ہوتا ہے جلا تختہ دل کا کوئی  
ہے وہ چیز یہ جو بکٹی نہیں بازاروں میں  
چند شاموں کی ملاقات بھلانے کے لئے  
کتنی شامیں برباد ہوتی میری بہادری میں  
کو ستایا ہے اسی نے ہمیں سب سے بلا کر  
سب سے پیارا نظر آتا ہے وہی پیاروں میں  
تہا صاحب اللہ کو کھر، ماٹھی پور

بن بادل

وہ میرے بن بادل کے  
میرے دل کی پیاسی زمین پر  
نہ جانے کیسے قرار کیا  
میرے دل کو اس کے وعدے پر  
تاریکی تو میرے مقدور میں تھی  
شع بل گئی زندگی میں تمہارے آنے پر  
جس آشیانے پر رہتے ہو تمہارے وقت  
تمہاری اب ختم ہو گئی اس کے قدم رکھے

تہا صاحب اللہ کو کھر، ماٹھی پور

بارش کی آواز

بارش کی آواز کو سن کر  
بچروں کی آغوش میں سہمی شامیں جھوٹے لگتی ہیں  
گرد ملاں میں لپٹنے جاگ اٹھتے ہیں  
اور ہوائی جینوں میں سرگیشاں جھوٹے لگتی ہیں  
کھڑکی کے شیشوں پر بس دم پہلی پوندیں پڑتی ہیں تو  
بارش کی آواز گھروں میں خوشبو بن کر درآتی ہے  
دنیا کے بے انت دکھوں اور اندیشوں کی  
ازنی مٹی پختی ہے اور  
تجھے دلوں کی اٹلیوں میں چھبیں پٹے لگتی ہیں  
راہیں چلتی لگتی ہیں  
بارش کی آواز کو سن کر  
سینوں کے آگن میں رکھے ہو چھ کی ڈھیری  
ہولے ہولے کتنی سے تھیں سانس بکھی ہو جاتی ہیں  
مہم کی آواز میں جیسے سب آواز میں کو جاتی ہیں  
بارش کی آواز سن کر

ماٹھی پور

پہلوں کی دھیر سے اپنے پر پر یہ خواب اٹھاتے

غزل

وہ دیتے رہے سزا بھی جدائی کے ساتھ  
ہم کرتے رہے وفا بھی رعنائی کے ساتھ  
کریں بجز کاشکوہ تو کس سے کریں یہاں  
ب لوگ غمزدہ ہیں پھر سودائی کے ساتھ ساتھ  
کچھ یوں اپنے زخموں کا علاج کیا ہم نے  
بہرہ ریز کے جام پیتے رہے دوا کے ساتھ ساتھ  
آنکھوں نے اسی طرح ان کا ذکر کیا اسے دوست  
نہیں بھی لے گیا وہ چٹائی کے ساتھ ساتھ  
لکے ہو اسے لیز وہ بھی رنگ نہ لائے  
ناحق خون بہایا سیاحی کے ساتھ ساتھ  
ہماری زندگی کایوں خاتمہ کیا کونوں نے  
کہ دیتے رہے زہر بھی دوائی کے ساتھ ساتھ  
کتنا خوش نصیب شخص وہ ہے اسے منہ  
جو دلی میں لیکھا شہنائی کے ساتھ ساتھ  
فضل عباس مشو، بکرات

غزل

آتش شوق میں جل جانے مگر افسانہ نہ کرے  
ذکر محبوب ہی عاشق کی زماں ہوتا ہے  
ہم بہادری کی تمنا میں بہت ڈھوڑ چکے  
جس کو دیکھا وہی اندر سے خزاں ہوتا ہے  
میر پیارے میں کبھی سوچ کبھی غرور تو کد کد  
جیسے میں یوں کبھی ہے نام و نشان ہوتا ہے  
غم کا افسانہ جو چپ رہ کر بیان ہوتا ہے  
دل پر احساس محبت بھی ان ہوتا ہے  
محمد کامران ریاض، بمبئی

غزل

ان کی کلی سے گزر گئے تو محبت ہو جانے گی  
اگر وہ سامنے آئے تو قیامت آجائے گی  
ان سے کہہ دو کہ ہماری کلی سے نہ گزرا کریں  
جب ہم ان کی کلی سے گزر رہی گئے وہ ہم سے گھر کریں  
ان سے کہہ دو کہ سامنے نہ آیا کریں ان سے  
محبت ہو جانے کی جب وہ ہمیں دیکھے گے تو گھاکریں

جب وہ ہمارے نزدیک آئے گے تو ہم ان کو  
آنکھوں کی تعریف کریں گے جب آنکھ  
مد سے زیادہ چاہے گے جب ان کو  
پتہ چلے گا تو وہ ہم سے گھر کریں گے  
ان سے کہہ دو کہ وہ ہماری کلی سے نہ گزرا کریں  
صائمہ نوین، ڈنگہ

غزل

کھلوتا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو  
مجھے اس حال میں کس کے سہارے پھوڑ جاتے ہو  
اللہ کا واسطہ دے کر منا لوں دور ہو لیکن  
تمہارا راستہ میں روک لوں مجبور ہوں لیکن  
کہ میں چل بھی نہیں سکتا اور تم دوڑ جاتے ہو  
میرے دل سے نہ لو بدلہ زمانے بھری باتوں کا  
غیر چاؤ ذرا سہمان ہوں میں چند راتوں کا  
چلے جانا کس لئے نہ موز جاتے ہو  
او کھلوتا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو  
نوشاہ الیشکر مشور، کوٹلی

غزل

وفا جن سے کی ہے وفا ہو گئے  
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے  
جو کہتے تھے ہم کو صدا ہیں تمہارے  
زمانے میں سب سے جنہیں ہم تھے پیارے  
وہی آج ہم سے جدا ہو گئے  
میر پیارے میں کبھی سوچ کبھی غرور تو کد کد  
وہ اتنا بتا دیں کبھی یوں آگے  
لا ہے انہیں کیا ہمیں یوں مٹا کے  
خلا کیا تھی جو خفا ہو گئے  
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے  
میرے سامنے بھی اگر اب وہ آئیں  
نہ دیکھیں گی ان کو یہ بے بس نکاہیں  
وہ جن کے لئے ہم فنا ہو گئے  
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے  
نوشاہ الیشکر مشور، کوٹلی

راستوں کی مرضی ہے



بے زحان ماضی کو  
جس طرف بھی لے جائیں  
راستوں کی مرضی ہے  
سب نشان تزیروں پر  
بدگمان شہروں میں  
بے زحان ماضی کو  
جس طرف بھی بھٹکائیں  
راستوں کی مرضی ہے  
روک لیں یا بڑھنے دیں  
تھام لیں یا گرنے دیں  
وصل کی لکیروں کو  
توڑ دیں یا ملے دیں  
راستوں کی مرضی ہے  
اجنبی کوئی کسی  
بہتر بناؤ ایں  
ساتھ چلے والوں کی  
راکھ بھی اڑاؤ ایں  
یا سافتن ساری  
خاک میں ملاؤ ایں  
راستوں کی مرضی ہے

بہتر تھا، داس روڈ سکر  
میں تیرے پاس رہوں گا ایس  
میں ہوں درخت اور خندنی چھاؤں ہو تم میری  
چاندنی ہو تم میری

### غریب ہونے میں

اک دور سا افسانہ ہے میرے سینے میں  
جیسے بھلا نہ پاؤں گا میں کئی مہینے میں  
اب نہیں ہے مزہ میرے جیسے میں  
کیا حرج ہے پھر میرے جیسے میں  
ہم رکھتے ہیں خواہش جن کے اپنے میں  
وہ رستے ہیں اتنا ہی غم کے لئے میں  
دل میں اک طوفان ہے بہت جہاں پہنچے میں  
وہ دہکی داستان ہوں میں نہیں جیسے کوئی سینے میں  
تکلیف ہوتی ہے بہت ہی یہ راز کہیں میں  
کہ وہ چھوڑ گیا ہے میرے مقدور غریب ہونے میں  
بہتر تھا، داس روڈ سکر

### غزل

تم سے دل لگا کے ہم خلا کر بیٹھے  
اب ہوش نہیں اپنا ہائے کیا کر بیٹھے  
چاند سا چہرہ اور دلکش ادا میں  
انہی اداؤں پر ہم دل اپنا لٹا بیٹھے  
معلوم ہے مجھے میری بن نہ سکوگی  
پھر بھی کچھ سوچ کر آس لگا بیٹھے  
بیار تو ملا لیکن جدائی بھی مل گئی  
ہائے اس بیار میں خود کو فنا کر بیٹھے  
زائد ایسی مریض ہوں میں جس کی کوئی دوا نہیں  
یہ مرض محبت کا کیوں خود کو لگا بیٹھے  
حقیقت زہد، سیر

### غزل

وہ خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے  
جو لوگ محبتوں کے اساس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے  
جن کو ماننا ہی نہیں ہے دل، وہی لوگ میرے ہیں ہم سزا  
مجھے ہر طرح سے جو اس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے  
جن کو کہ نہ کسی میں قبول، وہ شریک رہ سہ ہوئے  
جو طلب میری آس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

جی ایچ فاطمہ

### کیا لگتی ہو تم میری

نہیں معلوم کیا لگتی ہو تم میری  
کبھی احساس ہوتا ہے زندگی ہو تم میری  
نہیں لگتا میرا دل یاد خدا میں  
کچھ دنوں سے بندگی ہو تم میری  
مجھے زندگی کی کیا ضرورت ہاں کیا ہے ضرورت  
میری مسکراہٹ اور خوشی ہو تم میری  
میں جس کے لئے اندھیروں میں بھٹک رہا ہوں  
اللہ کی قسم وہ روشنی ہو تم میری  
تجہداری خاطر نہیں کہ جان دے دوں گا  
میری محبت اور عاشقی ہو تم میری  
ہم محبت کی بلندیوں پر پرواز کریں گے

برہنہ لوگوں کے قریب تھے میری جاہ تھے میری آس  
تھے تم مجھے رات کا جلا ہوا جنگل کر دو  
برا خواب تھے وہ جو روز شب میرے پاس تھے  
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے  
بے نام، لاپتہ

### غزل

کب تک اس کے خیالوں میں زندگی گئی کی  
شبہاں کجی جب تو رفتی سانس بھی سرٹنے کی  
اس وقت کیا بیٹے گی میرے دل پر رزاق  
فہمی خوشی سے جب اس کی ڈولی اٹھنے کی  
سوچتا ہوں وقت میرے مجھ کو سہارا دے گا  
میرے ارمانوں کی جب بارات لے لے گی  
وہ مجھے نہ بھی مل سکا تو دعا دوں گا  
دنا میرے صبر کے قصے کر لے سننے کی  
روز نکل جاتا ہوں بکھرے پتوں کی طرح  
مجھے دیکھ کر شاید وہ کچھ تو کہے گی  
شام و سرور تباہوں یہ سوچ کر ساجد  
میری زندگی کی شمع جالتے کہاں مجھے کی  
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ  
چاند کی طرح تنہا ہوتے ہیں  
کوئی خیال آئے تو تب سوچتے ہیں  
خوش خیالی میں جاتے خود کو  
آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ملتا  
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں  
مرزا صاحب شریف، بھولال

### غزل

جیون کے سحر میں راہی تھے ہیں بچھڑ جانے کو  
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تیرا پانے کو  
وہ رو کے اپنی راہوں میں گھومتا پڑا اک اپنے کو  
میں نہیں ہے انہی راہوں میں اپنا تھاک بچانے کو  
اپنے ساتھ نہ گزریں گے ہم لیکن راہی تھا کی  
دہرائی رہے گی برسوں بھولے ہوئے نشانے کو  
تم اپنی دنیا میں کھو جاؤ پرانے بن کر  
کی پائے تو ہم جی میں گے میرے کی سزا پانے کو  
ظاہر تھی، چلیا نوالہ راشن

### غزل

مجھے ترک تعلق سے وفا نہیں روک لیتی ہیں  
منا کر روٹھ جانے کی ادا نہیں روک لیتی ہیں  
بچھڑنے کے دور میں تم سے کب کی جا بھگتی ہوتی  
مگر پھر لوت آؤ کی صدائیں روک لیتی ہیں  
وہ میرے کام ہوا کے سنگ سندے بھیجتا ہو گا  
میں سمجھتا ہے تل بل کر ہوا میں روک لیتی ہیں  
میں نادان ہوں کبھی آفت مجھے چھو کر نہیں گزری  
ہر آفت کو میری ماں کی دعا میں روک لیتی ہیں  
محمد سلیم انجم، ذریعہ غازی خان

### غزل

محبوب ا بیار نہ ملا کچھ غم نہیں  
ارے محبوب کا غم بیار سے کم نہیں  
وہ میری رنگے جاں میں سائے رہتے ہیں  
ہم نے کبھی نہ سوچا کہ تنہا ہم نہیں  
وہ خوش رہے فیروں کے سنگ کسی  
ہم کبھی نہ کہیں گے وہ میرے صنم نہیں  
ان کی یادوں کے سہارے زندہ ہوں  
کیا یہ ان کا مجھ پہ کرم نہیں  
وہ ہم سے بھولے یا نہ بھولے ظاہر  
وہ ہے میرے سامنے کوئی کم نہیں  
ظاہر تھی، چلیا نوالہ راشن

### زخم سحر ہے محترم

زخم سحر ہے محترم



جوئے کن نہ لگتا  
مخ تھیل دور ہے  
شہر حبیب ابھی کہاں  
باب نعل دور ہے  
زخم نر ہے خرم  
بڑھتے رہو کہو کہو  
غم سے رہے گا واسطہ  
آگے تمام رشتہ ہے  
شطہ بکف ہے راستہ  
تم جو بٹے ہو شوق میں  
سر پر اٹھا کر تھیں  
چلتا تمہارا بخت ہے  
بن کے چراغ شام غم  
چلتا تمہارا بخت ہے  
اس کی رفاقت کی خواہش  
اس کے سنگ زندگی تانے کی تمنا  
یوں کہ ساتھ دل کر بیٹھنا  
لڑنا، جھگڑنا، روٹھنا  
ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہو  
نہلتا یوں گھومتا  
شہر حبیب ابھی کہاں  
باب نعل دور ہے  
لکھا ہے جب نصیب میں  
چشم مقاب دیکھنا  
پھر کیا ابھی سے شب پہ شب  
خوابوں پہ خواب دیکھنا  
جاننا تھا کہ  
چلتا تمہارا بخت ہے  
بڑھتے رہو کہو کہو  
غم سے رہے گا واسطہ  
چلتے رہو کہو کہو  
دکھ کے دیار آئیں گے  
طول و حسار آئیں گے  
لکھا ہے جب نصیب میں  
چشم مقاب دیکھنا  
راہ طلب طویل ہو

دست سہم دراز ہو  
اپنے ثبات عشق کا  
کچھ تو ایسا جواز ہو  
چلے رہو کہو کہو  
دکھ کے دیار آئیں گے  
شہر عزیز آئیں گے  
خون تمام پیرا ہوں  
سارا بدن ابھی  
پھر بھی غموں کی وجہ میں

جی ایچ فاطمہ، نئے ملتان

## Wait Me

بہت لمبا سفر ہے

اور

راستے ابھی

ڈرے سے ٹھک نہ جاؤں میں کہیں

اب

تم کو اک کام کرنا ہے

اس سفر میں میرے ساتھ ملنا ہے

یا پھر سوچ لو

میرا انتظار کرنا ہے

سایا ہلال کو، صادق آباد

## محبت

محبت زندگی جینے کا اک احساس ہوتی ہے  
محبت پاس نہ ہو زندگی اداس ہوتی ہے  
محبت غم، خوشی، آنسو، ہنسی ساتھ رکھتی ہے  
محبت آرزو، خواہش، تمنا، پیاس ہوتی ہے  
محبت دل کے آئینے میں جھکے جگہوں جیسی  
محبت ناامیدی میں روشنی اک آس ہوتی ہے  
محبت یوں ہی ہر دل پر کبھی دنگ نہیں دیتی  
محبت عام مت جانو محبت خاص ہوتی ہے  
محبت دل کی ڈال پر کھلے گلاب کی مانند  
محبت جبر میں ملا اک بن داس ہوتی ہے  
محبت خوبصورت خواب چلوں پر چوٹی ہے  
محبت جاگے، سوتے ہر گزری پاس ہوتی ہے

## آریہ وفا

آریہ محبت کا جھگڑا پر الزام ہی صحیح  
میں با وفا ہوں تو بے وفا ہی صحیح  
نہ اتر سکے تیرے وعدہ پر ہم آریہ  
اگر نفرت ہے تو نفرت ہی صحیح  
ساتھ رہ کر بھی دل نہ ملے آریہ  
تو میں تیرے بغیر تنہا ہی صحیح  
آخر کب تک رہے گی یہ نارنگی آریہ  
تو بول یا نہ بول مجھ کو تیری نفرت ہی سہی  
آریہ وفا کوئی نشانی تو دے دیتے  
تو میں نشانی کو دیکھ کر بیٹا تو سہی  
حقیفہ زاہد سہ

## غزل

ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا  
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا  
یہاں پیار کرنا بھی چھوڑنا پڑے گا  
رشتہ جدا کی سے جوڑنا پڑے گا  
خوش رہنا اگر ہے دل توڑنا پڑے گا  
ہم نے منہ سنیوں موڑنا پڑے گا  
ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا  
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا  
ساگر آس محمد قصور

## غزل

ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے  
رنگ موسم بدلنے لگا ہے  
پلے خوش تھا بہت ہی وہ ہم سے  
اب وہ نفرت بھی کرنے لگا ہے  
ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے  
یار کا دل بدلنے لگا ہے  
ہم نے اس کو بھلانا بھی چاہا





ماں

پہاں محبت کا دریائے۔  
پہاں اولاد کے لئے سیما ہے۔  
پہاں کی عزت کرو تا کہ اولاد بھاری عزت کرے۔  
پہاں اپنی اولاد کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔  
پہاں خدا کا تختہ ہے۔  
پہاں کی آنکھوں میں اپنی جہ سے کبھی آنسو آنے دو۔  
پہاں ہمارے لئے جنت کا دریائے ہے۔  
پہاں کو ہمیشہ خوش رکھو۔

☆..... بہادر عار بانی گھوکی

### دکھا کی چیز ہے

دکھا ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندری اور اعلیٰ حالتوں میں جاتی ہے جیسے رنگ لڑی کو دکھائی ہے۔ میرا دکھا بھی اسی طرح کا ہے۔ میرے اوپر رکھوں کے پہاڑوں نے میری گھر میں اپنے کھ کی کو دیکھتے نہیں دیتا میرا قصہ کچھ اس طرح سے ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں دوسری جماعت میں پڑھتا تھا اس دن صبح ہی صبح یہ خوش خبری سننے کوئی کہ بھائی نے فون پر بتایا کہ باری "مامی" فوت ہو گئی ہے۔ یہ میرے لئے بہت خطرناک تھی کیوں کہ وہ "مامی" تھے بہت بابرکت تھی اس واقعہ کو وہ اسی گھر سے تھے کہ میری چھوٹی بھائی فوت ہو گئی۔ ایک کے بعد ایک دکھ آ رہے تھے اس دکھ کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک منٹوں دن آج جب میرے والد محترم اس فانی جہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے گزرنے کو سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ میرے چھوٹے ماموں فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو ابھی وہاں ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری طرح کسی کو کھندے اور جب مجھ کو ان کی یاد آتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ فی جہر کے ردوں مگر رو بھی نہیں سکتا۔ میں سب کو دعا کرتا ہوں کہ آپ سب کو خوشیاں دے۔ آمین!

☆..... بہادر عار بانی گھوکی

### نشانی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے بادشاہ سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنی سالگرہ کی خوشی کے موقع پر سب قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ سب قیدی اسے سلام کرنے آئے۔ ان میں ایک بوڑھا سید جواد حسین نقوی بھی تھا۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی سے پوچھا کہ آپ اب یہاں کب سے قید ہوئے؟ بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی نے جواب دیا۔ حضور کے باپ دادا کے زمانے سے۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس بوڑھے کو پچھرتے قید کر دو یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### خودکشی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کا حکمران سید زاہد حسین نقوی خودکشی کے بہت خلاف تھا جب بھی کوئی اس سے بات کرتا تو وہ خودکشی کے خلاف باتیں شروع کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک صاحب سے گیا۔ اتفاق سے وہاں کا دوست بھی خودکشی کے انہوں نے نواب سید زاہد حسین نقوی صاحب نواب آف حسین پور کو بھی تقریر کا سونپ دیا تو وہ کئے گئے خودکشی حرام ہے اللہ ناراض ہوتا ہے، خودکشی کرنے سے بہتر ہے کہ انسان زہر کھا کر مر جائے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### حاجی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل منڈو محلہ شاہ ولایت میں سایہ قیصر علی ترمذی صاحب ملازم کے ڈی اے نہایت پابندی سید میں پانچ وچت حاجی حارثی

یا کرتے تھے۔ لوگ ان کے تقویٰ سے بہت متاثر تھے۔ ایک شخص نے جب انہیں نہایت اہتمام سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سید سکندر علی ترمذی سے بولا۔ یہ شخص جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس پر سید قیصر علی ترمذی نے فرمایا کہ اگر وہ نماز کو ترک کرے تو اس کا جواب نہیں ہوں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### ان شاء اللہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پنواراں میں ایک پنواری سید عابد حسین نقوی بیٹا ہوا سید مراد حسین نقوی سید مراد حسین نقوی کا ادھر سے گزر ہوا سید مراد حسین نقوی پنواری سید عابد حسین نقوی چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کیا ہوا جو اب یہ رو رہے ہو؟ پنواری سید عابد حسین نقوی نے بتایا۔ میرے بڑے لڑکے سید ابراہیم حیدر نقوی کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ دیہاتی کسان سید مراد حسین نقوی بولا۔ اس میں لائے کی کیا بات ہے؟ ان شاء اللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### مجلس احباب

انڈیا کے دارالافتاء دہلی میں ماحول رکھیں تھا مجلس احباب بھی ہوئی تھی اور پر زلف باتیں ہو رہی تھیں مومن داس گم چند گانگشی جی نے مولانا محمد علی جوہر جی کی تحریک خلافت سے مخاطب ہو کر ازراہ مذاق کہا۔ آپ تین مجلسیں ہیں ان میں سے دو اشاعتیں آپ کا کٹھن جو ہر ہے کے بڑے بھائی گم ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی گم ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ انہیں ٹھہر کر لیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کونسی خواب آشیانہ بدر باغ محلہ لنگ مکان ٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کمرے کے باہر واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ ایک دن ٹی مسلم یونیورسٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کمرے کے باہر

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### گیلیم

تین گلی واجد ساجد اور دو بچیں ہاکر رہتے تھے۔ زاہد گلی بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو ایک بکیرے سامنے تین شیر آ گئے۔ میری بندوق میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا لاؤں میں کھڑے ہو جاؤں۔ وہ لاؤں میں کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔ دوسرا بچہ ساجد بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف بندوق کا لائسنس تھا بندوق میں تین گولی تھیں تو شیر کو لائسنس دکھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔ تیسرا بچہ واجد بولا تو وہوں نے گولی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ بندوق تھی اور نہ لائسنس میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی میرے جنگل میں تنگ بھجور ہے وہ سننے ہی دو و شرم کے مارے مر گیا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### یو یا بستر

ایک مرتبہ تھریک خلافت کے بانی مولانا عبدالحق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سید ڈے پر ظلم اور ظالمانہ کے جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔ برطانوی وزیر اعظم کہتا ہے ہم یو یا بستر سے تھریک کو یو یا بستر سمیت نکال دیں گے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے وقت یو یا بستر نہیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیز ہماری ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### خون

ایک دفعہ وفاقی مملکت تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد سے ہندوستان کی آزادی کے سب سے پہلے وزیر اعظم جوہر لال



سہراہن سوئی لاقی انہو نے مشورہ طلب کیا اور کہا۔ جب میں  
الٹا کھڑا ہوتا ہوں تو میرے بدن کا سارا خون میرے سر میں آ  
جاتا ہے لیکن میں سیدھا کھڑا ہوتا ہوں تو خون پاؤں میں جمع  
کیوں نہیں ہوتا؟ مولانا ابوالکلام آزاد فرسٹ فیلو ایجوکیشن  
منسٹر نے جواب دیا۔ جو چیز خالی ہوئی ہے خون وہیں جمع ہو جاتا  
ہے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## بارش

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی شہر ججنور کی  
تحصیل گنڈیریلو سے روڈ پر واقع مصطفیٰ سید کا کالج میں ایک  
لڑکا سید واجد حسین نائنا انگلش میڈیم کی کلاس میں داخل ہوا  
تھا۔ وہ انگلش میں بہت کمزور تھا۔ ایک بار بارش کی وجہ سے  
اسکول نہ آ سکا لگے دن پچھلے سید واجد حسین نقوی صاحب  
نے اسکول نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ کچھ اس طرح  
بتائی مائی ڈیڑھ سڑاؤں آئی کم واٹر واڑ گھٹنے گھٹنے دین واڑ چیم  
چیم چیم مائی لیگ سلیڈ ان گڑھا۔ اینڈ آئی امی مڑھا ام دی  
سم کڑھا۔ ان دس صورت سیر سے پاؤں کی کم؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## نقطہ

عبداللہ نامی ایک شخص ایران کے مشہور ایرانی شاعر شیخ  
سعدی سے ملنے پہنچا۔ اس کی آکھ پر تھا۔ اتفاق سے شیخ  
سعدی گھر میں نہیں تھے۔ وہ شخص چلا گیا۔ بعد میں شیخ سعدی  
گھر میں آئے تو خادمہ رخصتی نے بتایا۔ حضور ایک آدمی آپ  
سے ملنے آیا تھا۔ شیخ سعدی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟  
خادمہ رخصتی نے جواب دیا۔ عبداللہ۔ شیخ سعدی بولے۔  
عبداللہ کیا نام ہوا، نام تو عبداللہ ہوتا ہے۔ خادمہ رخصتی نے  
جواب دیا۔ آقا! آپ کی جان کی قسم اس کی تین ہر نقطہ تھا۔ شیخ  
سعدی خادمہ رخصتی کی نقطہ آخر فری سے بہت خوش ہوئے۔  
کیونکہ عربی میں اس آکھ کو کہتے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## جنہم میں

برطانیہ کے وزیر اعظم سر مرسن چرچ کے متعلق ایک  
مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار جلدی میں ٹیکسی میں سوار ہوئے

اور ڈرائیور سے ریڈ پوسٹیشن چلنے کو کہا۔ ڈرائیور نے ان کی  
طرف دیکھا اور بولا۔ مجھے انشوی سے جناب اس وقت میں  
یہاں سے نہیں نہیں جا سکتا ٹھیک آدھے گھنٹے بعد سبز چرچل  
کی تقریر شروع ہونے والی ہے اور میں کی تیت پر اس سے  
محروم رہتا پسند نہیں کروں گا۔ سبز چرچل یہ سن کر بہت خوش  
ہوئے اور ایک پونڈ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ میں دے دیا۔  
ڈرائیور نے گھوم کر انہیں دیکھا اور نرم لہجے میں کہا کہ چلے تو پھر  
آپ کو چھوڑ ہی آؤں۔ سبز چرچل اور ان کی تقریر کو ڈالنے جنہم  
میں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## دانت کھٹے

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی فوٹ روڈ پر واقع امیر منزل  
میں پروفیسر سید واجد حسین نقوی نے اپنے دوست پروفیسر  
اور برادر کاہاں سید واجد حسین نقوی کو بتایا۔ میں نے اپنے منہ  
اقبال اسرائیلی کے دانت کھٹے کر دیئے۔ برادر کاہاں پروفیسر  
سید واجد حسین نقوی نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ پروفیسر سید واجد  
حسین نقوی۔ اسے اسی کھلا کر۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## واحد دولت

اردو کے خدا نے حق تعالیٰ کی عبادت بھی کہ جب گھر  
سے باہر جاتے تو تمام دروازے کھلے چھوڑ جاتے تھے اور جب  
واپس آتے تو تمام دروازے بند کر لیتے تھے۔ ایک دن نواب  
آف حسین پور سید واجد حسین نقوی نے وجہ پوچھی تو انہوں نے  
جواب دیا۔ میں ہی تو اس گھر کی واحد دولت ہوں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگونی۔ کراچی

## اس دن

آئرلینڈ کے مشہور سیاست دان ڈی وبرا اپنی سیاسی  
تقریروں کی وجہ سے آئرلینڈ جاتے رہتے تھے مگر واپس آ کر  
وہ پھر تقریروں میں لگ جاتے۔ ایک بار ڈی وبرا ایک ہال میں  
تقریر کر رہے تھے کہ چاک پولیس والے آگے اور ان کو گرفتار  
کر لیا۔ ایک سال قیدی سزا سنائی گئی۔ وہ ایک سال قید گزار کر  
آئے اور اس ہال میں جا پہنچے جہاں اس سال پہلے تقریر کر  
رہے تھے اور کہنے لگے معزز حضرات جہاں کہ میں اس دن کہہ

## زمین کی پکار

انسان کو میری پشت پر طرح طرح کی چیزیں کھاتا  
ہے پیٹ پیٹ پیٹ کھانے سے مکڑے کھائیں گے۔  
انسان کو میری پشت پر چلتا ہے ایک دن میرے پیٹ  
پر کھائیں گے۔  
انسان کو میری پشت پر گناہ کرتا ہے میرے پیٹ میں  
کھائیں گے۔  
انسان کو میری پشت پر خوش ہوتا ہے کل کو میرے پیٹ  
میں کھائیں گے۔  
انسان کو میری پشت پر غرور سے سر اٹھا کر پھرتا ہے  
میرے پیٹ میں کھائیں گے۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

## تنہائی

انسانی زندگی میں اکثر اوقات کچھ لوگ ایسے بھی آتے  
ہوتے ہیں جن کو تنہائی ہارشی کی بوندوں دھنک کے رنگوں پانی  
پھولوں اور پھول کی آخری پتی کی طرح ہوتے ہیں لیکن  
وہ تنہائی کے گڑباز نہیں ہارشی کی بوندیں برس جائیں  
گے رنگ پیکڑ جائیں اور پھول کی آخری پتی بھی گر  
ناؤں وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی  
کون کونسی طرف جہاں ہے۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

## درد و پاک کی فضیلت

حضرت بابری رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور  
ﷺ نے فرمایا۔ "بہت لوگ جمع ہوتے  
ہیں ان میں سے ایک ایک شخص کا ذکر کرتے ہیں نہ نبی کریم  
ﷺ کی عظمت پر درد و پاک پڑتے ہیں تو وہ یوں اٹھتے جیسے  
ان کو دھکا کھائے ہیں۔ اس لئے تم مجھ پر جمعہ کے دن  
ان کی دعا کرو درد و پاک پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کے دن اور جمعہ کی  
دعا کرو درد و پاک پڑتے ہیں میں اس کو اپنے کانوں  
میں رکھوں کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور

ان کی دعا کرو

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

## آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کے لوگ صادق امین  
یعنی سچا اور امانت دار کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح  
مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ بیمار سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار  
سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک  
اندھی عورت ٹھوکر لگنے سے گری پڑی یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنسنے لگے  
مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ہمدری کی اور اسے  
اٹھایا اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آئے۔ ایک  
روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے انھوں  
سے بچ کر آیا تھا اور اتنا رکھتے کہ مارے رو رہا ہے معلوم  
ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے مگر اپنے مالک کے ڈر سے ہر سخت کر  
رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارتا اور اس کی جگہ خود  
اپنے ہاتھوں سے اس کا آغا نہیں دیا۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

## مہبتی کلیاں

☆ اگر کسی سے محبت کرتے ہو تو اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا  
خیال رکھا کرو کیونکہ گزرتے وقت کے ساتھ یادیں سنہری بنتی  
ہیں اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔  
☆ اگر کسی کے لبوں پر تمہاری وجہ سے مسکراہٹ آجائے تو تم  
خوش قسمت ہو۔  
☆ محبت اظہار نہیں مگر بھی اظہار کر دیا جائے دوسرے کو  
مطمئن کرنے کے لئے۔  
☆ کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو درد کو خوش کنے کی  
خاطر خود کو دکھ دیتے ہیں اگر یہ احساس سہجے تو انسانیت کی  
قدریں بھی سہج جاتی ہیں۔  
☆ محبت اور نفرت دونوں اگر جد سے بڑھ جائیں تو جنوں کی حد  
میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنوں کی بھی چڑ کا چھائیں ہوتا۔  
☆ دنیا میں کوئی ایسا درخت نہیں جسے ہوائ کی ہوا اور کوئی دل  
ایسا نہیں جسے چوٹ نہ لگی ہو۔



✽ محبت کی آگ اگر ایک بار لگ جائے تو ساری زندگی لگتی رہتی ہے۔

✽ اچھا دوست کتنی دفعہ ہی کیوں نہ روکھ جائے اسے منالینا چاہئے کیوں کہ صبح کے دانے کتنی دفعہ کیوں نہ ٹھہرس جن لئے جاتے ہیں۔

✽ اگر دیکھوں گا دریا عبور کرنا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھ لو۔

✽ خدا کے لئے مت تباہ کر لینا اپنا ذہن سکون یہ سوچتے ہوئے کہ دوسرے تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

☆..... کائنات میں کبیر والہ

### زندگی کیا ہے

✽ غالب علم نہ کہا۔ ”زندگی بار بار امتحان کا نام ہے۔“

✽ غریب نے کہا۔ ”زندگی بھوکوں کا گھر ہے۔“

✽ دولت مند نے کہا۔ ”زندگی کھانا، پینا، سونا اور سونا ہے۔“

✽ پھول نے کہا۔ ”زندگی چند گھنٹوں کی مسکراہٹ ہے۔“

✽ سورج نے کہا۔ ”زندگی روشنی ہے۔“

✽ رات نے کہا۔ ”زندگی تاریکی ہے۔“

✽ چاند نے کہا۔ ”زندگی چاندنی ہے۔“

✽ پہاڑ نے کہا۔ ”زندگی چٹان ہے۔“

✽ سمندر نے کہا۔ ”زندگی لہر ہے۔“

✽ زندگی نے کہا۔ ”میں خدا کی امانت ہوں۔“

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

### سنہری پھول

✽ کسی سے ملنے والے اختتام تھکوک اٹھنے کے لئے سہارا تلاش کرنا پڑے۔

✽ اگر تکیہ نہیں کر سکتے تو گناہ بھی نہ کرو۔

✽ زبان کی حفاظت کرنا دولت سے زیادہ مشکل ہے۔

✽ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔

✽ غریب لوگوں کی مدد کرنا غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔

✽ دنیا یہ نہیں دیکھتی تم پہلے کیا کتے دنیا یہ دیکھتی ہے کہ تم کیا ہو۔

✽ شے خون کے نہیں رشتے احساس کے ہوتے ہیں جب احساس ہوتا جیسی بھی اپنے اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی انہی۔

☆..... ارسلان اینڈ عامر شہزاد۔ مگو جروہ

### گدھا

ملیر کالونی نزد چوہرا بازار جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ پر ایک لڑکے سید واجد حسین نقوی نے ایک آدمی محمد مستقیم احمد سے پوچھا۔ معاف کیجئے گا کیا یہ گدھا آپ کا ہے؟ محمد مستقیم احمد۔ نہیں تو۔ سید واجد حسین نقوی۔ پیچھے پیچھے آپ کے چل رہا ہے۔ محمد مستقیم احمد۔ میرے پیچھے تو آپ بھی چل رہے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### دعا

ملک عرب کے دارالحفاظ ذریعہ شمس کے گلیڈ ہسپتال میں دو عربوں سید محمد آفتاب حسین نقوی اور سید محمد وحی احمد زیدی میں لڑائی ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ وہیں سے ایک خاتون سیدہ اقبال خاطر کا گزرا جو عربی نہیں جانتی تھیں وہ بولیں۔ شیخ صاحبان میرے لئے بھی دعا کرنا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### کیلنڈر

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل گلیڈ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل بورڈ کالج کی درجہ دہم کی کلاس میں پرنسپل سید واجد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ یہ تم کس کی گلیڈ ریلوے آئے ہو؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ کل تاریخ پڑھاؤں گا۔ اس لئے میں کیلنڈر لے آیا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### تالیاں

ملیر کالونی کراچی نزد چوہرا بازار جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کے گھر میں ایک بچہ محمد کراس کے والد نے سنا۔ انسانوں کے غریب نہ جانا۔ ایک دن بچہ محمد اپنے باپ سے نظر بجا کر انسانوں کے درمیان بیچ گیا۔ واپس اپنے گھر یعنی گلیڈ ریلوے پر پہنچا تو گھر مند باپ نے پوچھا۔ خیریت تو رہی؟ بچے محمد نے جواب دیا۔ اب سب ٹھیک رہا انسان تو مجھے دیکھ کر خوش

ہے تالیاں بجانے لگے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### غیرت

انڈیا کے صوبے یو پی کے ضلع بجنوری تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹوایاں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی والد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کبیرہ چشتی صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دو روٹیاں کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کبیرہ چشتی نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تینوں روٹی کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی بھانجنا صاحب سیدہ کبیرہ چشتی نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھاتے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل گلیڈ ریلوے مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شاکستہ قسم کے فقیر شاہ دلائی نے درخواست کی جو ٹکڑا تھا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ محلہ میں ایک ناگ کچھ کچا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جملائے ہوئے تھے لیکن انہیں گلیڈ ریلوے جامع مسجد کے کتب میں درحالی سے جانے ہلاکار گدھا تھا کہ اپنا بچہ پر سکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے یقین کرو کہ ہماری ناگ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے انبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گینگوی۔ کراچی

### مال

پٹاں بنت کا پھول ہے۔  
پٹاں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔  
پٹاں ٹھنڈی ہوا ہے۔  
پٹاں سر کی چٹاؤں ہے۔  
پٹاں گھر کا سکون ہے۔

✽ ماں وہ آہستہ آہستہ۔  
✽ ماں کے لہجہ گھر ویران لگتا ہے۔

☆..... سلی بیٹر۔ راجہ بنگا

### قرآنی معلومات

✽ قرآن مجید میں کورس کی تعداد 550 ہے۔  
✽ قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔  
✽ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔  
✽ قرآن مجید میں سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔  
✽ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔  
☆..... سلی بیٹر۔ راجہ بنگا

ہم سات آسمانوں کی سر کر  
ہر ستارے سے دوستی کر  
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے  
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پر کیسے آ  
(سہراب عباسی آف میرٹھ)  
روکھ جاتے ہو تو کچھ اور ہی حسین لگتے  
بس اسی لئے تم کو خفا رکھا  
(ناصر عباسی مری کا)  
ہن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا  
تو دیتے ہیں غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا  
(سہراب عباسی آف میرٹھ)  
ماتا کہ سو عیب ہیں میری ذات میں  
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم غریب نہ  
(سہراب عباسی آف میرٹھ)

ہم نے جن پہ غزلیں سوچی ان کو چاہا لوگوں  
ہم کتے بدنام ہوئے تم کتے مشہور ہو  
(ناصر عباسی مری کلر)



# بہترین شعرا پر بیابانوں کے نام

Z ہر گودھا کے نام

نکل آئے ہیں آنسو رونے سے پہلے  
ٹوٹ جاتے ہیں سب خواب سونے سے پہلے  
کہتے ہیں بہار ایک سزا ہے زہو  
کاش کوئی روک سکا کسی کو پیار ہونے سے پہلے  
لعل شاد رخ خان-کرک

عبداللہ شہنشاہی و عمر دراز کے نام

کچھ اس طرح سے اس نے پوچھا میرا حال  
کہنا چڑا کہ شکر ہے پروردگار کا  
غلام بی نور-کھڈیاں خاص

محمد عمران کا شفت فوجی، اڈا جسوا نہ بنگلہ کے نام

دھوکا نہ دینا تجھ پر اعتبار بہت ہے  
یہ دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے  
تیری صورت نہ دیکھوں تو دکھائی کچھ نہیں دیتا چاہت  
ہم کیا کریں ہمیں تجھ سے پیار بہت ہے  
راستے میں دلی چاہت-اڈا جسوا نہ بنگلہ

ایس، جڑاوالہ کے نام

اب دل میں سبکدے ہوئے جذبے نہیں ملتے  
اجڑے ہوئے گلشن میں پرندے نہیں ملتے  
کیوں چپکے سے دل میں اتر جاتے ہیں وہ چاہت  
جن سے قسمت سے ستارے نہیں ملتے  
راستے میں دلی چاہت-اڈا جسوا نہ بنگلہ

اہل اسلام کے نام

عشق کی حدود سے گزر کر تو دیکھو  
نام مصطفیٰ دلوں میں بسا کر تو دیکھو  
مصطفیٰ کی غلامی میں موت آ جائے اگر تو  
اس زندگی کو اک بار آزما کر تو دیکھو  
محمد وحسی کھجائی-واہ کینٹ

محمد نعمان قریشی، گوجر خان

جی چاہتا ہے تجھے مفت میں دل دے دوں نوری  
اتنے مصوم خریدار ہو تم سے کیا لینا دینا  
عبدان خان-عاشق پریم-گوجر خان

شہزادہ عالمگیر کے نام

کدھر سے آیا کدھر گیا  
ہم سب کو پریشان کر گیا  
عارف اب وہ ہمارے درمیان میں نہیں  
اک شخص پوری محفل کو دیوان کر گیا  
سید عارف شاہ-جہلم شہر

علی نواز سزاری، گھوٹی کے نام

صبح تیری ہو شام میری ہو دن تیرا ہو رات میری ہو  
خدا کرے تیری میری دوستی اک لمحہ ہو، قبر تیری بولاش میری ہو  
بہادر عارباںی بلوچ-گھوٹی

GN، کھڈیاں خاص کے نام

اے خدا اپنے پاس میری امانت رکھنا  
دینا تک اس کو سلامت رکھنا  
نارایتیم شہید سہوڑ

این، گلشن پور کے نام

تھے دل میں بسایا زندگی بحر جس کی پوچھا کی  
اس بت کو عموماً بے دفا محسوس کرتے ہیں  
محمد اسحاق انجم-گلشن پور

این، گلشن پور کے نام

کچھ یاد کر کے آکھ سے آنسو کل پڑے  
دھت کے بعد گزرتے جو اس مٹی سے ہم  
محمد اسحاق انجم-گلشن پور

تمام دوستوں اور اساتذہ کے نام

ایک ایجنڈوں نے تجھیں لئے ہیں مجھ سے میری شرارتیں  
اک کچھ ہیں کہ بہت بدل گیا ہوں میں  
عبدان خان-ڈی آئی خان

Z ہر گودھا کے نام

ا بڑی یاد رکھنا، کچھ باتیں یاد رکھنا  
ا بڑی یاد رکھنا، کچھ باتیں یاد رکھنا  
لعل شاد رخ خان-کرک

شہزادہ عالمگیر، لاہور کے نام

نہ بڑی یاد سے کچھ گلخیاں بھی تھیں  
ا بڑی یاد سے کچھ گلخیاں بھی تھیں  
عبدان خان-ڈی آئی خان

محمد وارث آصف، وال پتھر جال کے نام

لجھتے سے جدا رکھنا ہے اور دکھ نہیں ہوتا  
وہ اللہ ترے جیسا یہ آخر کون رہتا ہے  
عبدان خان-ڈی آئی خان

ایم آئی، ڈی آئی خان کے نام

لہنے ہی میری خاموشی کے تذکرے کچھ اس طرح  
ا بڑی یاد سے کچھ گلخیاں بھی تھیں  
عبدان خان-ڈی آئی خان

میر خیر، گراچی کے نام

اک بچی ہے گرہ دل میں کھل نہیں سکتی  
دکھتا رہے ہم سے دوستوں کی طرح  
عبدان خان-ڈی آئی خان

کسی دل میں رہنے والے کے نام

کچھ دبا ہے میرے دل کو چارہ گر  
ا بڑی یاد سے کچھ گلخیاں بھی تھیں  
عبدان خان-ڈی آئی خان

ارسلان عابد، ملتان کے نام

اک بڑی میری محبت کو دنیا کے جہنم میں ارسلان  
ا بڑی یاد سے کچھ گلخیاں بھی تھیں  
رابعہ کاران کٹاڈو-کسووال

رابعہ کھاری، ہر گودھا کے نام

کہاں بٹائیں کر کے تم مجھ سے محبت  
جو تمہارے ستم بھی سے اور تجھ سے محبت بھی کرے  
اسد شکرانہ-گوجرہ

شانی، عامر-مندروہ کے نام

عجب شام گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ  
تیری اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ  
بہت کھنکھن ہے میری جان جہر کا موسم  
جداں بول پڑی ہے کہیں سے آ جاؤ  
ایم شہر مظہر، بنی پتیاں

کھڈیاں خاص کے کسی اپنے کے نام

خدا نے اگر یہ رشتہ بنایا نہ ہوتا  
ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملایا نہ ہوتا  
زندگی وہ جانی اجنبی ہوتی  
اگر ہم نے آپ جیسا دوست پایا نہ ہوتا  
عمر دراز-کھڈیاں خاص

Z ہر گودھا کے نام

تو اپنے فن سے میری چاہت کو آزما کے دیکھ  
میں ٹوٹتا ہوں تو پھر سے مجھے بنا کے دیکھ  
تجھے تو میں نے بیش سنا ہے لیکن دوست  
میں آج روٹھ چلا ہوں مجھے مٹا کے دیکھ  
لعل شاد رخ خان-کرک

ریحان ارشد، سعودی عرب کے نام

وہ رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا  
وہ کیوں گیا یہ بھی پتا کر نہیں گیا  
یوں لگ رہا ہے جیسے وہ ابھی لوٹ آئے گا  
کیونکہ وہ چلتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا  
ریحان اسحاق کاش-خان بلیہ

نواب شاہ کے نام

نہانے اتنی محبت کہاں سے آئی تھارتے لئے دہی  
کہ میرا دل ہی تھری خاطر مجھ سے روٹھ جاتا ہے  
عمران فاضل-بلوچستان







☆ انصاف عباسی - راولپنڈی  
وہ جن کے رخسار پہ ہمارے ہونٹوں کے نشان ہیں وہی  
اب انہیں بھی ہم سے ملنے میں حیا آتی ہے  
☆ انصاف عباسی - راولپنڈی  
کوئی ہمیں سمجھے نہ سمجھے ہم خود کو سمجھ گئے  
دوستوں کی خوشی کے لئے ان کی زندگی کی راہ سے ہٹا گئے  
☆ A.H.C - تیرپور  
غلطی ہوئے کہ اس کو جان سے بھ زیادہ چاہتے تھے احمد  
کیا پتہ تھا میرا اتنا پیار اس سے بے وفا بنا دے گا  
☆ تنویر احمر - کوہاٹ  
ہم سے بے وفائی کی انتہا کیا پوچھتے ہو اے ناز  
وہ ہم سے پیار سیکھتا رہا کسی اور کے لئے  
☆ شکیلین ساجد  
وہ رات بھر کرتا رہا کسی غری سے باتیں ناز  
اور مجھے کہتا ہے کہ میں مر جاؤں گا تجھے بغیر  
☆ شکیلین ساجد  
ان بادلوں کا میرے پار سے بڑھتا جتنا مزاج سے ناز  
کبھی ٹوٹ کر برس گئے اسی بے رخی سے گزر گئے  
☆ شکیلین ساجد  
تمہارے بعد ہر منظر مجھے بے رنگ لگتا ہے  
یہ آنکھیں جھین لو یا اپنی بیٹائی مجھے دے دو  
☆ ایس اتیار احمد - کراچی  
ہم نے خود میں تم کو پروا ہے ایک شمع کی طرح دوست  
اگر ہم ٹوٹے تو بجھر تم بھی جاؤ گے  
☆ انصاف عباسی - راولپنڈی  
یہ سوچ کر بیگوں میں چھپا لیتا ہوں آنسو  
گر کہ یہ میری آنکھوں سے ہے گھر نہ ہو جائیں  
☆ راجہ ذوالفقار حسین خان - کراچی  
روز روتے ہوئے کہتے ہیں زندگی بچھ ہے  
صرف اک شخص کی ہار مجھے برباد نہ کر  
☆ طراب علی - لاہور  
جب دل دیا تھا کاؤں نے جب دور چلا تھا گاؤں سے  
اک ہوش کی ساعت کے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
☆ شوکت خاں - گلگت  
جہالت کی نظر سے نہ دیکھو الفت ظنوں کو کاؤں  
بھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کنارے ڈوب جاتے ہیں

☆ شوکت رشید خیالی - ہنزہ گمر  
عجب تماشائے عشق دیکھا ابھی تیری دنیا میں  
تیرے ہی اک بندے نے تیری یاد سے غافل کر دیا  
☆ احمد فراز نگیم - ایبٹ آباد  
کچھ محبت کا نش تھا پہلے اس دل کو سائی  
پھر دل جو ٹوٹا تو تھے سے ہی محبت ہو گئی  
☆ محمد دناپاس احمد چیدی - سہیل آباد  
میں جتنا آج اسے چاہتا ہوں کبھی اتنا ہی چاہوں گا چاہت  
وہ تو پاگل ہے روز دکھ جاتا ہے مجھے اُڑانے کے لئے  
☆ رائے عیسوی دلی چاہت - اڈاجوآنہ بنگلہ  
تیرے جانے کی بعد صرف اتنا سا گرا رہا ہم کو چاہت  
تو لپٹ کر دیکھ لیتا تو زندگی تیرے انتظار میں گزر جاتی  
☆ رائے عیسوی دلی چاہت - اڈاجوآنہ بنگلہ  
کہیں تجھانہ کر دے تجھے مصروف رہنے کا شوق ساجد  
جب دن ڈھلے تو کسی کا حال دل پوچھ لیا کرو  
☆ فرحت ساجد - خوشاب  
آغاز سفر میری زندگی کا بس اتنا سا ہے سحر  
بھی وہ تو کبھی ہم بچپن بہت ہیں  
☆ باہر علی - سندری  
سکند دل ہے تو بہت بے رحم ہے ہم سے سحر  
وہ دنیا ہی چھوڑ گیا، تیرے جانے کے بعد  
☆ باہر علی - سندری  
ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے  
ایک نقطے نے محرم سے بھرم بنا دیا  
☆ تنویر احمد - کوہاٹ  
محبت کی حقیقت سے ہم غرب واقف تھے دوست  
بس یوں ہی ذرا سا شوق تھا زندگی برباد کرنے کا  
☆ انصاف عباسی - راولپنڈی  
بے وجہ نہیں روتا عشق میں کوئی اے دوست  
جس سے خود سے بڑھ کے چاہو وہ لڑتا ضرور ہے  
☆ تنویر احمد خان - کوہاٹ  
وقت نور کو نور کر دیتا ہے بخود سازم دل کو چور کر دیتا ہے  
کون چاہتا ہے اپنوں کے دور ہو انا، ہر دقت سب کو بھور کر دیتا ہے  
☆ تنویر احمد خان - کوہاٹ  
لوگ تو کہتے ہیں مگر ہم ہم حد سے غافل نکلے  
دیا تھا خون جس کو اپنے جگر کا وہی لوگ بے وفا نکلے

☆ شرم شہزاد - لاہور  
جانوں میں اگر اتنا نور نہ ہوتا، تو دل اتنا بھور نہ ہوتا  
تم سے ہم آپ سے ملے روز آتے، ہر آپ کا شاینا تادور نہ ہوتا  
☆ بانو کوہر - ملتان  
میری زینت میں اک ایسا شخص بھی ہے  
کہ وہ میری زندگی ہے اور میں اس کا ایک لمحہ بھی نہیں  
☆ بانو - ملتان کینٹ  
دہر کی ٹھنڈی راتوں میں جب تنہا روتی ہوں  
تیری یاد آ جاتی ہے دوستی کے لئے  
☆ مس فوزیہ نول - گلگت پور  
عجب ہے تیری گہری محبت یہ غالب  
وہ تیری روح میں بسا ہے اور تو اس کا وہ گمان میں بھی نہیں  
☆ اختر علی - ہائیری سوالی  
وہ غصے سے نیند ہی نہ آتی تھی میری گد کے بغیر  
آج راستے میں ملا تو پہچان ہی نہ سکا  
☆ مشعلی - گوجرہ  
کی عمر سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں  
☆ عدنان خان - ڈی آئی خان  
میری محبت کا اس طرح فدا کی نہ بنا ایس  
کہ تیری آنکھیں ترس جائیں مجھے تنہا دیکھنے کو  
☆ ریکس ارشد - خان پبلہ  
فدا کے واسطے اب بے رخی سے کام نہ لے  
قرب کے پھر کوئی دامن کو تیرے تمام نہ لے  
☆ رائے عیسوی دلی چاہت - اڈاجوآنہ بنگلہ  
میں ڈر رہی ہوں کہیں کوئی تیرا نام نہ لے  
☆ یاسین سلیم قادری  
قدم قدم پہ تیری آہوں کا ڈیرا ہے  
گر نظر فقط شب زدہ سویرا ہے  
☆ منظر ہیں گمر گرد فضا  
تارا عمر وہی اک خواب تیرا ہے  
☆ یاسین سلیم قادری - کراچی  
کچھ میں ایشیا آہوں ہاتھ امیں قرآن ہے  
لے کو دل کرتا ہے گھبرایا یہ امتحان ہے  
☆ دیکم اینڈ ابراہم - گلگت  
میں نے خواب بینیں سے نئے منظر لے کر

☆ سورج سے کہو روز نکلتے رہنا  
☆ ایس اتیار احمد - کراچی  
عین جسکی احسان کا چرچا نہیں کرتے  
☆ ہزاروں پھول توڑے ایک پھول نہ توڑا گلاب کا  
☆ بہت تمام بھولے ایک نام نہ بھولا آپ کا  
☆ دیکم اینڈ ابراہم - گلگت  
اس نے کہا، یہی روک میں ابھی آیا مگر  
وہ آیا اور نہ شراب چھوڑی ہم نے  
☆ شفقت علی - سندری  
جب سے چھوٹے ہیں نے تیری زلفوں کو سحر  
تم سے خوشبو اب آتی نہیں کی پھول سے مجھے  
☆ شفقت علی - سندری  
اب تو غلام ہی بن جاؤ وہ اچھا ہے فرار  
تیرا نرم لہجے سے ڈنسا ہم کو اچھا نہیں لگتا  
☆ ملک قمر رضا - پٹیاں شریف  
محبوب کے عوض فردوس ملے یہ بات مجھے منظور نہیں  
بے لوث عبادت کرتا ہوں، بندہ ہو تیرا مزدور نہیں  
☆ ایم اے کرسٹی - ساہیو  
ہائے وہ لمحہ کہ جب تجھ سے شناسائی ہوئی  
پھر جو ہوئی تھی میری جان وہ رسوائی ہوئی  
☆ اپنی ناکام محبت کا یوں چرچا نہ کرنا  
☆ زلم بڑھ جائے گا اس کی پذیرائی ہوئی  
☆ نعمان - لاہور  
تو کبھی واحد دنیا سے بیزار ہو جائے کر  
دل یہ چاہے کہ ہاتھوں میں سلا لوں تجھ کو  
☆ پروفیسر ابراہم - گلگت  
بھول کر بھی محبت کے جنگل میں نہ آنا ساجد  
☆ یہاں سانپ نہیں انسان ڈنسا کرتے ہیں  
☆ ساجد علی - گلگت  
نہ آتی جوانی نہ ہم دل لگاتے  
نہ ہوئی محبت نہ آنسو بہاتے  
☆ ابراہم احمد - گلگت  
دل میں خدا کا ہونا لازم ہے دوست  
محبوب میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی



اختر علی۔ صوابی  
میں نے پوجا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے  
تجھ کو چاہا ہے قسم تم سے محبت کی ہے  
عبادت علی۔ ذی آلی خان  
تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سا جا  
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں  
جو نیازی رہے خواب میں آنے سے بھی خائف  
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں  
اسد شہزاد۔ گوجرہ  
آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں  
وہ سلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں  
اس شخص کے پہلو میں سکون کتنا ہے  
جب کہ گر جائیں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ  
عاشقِ رکن۔ کبیر والا  
تیرے حسن کا روپ چھایا پھولوں کی خوشبو میں  
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں  
سید عارف شاہ۔ جہلم  
زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں  
سامی دامن چھڑا کے کہیں دور نکل جاتے ہیں  
محسن عزیزِ عظیم۔ کوشہ کلاں  
کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں  
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات  
محسن عزیزِ عظیم۔ کوشہ کلاں  
مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے  
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے  
مرزا عارف نوید۔ منڈی بہاؤ الدین  
اسی کا شہر وہی مدنی وہ منصف  
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا  
تنزیلہ حنف۔ ٹلہ جوگیاں  
یوں تیری چائیں سنھیاں رنگ ہیں  
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی

صدا حسین صدا کیلا سکے  
دل کی دھڑکن توقف ہوش کا تقاضا ہے  
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی  
رانا بابر علی ناز۔ لاہور  
دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے  
پرنس عبدالرحمن۔ مین رانجھا۔  
ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی  
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی  
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے  
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی  
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ  
لذت گناہ کی خاطر باردی تھی جس نے جنت ہادی  
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے  
سرمیرزا بشیر گوندل۔ گوجرہ  
اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا  
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا  
تنزیلہ حنف۔ ٹلہ جوگیاں  
کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا  
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں  
قرآن مجید۔ گوندل۔ گوجرہ  
میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا  
سنا ہے خدا بی وفاؤں کو معاف نہیں کرتا  
غلام فرید جاوید۔ چہرہ شاہ قسیم  
ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش  
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجائی ہوگی  
رائے اطہر۔ مسعود آکاش  
میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا  
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا  
گزری جب اس کی نگاہ سے لڑا میری  
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بار بار سمجھا  
غلام عباس۔ ساغر ننگرائے

اٹھارہا ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل  
آہا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا  
لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان  
کھل کر گرہ کھول کے میرا دیدار تو کرلو  
بد بوئیں وہ آنکھیں جن کو تم دولا یا کرتی تھی  
لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان  
مثل شیشہ ہیں ہمیں تمام کے رکھنا ایس  
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے  
ساجد انصاری۔ جلالپور بھٹیاں  
ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس  
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں  
ساجد انصاری۔ جلالپور بھٹیاں  
سکے پتوں کی طرح پھرے ہیں ہم تو ایس  
کسی نے سمیٹا بھی تو چلانے کیلئے  
ساجد انصاری۔ جلالپور بھٹیاں  
عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے  
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے  
سید عارف شاہ۔ جہلم  
نوئی قبر پر بال کبیرے جب کوئی نہ جین روتی ہے  
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے  
سید عارف شاہ۔ جہلم  
نگر معاش۔ ماتم جانان اورنگم دل  
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے  
محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد  
دار کا درگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی تھر تھا  
تیرے پیار سے پہلے خندیں بڑی کمال کی تھیں  
محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد  
عطر کی شیشی گلاب کا پھول  
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ  
افغان محمود۔ رکن  
نادول ایسا چمک پھولاں میں رنگت نہ رہے گی  
جیتہ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا مینا نہ رہے گا

ادھر آسم گر ہنر آزمائیں  
تو تیرا آتما ہم جگر آزمائیں  
محمد علی چیمترو۔ آزاد کشمیر  
آج کیوں کوئی شکوہ شکایت نہیں مجھ سے  
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی  
محمد علی چیمترو۔ آزاد کشمیر  
کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی  
سننے والے تو بہت ہیں مجھے والا کوئی نہیں  
ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا  
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنائے نکل جائیں  
محمد علی چیمترو۔ آزاد کشمیر  
یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وہی  
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں  
وقاص ایڈ شہزاد۔ گوجرہ  
آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے راجہ  
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے  
راجہ کامران راجو۔ کسوال  
اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو  
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے  
رخسار احمد۔ کوشہ صوابی  
کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں  
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر  
منہل خان۔ کوشہ صوابی  
خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا  
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا رات دیکھ لیا ہے  
محمد عدنان۔ بہاولنگر  
میں کیا خود سے اسے نکالوں کہ لوٹ آؤ  
کیا اسے خبر نہیں کہ بہاولنگر میں لگتا اس کے بغیر  
نہیں۔ کراپور  
ہر روز ہم اس بوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے۔



اس کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کر دو  
 سید عارف شاہ جہلم  
 کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد  
 کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے  
 اسد اشرف گوجرہ چشتی  
 وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں اس  
 اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا  
 رئیس ساجد خان بیلہ  
 چہرہ جادو میں چھپا کر شب بھر جاگتی راتی ہے  
 وہ کس کو یاد کرتی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے  
 رابعہ ارشد ڈھوک سہارن  
 انہوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب  
 لپٹ کر دوتے رہے ہر آنجنبی کے ساتھ  
 رابعہ ارشد ڈھوک سہارن  
 کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا  
 اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں  
 رابعہ ارشد ڈھوک سہارن  
 میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا  
 وہ کسی ار کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے  
 رابعہ ارشد ڈھوک سہارن  
 تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا  
 ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 ابھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا  
 وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت  
 اور بہن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے  
 بات تو یہ ہے مگر بات ہے رسوائی کی  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں  
 اچھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے  
 عدنان عاشق پریم گوجر خان  
 رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست  
 اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی  
 عدنان عاشق پریم گوجر خان  
 مت ہو اتنا غلط کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم  
 کسی کیلئے جان بھی گناہ دوتے ہیں زندگی ہی اتنی سچی  
 زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے  
 برباد جتنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے  
 بابر علی حرم سمندری  
 نجانے کس رہزن ضم کی تلاش میں تھا وہ  
 کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے  
 بابر علی حرم سمندری  
 مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی  
 عمر بھر تو پائیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑا یا ہوں  
 بابر علی حرم سمندری  
 اس کو یوں فائدہ کراپی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم  
 وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی  
 پروفیسر شاہ علی شام بیچو ملٹی  
 ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی حسرت  
 بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی  
 بابر علی حرم سمندری  
 پھولوں پہ سونے والے کانوں پر سو رہے ہیں  
 خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں  
 محمد رضوان گلو نوالہ  
 تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جائے گا  
 اگر مجھ کو خبر ہوئی اسے زنجیر کر لیتے  
 عدیل ارشد عادی بھٹوال  
 وہ بھی ایک انسان بنا دیکھ گزر جائیگا  
 کچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے

عبدالمنان انک  
 ابھی نہ سمجھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا  
 کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی دفا کرتا رہا  
 رئیس ساجد کاوش خان بیلہ  
 کسی کو جنت کی چاہ تو کوئی دل کے غموں سے پریشان  
 ضرورت سجدہ کروائی ہے عبادت کون کرتا ہے  
 محمد سجاد زین کوٹ اود  
 لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پر سب کو  
 اس عشق سے بڑا کوئی جلاہ نہیں دیکھا  
 راولپنڈی  
 وفا وہ خلیل نہیں جو چھوٹے دل والے خلیں  
 روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے  
 راولپنڈی  
 گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈرتے  
 میرے مولا یہ گھٹا دودن تو برسے  
 غلام نبی نوری کھڈیاں خاص  
 آؤ اک سجدہ کریں علم مدہوشی میں  
 لوگ کہتے ہیں کہ ساعر کو خدا یاد نہیں  
 عامر احتیاز نازی سموٹ  
 دل گمراہ کو اسے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا  
 محبت دیکھی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی  
 اسد شہزاد گوجرہ  
 لفظوں کو زنجیر میں پروانا بہت مشکل ہے اگر  
 ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے  
 محمد زبیر صائم واہ کینٹ  
 چہرے ابھی ہونے جاسیں تو کوئی بات نہیں ہدم  
 رویے ابھی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے  
 عمر درواز آکاش جڑانوالہ  
 معصوم نظر بھولا کھڑا چہرے تبسم شوخ ادا  
 تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین تجسم کیا ہو گا  
 محمد زبیر صائم چوک سرور شید  
 رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کی رانی

ہوا ان کے آنے کا سند یہ دیتی رہی  
 بشیر احمد بھٹی بہادر پور  
 صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو  
 دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں  
 اشتیاق احمد ارزانی پور  
 چلو ڈھونڈنا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بھل جائے  
 تم بن اگر پھر بھی نہ سچل پائے تو کیا لوگے تم  
 اسد شہزاد گوجرہ  
 بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلے تو جانو گے  
 دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں  
 ابرار احمد گھومندنی  
 جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے  
 انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا کڑی  
 آرنایازی گوجرہ  
 جب لیتے ہیں تیرا نام تو اُلجھ جاتی ہوں سانسوں سے  
 سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے یا تیرے نام سے  
 مسز زبیر صائم چوک سرور شید  
 بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن  
 وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پریم  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 شام ہوئی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں  
 دل ہی کالی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 کاش کے اب کے برس میں کا سب ہو جاؤں  
 تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوٹ کر آئیں  
 کسی کے شانوں پر زلف حسین کھرتی ہے  
 محمد اسحاق انجم ننگن پور  
 روز روئے ہوئے وہ پہنچے سے زندگی مجھ سے  
 ہر طرف اک شخص کی خاطر مجھے بڑا درد ہے  
 لقمان حسن ڈیرہ اسماعیل



# خطوط خوفناک

اسلام علیکم۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے اور سب قارئین اینڈ خوفناک شاف کو میری طرف سے موسم بہار کی آمد پر بہت بہت مبارک ہو پھول کھٹنے اور نئے سرہ بننے کی خوشحالی انسان کی زندگی کی آج کی عید ہے اور دن کو شاداب کردیتی ہے خدا برسی کے دل کو شاداب نہ رکھے آمین۔ قارئین کیسے ہیں آپ سب۔ مارچ کے شمارے میں بھی بہت چرے سامنے آئے جن میں خاص کر ندائی عباس رائٹر گروپ کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ثابت ہوئی تھا نہایت اچھا لکھا اور اپنی کہانی کی مبارکباد قبول کرنے کے ساتھ ساتھ رائٹر گروپ کی کامیاب سیڑھی پر چڑھنے کی بھی مبارک قبول کریں۔ ندیم بھائی شاہین گروپ اور ابو ہریرہ شاہین گروپ کے کبران بہت اچھا لکھا خونی چکا ڈیس بہت اچھی رہی مبارکباد بھائی اور ابو ہریرہ بھائی نے تو حمیرا کو بہت بے دردی سے مارا اور پھر انتقام بھی لیا یہی ہونا تھا۔ خونی بیوی مجید احمد جانی بہت اچھا لکھا۔ ابھی سجاد رائٹر گروپ کی انیم شہزادی نے بہت خوب محنت کی ہے قلم کی زور پر مبارکباد قبول کریں۔ باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا ہے محنت تو محنت ہے چاہے وہ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے مگر جو کسی کے دل کو اچھا لگتا ہے وہ لکھ دیتا ہے کسی کو مایوسی کی چادر ڈال کر سلا نا نہیں چاہئے بلکہ انہیں ہمیشہ حوصلہ افزائی سے پیش آنا چاہئے ہر کسی کی آنکھوں کے کچھ خواب ہوتے ہیں جو آپس دیکھنے کا پورا حق ہے ابو ہریرہ آپ نے لیزر کا جواب آپ کی کہانی شائع ہونے پر مل گیا ہے بھیا اب ہم کیا کر سکتے ہیں کہ پرانی کہانیاں ہوں یا نئی اس لیے کبھی بھی اس موضوع پر بات نہیں کی۔ مانی لیزر میں ابو ہریرہ۔ ندائی عباس نیکول جی تھا۔ نورین لاہور۔ نورین آپ لاہور میں کس جگہ رہتی ہیں اور آپ کے اپنے بارے میں کچھ بتائیں ایک نورین دور سے میری کزن ہے جس سے میرا بالکل بھی رابطہ نہیں ہے آپ نہیں وہ تو نہیں بوضو رہتا ہے گا۔ انیلا غزل۔ مقدس رانی۔ محمد ندیم میوانی پیوٹی۔ انعم شہزادی۔ ان سب کی رائے اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک تھی اور سب کا بہت بہت شکریہ۔

کسور کرن پیوٹی آف رائٹر گروپ

اسلام علیکم۔ قارئین خوفناک ڈائجسٹ کے تمام شاف اور رائٹر کو سلام ڈائجسٹ میں اپنا پہلا لیزر پڑھ کر خوشی اودی سکون ہوا میں نے اپنی پہلی کاوش کا کتاب آپ کو بھیج دی ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ آپ اسے جلد ہی شائع کریں گے سر ریاض احمد آپ نے بولا ہے کہ ڈائجسٹ کو ادارے کے ذریعے منگوائیں تو اس اک طریقہ بھی بتائیے تاکہ میں اس پر عمل کر سکوں اور اپنی پریشانی کو حل کر سکوں اگر میری کبھی کہانی میں غلطی ہو تو معذرت چاہتی ہوں میری کہانی اگر قارئین اور آپ سب کو اچھی لگی تو میں اپنی دوسری کہانی بھی جلد ہی بھیج دوں گی میرا خط بھی ضرور شائع کیجئے گا شکریہ۔

آپ کے خطوط

خوفناک ڈائجسٹ 202

اپریل 2015

آپ کے خطوط

خوفناک ڈائجسٹ 203

اپریل 2015

آپ خوفناک ڈائجسٹ کی ممبر شپ لے لیں آپ کو خوفناک ڈائجسٹ ہر ماہ آپ کے دیئے ہوئے ایڈرس پر بھیج دیا کریں گے نہ آپ کو بازار کے چکر لگانا پڑیں گے اور نہ ہی کوئی اور ٹینشن ہوگی۔ سالانہ ممبر شپ کی فیس مبلغ 800 روپے ہے۔ ایک سال تک آپ کو ڈائجسٹ ملتا رہے گا اور اس کے علاوہ کوئی بھی قاری خوفناک کی ممبر شپ لینا چاہے تو اس کے لیے بھی یہی طریقہ کار ہوگا۔ اور جو قاری ممبر شپ لینے کے لیے آمادہ ہو تو مجھ سے کال پر رابطہ کر سکتا ہے میں اس کو پیسے بھیجے گا طریقہ بتا دوں گا۔ امید ہے کہ آپ سب کی ٹینشن ختم ہو چکی ہوگی۔

آفس منیجر خوفناک ڈائجسٹ ریاض احمد۔ 0341.4178875 اس نمبر پر رابطہ کریں۔

اسلام علیکم۔ ہاں نامہ خوفناک ڈائجسٹ مارچ کا شمارہ قدرے تاخیر کے بعد بھی نہیں ملا مگر پچھلے ماہ بھی خط نہ لکھ سکا اس لیے فروری کے شمارے کی بات ہو جائے 2۔ اب اس سعادت کی کہانی پر بھی بہت مزہ آیا کیونکہ ہے۔ لم لم نشاد۔ اچھی سنوری تھی۔ قید کا نیا ت عامر۔ ڈر کے آگے جیت آر کے ریحان۔ روح کی کہانی محمد اسلم اختر۔ سپنس سے پھر ہو سنوری تھی۔۔۔ خاقان پری بھی مدہ تحریر تھی یعنی سب کہانیاں ایک سے ایک بڑھ کر تھیں۔ خطوط بہت کم تھے اور رائٹر بھی بہت کم تھے قیصر بیل بھائی میں آپ کی سنوری نہ پڑھ سکا امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح اچھی ہوگی آپ کی سنسٹ سنوری کا انتظار رہے گا اس کے علاوہ ٹیکل احمد آصف خان نیازی۔ کاشف عبیدہ کاوش۔ ساحل بخاری یہ سب کیوں نہیں لکھتے اس کی بھی وجہ معلوم ہے کاشف بھائی اس وقت جانے کہاں ہے اس سے جب پوچھا تو انہوں نے کہا بھائی ادارے والے ہماری سنوریاں شائع نہیں کرتے سب اچھے رائٹر رسالے سے غائب ہیں۔ خونی لدل۔ حمید۔ تلاش عشق۔ خونی۔ خونی پتھر۔ یہ سب قسط وار کہانیاں کیوں نہیں شائع ہو رہی۔ ریاض بھائی اس طرف بھی کچھ توجہ دیں آخر میں وارث آصف بھائی آپ اپنی قسط وار کہانی بازی کر مکمل کریں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں کچھ حائل لوگ جاتے ہیں کہ آپ لکھنا چھوڑ دیں مگر آپ نے ان کی بات پر توجہ نہیں دی کیونکہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں آپ کو چھوڑنا ثابت کرنے کے لیے امید ہے کہ آپ کی سنوری اگلے ماہ شائع ہوگی آخر میں میری کہانی شائع کرنے کا شکر یہ اللہ سے دعا ہے کہ یہ رسالہ دن رات ترقی کی منازل طے کرتا رہے میری سنوری کا اگلا حصہ بھی جلد شائع کر دینا۔ شکریہ۔

تنظیم عباس کسوال

ندیم بھائی آپ کے شکوے سر آنکھوں پر لیکن کچھ کہانیاں ہم تک پہنچ نہیں پائی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو رائٹر کی بالکل کڑھج دیتے ہیں جو تھانے کی بارشائع بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ ادارے کے لیے پریشانی کا باعث ہوتا ہے کہ ایک کہانی بار بار کوئی بھیج دے۔ ہمیں اتنے زیادہ کام ہوتے ہیں کہ جان ہی نہیں پاتے ہیں کہ کون سی سنوری پہلے شائع ہو چکی ہے۔ باقی جو سنوریاں ادارے کے پاس موجود ہوتی ہیں وہ ہم ضرور شائع کریں گے ہم نے کوئی بھی ردی کی نوکری نہیں رہی ہوئی ہے۔ جو تحریر ہم تک



پتہ چلتی ہے ہم اس کو ایک نہ ایک ضرور شائع کر دیتے ہیں امید ہے کہ سب کو ہماری مجبوری کا علم ہو گیا ہوگا کہ پرانی کہانی بار بار شائع کیوں ہو جاتی ہیں۔ اس فیصلہ پر ریاض احمد

اسلام علیکم۔ ریڈرز اینڈ رائٹرز مع اسٹاف کو سلام امید رکھتی ہوں جی شاہین گروپ کے ممبران خیر و عافیت سے ہونگے تعلیمی مصروفیات کی بنا پر کچھ ماہ خوفناک کی تکفل سے دور رہی جاسی نہ دے سکی اس کے لیے معذرت۔ پیارے دل دلارے بھیا محمد ندیم عباس میوانی کنگ آف شاہین گروپ پیارے بھائی دیکھ لو میں زندہ ہوں آپ کیوں مجھے مارنے پر تلے ہوئے ہیں پلیز پلیز اب ہر ماہ حاضر ہوں گی خونی سحر پارٹ ٹو۔ اینڈ خونی چگا ڈس پارٹ تین بہت ہی زبردست سٹوریوں میں مزہ آگیا پارٹ ٹو کا شدت سے انتظار ہے پوری سی کیوٹ سی آپی انعم خنمدادی کو میں آف شاہین گروپ کا یو پی نام روشن کرتے رہنا۔ پیاری آپی کشور کرن آپ کی انٹری بہت اچھی لگی پلیز کوئی قسط وار کہانی لاؤ نا۔ بھائی نادر شاہ۔ طاہر۔ ایمان فاطمہ۔ ماہی ہوائی سب کدھر کم ہو گئے نقد میں رانی آپی اچھا خط تھا آپی مصباح کریم ہمیں بھول ہی چکی ہیں میرے پیپر ہو رہے ہیں پھر بھی خط لکھ رہی ہوں ذرا جلدی میں ہوں نیکست ماہ تکمیل بات ہوگی۔

اسلام علیکم مانے آل ڈیئر فرینڈز اینڈ رائٹرز اینڈ ریڈرز کیسے ہو آپ سب اس بار جنوری کا شمارہ دسمبر میں ہی مل گیا تھا اس بار میری فورٹ سٹوری کوئی چاند رکھ میری شام پر نہیں تھی اور نہ ہی ریحان خان کی ڈر کے آگے جیت جن کا مجھے بے چینی سے انتظار رہتا ہے اس بار بھی ساری کہانیاں ٹاپ پر تھیں سب سے بہت کہانی آپی کشور کرن کی تھی عاشق چڑیل ایس ایثار احمد چیونٹی کا خوف۔ ایم ڈاکٹر شیطانی دیوتا۔ محمد وقاص انجمن مسافر۔ ملک اسد بے قرار روح۔ اور محمد قاسم رحمان دھنک کے رنگ۔ اور حسن کے نام نہیں لکھے وہ سب بھی کہانیاں اچھی تھیں اس بار بھی احسان حمری کی نہی کہانی تھی نہ خط بھائی کہاں غائب ہو گئے ہو آپ ایک بات جو میں سب رائٹرز سے کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ سب کو اپنی کشور کرن کی بات مان لینی چاہئے انہوں نے ٹھیک کہا ہے ٹھیک ہی کہا کہ بے سب کو ایک ہی گروپ میں رہنا چاہئے جو کہ رائٹرز گروپ یہ ایک ایسا گروپ بنے جو سب اکٹھا جوائن کریں یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی گسٹ گروپ میں ہے اور کوئی کس گروپ میں تو سب ہی خوفناک کے رائٹرز ہیں تو پھر الگ گروپ نہیں ایک ہی بناؤ تا کہ مل کر سب کو لکھ دے سکیں یہ میری رائے ہے۔ باقی سب کی اپنی اپنی مرضی۔ آپی کشور کرن میں آپ کو اپنی بڑی بہن مانتی ہوں آپ کا انداز میری بہن سے بہت ملتا ہے انکل جی پلیز میرا خط پورا شائع کرنا جو کہانیاں پہلے بھیجی ہیں وہ بھی ضرور شائع کریں سب کو مصباح کا سلام۔ اللہ ہمارے انکل جی اور خوفناک کو ہمیشہ آباد رکھے آمین۔

اسلام علیکم۔ اس بار مارچ کا شمارہ جلدی مل گیا سب سے پہلے کہانیوں کی فہرست میں نظر ماری جو

نام نظر سے گزر رہے تھے کچھ دھک سے رہ گیا تاہم یہ کنول۔ اور جب میں نے کہانی کا بیج کھولا تو فوہ کنول ایک لکے کوئی ناریل روئیں میں آگئی تھی میں ہماری ہر دل عزیز مصنفہ نازی کنول نازی صاحبہ کہانی آگئی ہے مگر کہانی یہ کنول ملک دیکھ کر ملی صدمہ ہوا خیر نازی آپ کے بیٹے کی بہت بہت نوازش۔ ایم افضل آزاد آپ کو میرا خط اچھا لکھا تھا ٹھیک یو۔ سیدہ امام علی ٹھیک یو۔ ڈیر باقی اس دفعہ اندر جان بوجھ کر ٹوٹا کیل گھر نہیں گئی زارون میرے ساتھ تھا تم اس سے کفرم کر سکتی ہو اس نے مجھے چلنے کے کھڑے کر کے گلے شکوے شروع کر دیئے تھے زارون لگا تو اس کے ساتھ میں اندر چلی گئی پلیز میری کال رسیو کرو مجھے ترے بات کرنے سے پلیز چمل۔ بارچ کی کہانیاں اس بار بہت اچھی تھیں مکمل سحر آپ کی کہانی بھی اچھی لگی مگر آگے چل کر شہر کا نام دیکھ کر کسلی ہوئی معاویہ عزیز دہ آپ کی بکلی والی فین ہوں۔ جواب عرض میں کہانی سے زیادہ آپ کے الفاظ دل کو مدہ لینے والے ہوتے ہیں خیر خوفناک میں آپ کی انٹری اچھی لگی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی تنظیم عباس۔ ابو ہریرہ بلوچ۔ مسز پراسلیہ آپ نے بھی اچھا لکھا ندیم عباس میوانی آپ کی کہانی ابھی نہیں پڑھی دوسرا حصہ بھی آجائے اٹھا کر کے پڑھوں گی ایک حصہ پڑھ کے بے چینی رہتی ہے۔ آر کے ریحان آپ کہانی کا اینڈنگ کرنے والے ہیں کہانی بہت زیادہ لمبی ہو جائے تو مزہ نہیں آتا ہمارے رائٹرز کو بھی ہماری لیڈر آپی کشور کرن اس بار آپ مرے سے ہی غائب تھیں ایسا نہ کیا کریں جرمانہ پڑ جائے گا حشر۔ افتخار۔ مہوش۔ عبدالنعم۔ چوہدری اکرم۔ اولیس۔ شمرین۔ عفت آبی۔ ہجرات تم لوگوں میں سے کوئی بھی ایک فرد جو مجھے پڑھ رہا ہو تو پلیز رابطہ کریں گھر بھی آکتے ہو کوئی رکاوت نہیں۔

اسلام علیکم میری طرف سے سب کو بہت بہت مبارک ہوا اچھا لکھے پر جنوری کا شمارہ دسمبر میں ہی مل گیا تھا کہانیاں بہت اچھی تھیں خونی زندہ آر کے ریحان کی کہانی بہت اچھی تھی چیونٹی کا خوف ایس ایثار کرچی۔ وہ آنکھیں نداعلی عباس۔ دو گھنٹہ پانی عروہ ہادی۔ عاشق چڑیل آپی کشور کرن پوک۔ یہ کہانیاں بھی اچھی تھی فردوسی کے شمارے میں انہی کہانی عاشق پری دیکھ کر بہت خوشی ہوئی امید ہے کہ سب کو اچھی لگی ہوگی اس بار بھی تین کہانیاں شائع شدہ تھیں دو ابنا س سعادت اور ڈر کے آگے جیت سے بہت اچھی تھیں۔ حسین چڑیل احسان سحر۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ کوئی ہے تم فتنہ۔ قید کا نام۔ عامر ڈسک۔ مجید احمد جانی خوفناک رات۔ چڑیل کا بدلہ ایس ایثار کرچی۔ مصباح اکرم روح کا انتقام اسد اللہ جی جگل کی چڑیل گلاب خان سونگلی ساری کہانیاں اچھی تھیں سب کو سلام آپی کشور کرن کہاں غائب تھیں آپی کا لکھ کر کیوں شائع نہیں ہوا۔

اسلام علیکم۔ مارچ کا شمارہ جلدی مل گیا مصروفیات میں گھبرا ہوا تھا اس لیے فی الوقت مطالعہ نہ کر سکا



پہنچتی ہے ہم اس کو ایک نہ ایک ضرور شائع کر دیتے ہیں امید ہے کہ سب کو ہماری مجبوری کا علم ہو گیا ہوگا کہ پرانی کہانی بار بار شائع کیوں ہو جاتی ہیں۔ آفس منیجر ریاض احمد

اسلام علیکم۔ ریڈرز اینڈ رائٹرز مع اسٹاف کو سلام امید رکھتی ہوں بھی شاہین گروپ کے ممبران خیر و عافیت سے ہونے لگتی مصروفیات کی بنا پر کچھ ماہ خوفناک کی محفل سے دوری رہی حاضری نہ دے سکی اس کے لیے معذرت۔ پیارے دل دلارے بھیا محمد ندیم عباس میوانی کنگ آف شاہین گروپ پیارے بھائی دیکھ لو ہمیں زندہ ہوں آپ کیوں مجھے مارنے پر تلے ہوئے ہیں پلیز پلیز ہر ماہ حاضر ہوں گی خونی صحرا پارٹ ٹو۔ اینڈ خونی چمکا دیں پارٹ ٹو بہت ہی زبردست سنووریاں تھیں مزہ آگیا پارٹ ٹو کا شدت سے انتظار ہے پیاری سی کیوٹ سی آپی انعم شہزادی کوین آف شاہین گروپ کا یونی نام روشن کرتے رہنا۔ پیاری آپی کشور کرن آپ کی انٹری بہت اچھی گی پلیز کوئی قسط وار کہانی لاؤ نا۔ بھائی نادر شاہ۔ طاہر۔ ایمان فاطمہ۔ مائی ہوائی سب کھرم ہو گئے نقد میں رانی آپی اچھا خط تھا آپی مصباح کریم ہمیں بھول ہی چکی ہیں میرے پیپر ہور ہے ہیں پھر بھی خط لکھ رہی ہوں ذرا جلدی میں ہوں نیکسٹ ماہ تفصیلی بات ہوگی۔

اسلام علیکم مانے آل ڈیئر فرینڈز اینڈ رائٹرز ریڈرز کیسے ہو آپ سب اس بار جنوری کا شمارہ دسمبر میں ہی مل گیا تھا اس بار میری فیورٹ سنووری کوئی چاند رکھ میری شام پر نہیں تھی اور نہ ہی ریحان خان کی ڈر کے آگے جیت جن کا مجھے بے چینی سے انتظار رہتا ہے اس بار بھی ساری کہانیاں ٹاپ پر تھیں سب سے بیسٹ کہانی آپی کشور کرن کی تھی عاشق چریل ایس اعتبار احمد جیونی کا خوف۔ ایم ڈاکٹر شیطانی دیوتا۔ محمد وقاص۔ انجمن مسافر۔ ملک اسد بے قرار روح۔ اور محمد قاسم رحمان دھنک کے رنگ۔ اور جن کے نام نہیں لکھے وہ سب بھی کہانیاں اچھی تھیں اس بار بھی احسان حرکی نہ ہی کہانی تھی نہ خط بھائی کہاں غائب ہو گئے ہو آپ ایک بات جو میں سب رائٹرز سے کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ سب کو آپی کشور کرن کی بات مان لینی چاہئے انہوں نے ٹھیک کہا ہے ٹھیک ہی کہا کہ بے سب کو ایک ہی گروپ میں رہنا چاہئے جو کہ رائٹرز گروپ یہ ایک ایسا گروپ بنے جو سب اکٹھا جو ان کریں یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی کس گروپ میں ہے اور کوئی کس گروپ میں تو سب ہی خوفناک کے رائٹرز ہیں تو پھر الگ گروپ نہیں ایک ہی بناؤ تاکہ مل کر سب کو لکھ دے سکیں یہ میری رائے ہے۔ باقی سب کی اپنی اپنی مرضی۔ آپی کشور کرن میں آپ کو اپنی بڑی بہن مانتی ہوں آپ کا انداز میری بہن سے بہت ملتا ہے انکل جی پلیز میرا خط پورا شائع کرنا جو کہانیاں پہلے چھپی ہیں وہ بھی ضرور شائع کریں سب کو مصباح کا سلام۔ اللہ ہمارے انکل جی اور خوفناک کو ہمیشہ آباد رکھے آمین۔

اسلام علیکم۔ اس بار مارچ کا شمارہ جلدی مل گیا سب سے پہلے کہانیوں کی فہرست میں نظر ماری جو

نام نظر سے گزرے۔ کھانے کو دل دھک سے رہ گیا نازیہ کنول۔ اور جب میں نے کہانی کا بیج کھولا تو لوہڑن ایک لمبے کوری گئی نامل روئین میں آگئی تھی میں سمجھتی تھی ہماری ہر دل عزیز مصنفہ نازیہ کنول نازیہ صاحبہ کی کہانی آگئی سے مگر کہانی یہ کنول ملک دیکھ کر دل صدمہ ہوا خیر نازیہ آپ کے بیٹے کی بہت بہت بہت بہت مبارک ہونے میں میوانی بھیا تھینک بوٹ میری کہانی بس ایو ہی تھی آپ کو اچھی سی مہربانی نوازش۔ ایم افضل آزاد آپ کو میرا خط اچھا لکھا تھینک بو۔ سیدہ امامہ علی تھینک بو۔ ڈیئر باقی اس دفعہ انڈیرو جان بوٹھ کر ٹو سٹیکل کے گھر نہیں گئی زارون میرے ساتھ تھا تم اس سے کنفرم کر سکتی ہو اس نے مجھے بچ کر کے کھڑے کر کے گلے شکوے شروع کر دیئے تھے زارون کو اچھا نہیں لگا تو اس کے ساتھ میں اندر چلی گئی پلیز میری کال ریور کرو مجھے تم سے بات کرنی ہے پلیز محفل۔ مارچ کی کہانیاں اس بار بہت اچھی تھیں کل سحر آپ کی کہانی بھی اچھی تھی مگر آگے چل کر شہر کا مدم دیکھ کر تلی ہوئی معاویہ غبرو نوٹس کی بجلی والی فین ہوں۔ جواب عرض میں کہانی سے زیادہ آپ کے الفاظ دل کو مہ لینے والے ہوتے ہیں خیر خوفناک میں آپ کی انٹری اچھی گی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی تنظیم عباس۔ ابوہریرہ بلوچ۔ مسز طاہرہ سلیم آپ نے بھی اچھا لکھا ندیم عباس میوانی آپ کی کہانی اچھی نہیں پڑھی دوسرا حصہ بھی آجائے اکتا کر کے چھوٹوں کی ایک حصہ پڑھ کے بے چینی رہتی ہے۔ آر کے ریحان آپ کہانی کا اینڈنگ کرنے والے ہیں کہانی بہت زیادہ مکی ہو جائے تو مزہ نہیں آتا ہمارے رائٹرز گروپ کی ہماری لیڈر آپی کشور کرن اس بار آپ سر سے ہی غائب تھیں ایسا نہ کیا کریں جرمانہ پڑ جائے گا۔ حشر۔ افتخار۔ مہوش۔ عبدالعزیز۔ چوہدری اکرم۔ اویس۔ شمرین۔ غفت آبی۔ گجرات تم لوگوں میں سے کوئی بھی ایک فرد جو مجھے پڑھ رہا ہو یا تو پلیز رابطہ کریں مگر بھی آکھتے ہو کوئی رگاوٹ نہیں۔

اسلام علیکم میری طرف سے سب کو بہت بہت مبارک ہوا اچھا لکھنے پر جنوری کا شمارہ مجھے دسمبر میں ہی مل گیا تھا کہانیاں بہت اچھی تھیں خونی زندہ آر کے ریحان کی کہانی بہت اچھی تھی جیونی کا خوف ایس اعتبار کراچی۔ وہ آکھیں نداعلی عباس۔ دو گھنٹ پانی عروہ بادی۔ عاشق چریل آپی کشور چوکی۔ یہ کہانیاں تھیں اچھی تھی فوری کے شمارے میں اپنی کہانی عاشق پری دیکھ کر بہت خوش ہوئی امید ہے سب کو اچھی لگی ہوگی اس بار بھی تین کہانیاں شائع شدہ ہیں ڈراباس سعادت اور ڈر کے آگے جیت ہے۔ بہت اچھی تھیں۔ حسین چریل احسان سحر۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ کوئی ہے تم تم نشاد۔ قید کا نمائندہ عامر ڈسکہ۔ مجید احمد جانی خوفناک رات۔ چریل کا بدلہ ایس اعتبار کراچی۔ مصباح اکرم روح کا انتقام اسد اللہ بھٹی جنکل کی چریل کلاب خان سوئی ساری کہانیاں اچھی تھیں سب کو سلام آپی کشور کرن کہاں غائب تھیں آپ کی کالیئر کیوں شائع نہیں ہوا۔

اسلام علیکم۔ مارچ کا شمارہ جلدی مل گیا مصروفیات میں گھیرا ہوا تھا اس لیے فی الوقت مطالعہ نہ کر سکا



اب تبصرہ بھیج رہا ہوں شاید اپریل کی محفل میں اشاعت ہو سکے بہت بہت شکریہ آپ نے میری کہانی کو جگہ دی بہت خوشی ہوئی خدا عمر دراز کرے آمین۔ ندیم عباس میوانی کی سنواری خونی چکا ڈس حصہ اول عمدہ سنواری تھی الفاظوں کی کچھ غلطیاں تھیں ذرا توجہ دیں۔ انعم شہزادی اجنبی میچا لیے حاضر ہوئی پہلی سنواری کی اشاعت پڑھیں مبارک باد یقیناً آپ شاہین گروپ کی ترقی کے لیے معاون ثابت ہیں قلم میں وسعت کے لیے دعاگوں ہوں معاویہ عزیز کوئی کہانی جواب عرض کے لیے موزوں بھی خبریاتی آپ بہتر جانتے ہیں۔ قلم نشاۃ صلاہ۔ تنظیم عباس ڈوگر نے بہت محبت کی باقی زیر مطالعہ ان پر تبصرہ ادھار ہے امید ہے میرے خط پر غور کریں گے خدا حامی و ناصر رہے رسالے کی ترقی کے لیے دعاگو۔

ابو ہریرہ بلوچ بہاولنگر

اسلام علیکم امید ہے سب خیریت سے ہوں گے الحمد للہ میں بھی بخیریت سے ہوں موسم سرما ختم ہو چکا ہے موسم بہار کی آمد آمد ہے ہر طرف سے ہریالی ہی ہریالی نظر آ رہی ہے یوں تو ہمارا شہر چوکی پھولوں اور نرسریوں کی بدولت پاکستان بھر میں شہرت یافتہ ہے مگر موسم بہار میں یوں تو بلاشبہ جنت کا کلہا لگتا ہے ہر طرف سے رنگ برنگ پھول لہلہاتے نظر آتے ہیں ہر سو ان کی آغوشیں خوشبو فضا کو معطر کرتی دیکھائی دیتی ہے آج میں اس خوشبو میں خوفناک کی محفل کو نہلانے آیا ہوں سب سے پہلے محترم انکل ریاض صاحب جلدی شمارہ لکھنے پر گلابوں کا تازہ گلہ دستہ قبول فرمائیں پھر خوفناک کی محفل میں سننے آنے والے قارئین کو دلکش مسکراہٹ اور پھولوں کے ساتھ خوش آمدید۔ ذییر مقدس رانی و انیکم اسلام۔ اینڈ میری کاوش پر پسندیدگی کی مہر لگانے پر شکریہ اور ایک پھول آپ کی نذر۔ محترم ابو ہریرہ بلوچ تھوڑا اول بھائی میں ایڈیٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں آپ کی بات پڑا وغور کریں لو گلہ دستہ قبول کریں آپ کی سنواری بغیر انتظار کے شائع ہوگئی۔ سسرند اعلیٰ عباس آپ کی سچ بیانی اور سنواری بہت اچھی لگی تو صد اونیہی مخلص رہنا لوگاب کا گلہ دستہ۔ انلا غزل ابھی تک یاد ہو اور پھر اگر پھر گم ہوتیں تو بھول سکتے ہیں بلینز کم بیک۔ سنواری کی طرف براسرا قلم تنظیم عباس زبردست تھی۔ ویلڈن اور محنت کریں۔ بدوح کی جیت این اے کاش۔ پراسرا قلم انعم حویلیاں۔ اجنبی میچا انعم شہزادی نمبران آف رائٹر گروپ بہت اچھا لکھا جلدی سے آگئی سنواری بھی ارسال کریں ہم منتظر ہیں گے۔ لو تازہ گلہ دستہ میرا بھوت خوفناک عاشق۔ سر اے لہو۔ ڈر۔ خونی ڈائن۔ نقاب پوش لڑکی۔ آپ کی سزا ظاہر قلم نشاۃ۔ بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ کے لیے بھی گلہ دستہ۔ کالا جادو۔ نسر خرم میاں نوالی۔ بھول بگلہ قیصر جیل پروانہ آتما کا شکار۔ غلطی بھی نے بہت اچھا لکھا سب کو گلہ دستہ قبول کریں اس بار شمارہ کچھ بہتر رہا۔ مگر کیپیوڑنگ کی غلطیاں تھیں۔

محمد ندیم عباس میوانی چوکی

اسلام علیکم۔ قارئین کہئے ہیں آپ سب امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے میں خوفناک کی بہت چاہنے والی اور خوفناک کو اپنی جان سے بھی پیارا سمجھتی ہوں میں نے اس کی تمام کہانیوں پر بھی تبصرہ نہیں کیا مجھے تبصرہ کرنا ہی نہیں آتا بس اتنا پتہ ہے کہ ہر کوئی اپنی جگہ پڑھیک ہی لکھ رہا ہے اور ہر کسی کی اپنی سوچ اور اپنا قلم ہے وہ جو چاہے لکھ سکتا ہے اور جتنا چاہے لکھ سکتا ہے یہ سوچ تو انسان کی اپنی

ہے۔ ریاض صاحب کہنے کو تو بہت کچھ ہے مگر یہاں کیا کچھ کہوں ہر کسی کے لیے میں اتنے اتنے شکوے ہیں ان کو دور کر دیں۔ بلایر اور ان سب کے ساتھ حوصلہ افزائی کریں سب کو آپ کے حوصلے کی ضرورت ہے باقی میں ریاض صاحب سے گزارش کرتی ہوں کہ میرا خط پورا شائع کریں شکریہ قارئین خوفناک ڈائجسٹ سب کے لیے ایک ایسا پھول ہے جس کی خوشبو ہر کسی کو معطر کر رہی ہے اور اس خوشبو سے ہی دنیا کے کشش اور قارئین کی دنیا میں بہار پڑھنے والو کو تو بہت بے چینی ہوتی ہے اللہ سب کے جذبے کو بلند رکھے اور سب کو مزید لکھنے کا جنون پیدا کرے۔ سب کو بہت اچھا لکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اللہ سب کے قلم میں مزید نکھار پیدا کرے آمین۔

مسز کنول ریاض گوجرانولہ

پیارے دوستو میں جواب عرض کا قاری تھا اور اب میں جواب عرض کے ساتھ ساتھ خوفناک ڈائجسٹ کا بھی قاری بن گیا ہوں امید ہے کہ مجھے خوفناک کی محفل میں ویکلم کہیں گے۔ میں جواب عرض میں بھی آپ کی شورش کرن چوکی سے رائٹر آف رائٹر ہوں اور یہاں خوفناک میں بھی آپ کی شورش کرن کے رائٹر گروپ کا رائٹر ہوں آپ جی میں نے خوفناک کے لیے ایک کہانی لکھی ہے بتانا کہ میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں کیا آپ کے رائٹر گروپ کے قابل ہے کہ نہیں۔ باقی خوفناک ڈائجسٹ کی تمام کہانیاں لا جواب تھیں۔ خونی ورنہ آر کے ریحان کی کہانی بہت اچھی تھی۔ چیونٹی کا خوف ایس اعتبار کراچی۔ وہ آگنہیں نداعلیٰ عباس۔ دو گھنٹہ بانی عروہ بادی۔ عاشق چڑیل آپ کی شورش کرن چوکی۔ یہ کہانیاں بھی اچھی تھی فردری کے شمارے میں اپنی کہانی عاشق پری دیکھ کر بہت خوش ہوئی امید ہے سب کو اچھی لگی ہوگی اس بار بھی تین کہانیاں شائع شدہ ہیں ذرا بناس سعادت اور ڈر کے آگے جیت سے دونوں بہت اچھی تھیں۔ حسین چڑیل احسان سحر۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ کوئی ہے قلم نشاۃ۔ قید کا نجات عامر ڈسک۔ مجید احمد جانی خوفناک رات۔ چڑیل کا بدلہ ایس اعتبار کراچی۔ مصباح اکرم روح کا انتقام اسد اللہ بھٹی جگل کی چڑیل گلاب خان سوگنی ساری کہانیاں اچھی تھیں سب کو سلام آپ کی شورش کرن کہانیاں غائب تھیں آپ کی لکھنے کیون شائع نہیں ہوا۔ مجھے آپ کے رائٹر کا انتظار ہوتا ہے۔ خوفناک ڈائجسٹ کی تمام محفل کو میرا سلام قبول ہو۔

ممبر آف رائٹر گروپ کنول جی تنہا۔

خوفناک ڈائجسٹ کی تمام کہانیاں لا جواب تھیں۔ خونی ورنہ آر کے ریحان کی کہانی بہت اچھی تھی۔ چیونٹی کا خوف ایس اعتبار کراچی۔ وہ آگنہیں نداعلیٰ عباس۔ دو گھنٹہ بانی عروہ بادی۔ عاشق چڑیل آپ کی شورش کرن چوکی۔ یہ کہانیاں بھی اچھی تھی فردری کے شمارے میں اپنی کہانی عاشق پری۔ ڈر ابناس سعادت اور ڈر کے آگے جیت ہے بہت اچھی تھیں۔ حسین چڑیل احسان سحر۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ کوئی ہے قلم نشاۃ۔ قید کا نجات عامر ڈسک۔ مجید احمد جانی خوفناک رات۔ چڑیل کا بدلہ ایس اعتبار کراچی۔ مصباح اکرم روح کا انتقام اسد اللہ بھٹی جگل کی چڑیل گلاب خان سوگنی ساری کہانیاں اچھی تھیں سب کو مبارک باد۔ شاہد رفیق سہو۔ کیر والا۔